فہرست مضامین

فہرست مضامین.. 1

قرآن کی شکایت 8

افتتاح 11

قرآن کی شکایت 12

مسلمانوں کے زوال کا سبب قرآن سے دوری ہے 16

جس نے بھی عترت طاہرہ سے منہ موڑا اس نے قرآن سے تمسک نہیں کیا 18

قرآن کریم کو حفظ کرنے کی وصیت.. 29

قرآن کریم اللہ تعالی کی معرفت حاصل کرنے کا ایک راستہ ہے.. 30

قرآن کو زندگی میں واپس لانا ہماری ضرورت ہے 31

نبی اور اہل بیت نبی (صلوات اللہ علیهم أجمعین) کا قرآن کے لیے اہتمام 35

قرآن پر توجہ دینے کی وجوہات 38

قرآن اپنی توصیف خود کرتا ہے.. 45

قرآن کے بعض اوصاف کی تشریح 54

مبارک 55

عزیز 56

مجید 58

قیّم 58

قول ثقیل 64

موعظة،شفاء ہدایت اور رحمت 66

قرآن کے سائے میں زندگی 69

قرآن کی طرف پلٹنے کی ضرورت 79

قرآن کی واپسی میں حوزہ کی مسوولیت 80

آج کی جاہلیت 82

قرآنی تصور کے مطابق اسلام سے پہلے کے معاشرے کی صفات اور خصوصیات 86

قرآن ہمارے امراض کا علاج ہے 121

قرآن مجید کی معاشرتی اصلاح کے طریقہ کار سے سبق 124

طاغوت اور کفار سے روبرو ہونے کی فقه 137

صہیونی وجود ،بیماری کی ایک علامت ہے ، لہذا بیماری کی جڑ کا علاج کریں 147

قرآن مجید میں داستانیں دہرانے کا فائدہ 148

قرآن کے کردار کو کیسے بحال کیا جائے؟ 151

پہلا لیول: 152

دوسرا لیول 152

قرآنی اصطلاح میں فقه اور فقیه 154

قرآن کے کردار کو فعال کرنے میں حوزه کی مسؤولیت 161

تلاوت قرآن مجید کے بعض آداب و مستحبات 166

قرآن کی فضیلت ، اس کے اثرات اور اس کی تلاوت کے آداب میں چالیس حدیثیں 171

۱۔قرآن مجید پڑھنے کی ضرورت 172

۲۔ قرآن سیکھنا بہت بڑی نعمت ہے 173

۳۔ قرآن ایسا شافع ہے جس کی شفاعت قبول کی گئی ہے اور ایسا گواہ ہے جس کی گواہی

قبول کی گئی ہے 174

۴۔ قرآن مجید کی تلاوت کرنے والوں کی صفت..175

۵۔ حاملان قرآن کا احترام واجب ہے اور ان کی بے حرمتی حرام ہے.......................176

۶۔ جس کے لیے قرآن مجید سیکھنا اور حفظ کرنا مشکل ہے اس کے لیے ثواب..................177

۷۔سورہ پڑھنے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا واجب ہے..177

۸۔ قبروں کی زیارت کرتے وقت قرآن مجید پڑھنا مستحب ہے...............................178

۹۔جوانی میں قرآن مجید سیکھنے کی فضیلت اور اس کے اثرات..............................179

۱۰۔ بچوں کو قرآن کریم کی تعلیم دینے کی ضرورت......................................181

۱۱۔ قرآن پڑھنے والوں کی قسمیں اور حقیقی قاری قرآن کی صفت..........................182

۱۲۔ قرآن کو سمجھنا نبوت کے قریب ہے...183

۱۳۔ قرآن کو مکمل پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ شروع سے آخر تک ترتیب کے ساتھ اسے پڑھا جائے نہ ادھر ادھر سے..184

۱۴۔ قرآن مجید کی کثرت سے تلاوت کرنے کی وصیت......................................186

۱۵۔ قرآن پڑھنے کا ثواب..186

۱۶۔ قرآن مجید سے جو کچھ سیکھا ہے اس کی حفاظت ضروری ہے اور اسے اس طرح سے

ترک نہیں کرنا ہے کہ مکمل فراموش ہوجائے.. 188

۱۷۔وضو کے ساتھ تلاوت کرنا مستحب ہے 189

۱۸۔ قرآن کی تلاوت کے وقت استعاذہ پڑھنا مستحب ہے 190

۱۹۔ قرآن اللہ کا وعدہ ہے مسلمان کو چاہیے کہ وہ روزانہ اس کی تلاوت کرے 191

۲۰۔آیات قرآنی خزانے ہیں لہذا ان سب سے فائدہ اٹھائیں.. 191

۲۱۔ گھر میں قرآن کریم پڑھنا مستحب ہے 192

۲۲۔ کمائی اور معاش کا حصول قرآن مجید پڑھنے سے نہیں روکتا 192

۲۳۔قرآن دیکھ کر پڑھنا مستحب ہے اگرچہ جو کچھ پڑھ رہا ہے وہ اسے حفظ ہی کیوں نہ ہو 193

۲۴۔ گھر میں قرآن مجید رکھنا مستحب ہے 194

۲۵۔ قرآن کو ترتیل کے ساتھ پڑھنا مستحب اور جلدی پڑھنا مکروہ ہے 195

۲۶۔ حزن کے ساتھ قرآن کی تلاوت مستحب ہے جیسا کہ آپ کسی انسان سے مخاطب ہوں اور

جو صوفی انجام دیتے ہیں چیخنا چلانا اور بے ہوش ہوجانا یہ حرام ہے 196

۲۷۔ بلند آواز سے قرآن پڑھنا مستحب ہے 197

۲۸۔ غنا کے ساتھ قرآن پڑھنا حرام ہے.. 198

۲۹۔ اخلاقی طور پر قرآن مجید کی تلاوت سننا واجب اور شرعی طور پر سننا مستحب ہے سوائے نماز کے 199

۳۰۔ ہر مہینے میں ایک دفعہ ختم قرآن کرنا مستحب ہے...................................... 200

۳۱۔ قرآن کی تلاوت کا ثواب معصومین (علیہم السلام) کے لیے ہدیہ کرنا تاکہ اس کا ثواب دو برابر ہو۔ 200

۳۲۔ قرآن سنتے وقت رونا یا رونے کی شکل بنانا مستحب ہے 201

۳۳۔ علم سارا قرآن میں ہے 203

۳۴۔ قرآن ہر بیماری کا علاج ہے 204

۳۵۔ قرآن میں دلوں کی جلاء ہے.. 205

۳۶۔ ماہ مبارک رمضان میں قرآن کی کثرت سے تلاوت کرنا 205

۳۷۔ قرآن کی تلاوت ایسے کرنا جس سے اس کا حق ادا ہوجائے.............................. 206

۳۸۔ قرآن سے علماء سیراب نہیں ہوتے 207

۳۹۔ قرآن نہج البلاغہ میں... 209

۴۰۔ قرآن مجید کی تکمیل پر امام سجاد علیہ السلام کی دعا 210

قرآن کی شکایت

لیکچرز کا ایک سلسلہ جنہیں حضرت آیۃ اللہ الشیخ محمد الیعقوبي (دام ظلہ الوارف) نے حوزہ علمیہ نجف اشرف میں نئے تعلیمی سال کے آغاز پر طلاب کو دیئے ہیں۔ان لیکچرز کا آغاز ہفتہ 19 محرم 1422 ہجری 4/ 14/ 2001 میلادی سے ہوا تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَاءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلَائِكَةُ تَنزِيلاً، الْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ لِلرَّحْمَنِ وَكَانَ يَوْماً عَلَى الْكَافِرِينَ عَسِيراً، وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَى يَدَيْهِ يَقُولُ يَا لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلاً، يَا وَيْلَتَى لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَاناً خَلِيلاً، لَقَدْ أَضَلَّنِي عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ إِذْ جَاءَنِي وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِلْإِنسَانِ خَذُولاً، وَقَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُوراً، وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوّاً مِّنَ الْمُجْرِمِينَ وَكَفَى بِرَبِّكَ هَادِياً وَنَصِيراً، وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ جُمْلَةً وَاحِدَةً كَذَلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهِ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيلاً، وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيراً.

(سورۃ الفرقان: 25 – 33)

اور جس دن آسمان بادل سے پھٹ جائے گا اور فرشتے بکثرت اتارے جائیں گے۔اس دن حقیقی حکومت رحمان ہی کی ہوگی، اور وہ دن کافروں پر بڑا سخت ہوگا۔اور اس دن ظالم اپنے

ہاتھ کاٹ کاٹ کھائے گا کہے گا اے کاش میں بھی رسول کے ساتھ راہ چلتا۔ہائے میری شامت! کاش میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا۔اسی نے تو نصیحت کے آنے کے بعد مجھے بہکا دیا، اور شیطان تو انسان کو رسوا کرنے والا ہی ہے۔اور رسول کہے گا اے میرے رب بے شک میری قوم نے اس قرآن کو نظر انداز کر رکھا تھا۔اور ہم اسی طرح مجرموں کو ہر ایک نبی کا دشمن بناتے رہے ہیں اور ہدایت کرنے اور مدد کرنے کے لیے تیرا رب کافی ہے۔اور کافر کہتے ہیں کہ اس پر یکبارگی قرآن کیوں نازل نہیں کیا گیا، اس طرح اتارا گیا ہے تاکہ ہم اس سے تیرے دل کو اطمینان دیں اور ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھ سنایا۔اور جو انوکھی بات تیرے سامنے لائیں گے ہم بھی تمہیں اس کا بہت ٹھیک جواب اور بہت عمدہ حل بتاتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ کما هو أهله وصلی اللہ علی رسوله والأئمة المیامین من آله وسلم تسلیما کثیرا.

[رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي، وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي، وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّن لِّسَانِي، يَفْقَهُوا قَوْلِي]

(طه:25-28)

افتتاح

لوگوں کی عادت ہے کہ وہ اپنے سیمینارز، کانفرنسز، میٹنگز اور ریڈیو، ٹیلی ویژن کے پروگرامز قرآن کی چند ایک آیتوں کی تلاوت کے ساتھ شروع کرتے ہیں، جس کا ہدف قرآن سے تبرک اور اس کا احترام کرنا ہے۔ یہاں تک کہ غیر مسلموں نے بھی یہ کام انجام دیا ہے جو اس مقدس کتاب کے وقار کی نشاندہی کرتا ہے حتی دشمن بھی اس کی عظمت اور رعب سے متاثر ہے،تو پھر ہم حوزہ کے طالب علم کیوں نہ قرآن کریم کے ساتھ اپنے دروس کا آغاز کریں اور یہ آغاز پورے ہوش و حواس کے ساتھ ہو اور قرآن کی روح ، مضامین اور معانی سے مرتبط ہو اور صرف ایک دکھاے کا افتتاح نہ ہو جیسا ایک کھو کھلا ترانہ اوراس کا ترنم یا تعویز اور جادو۔

قرآن کی شکایت

میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں أبي عبد اللہ (علیہ السلام) کی کافی اور خصال میں موجود اس حدیث شریف سے اپنی گفتگو کا آغاز کروں۔امام علیہ السلام نے فرمایا ہے: **(ثلاثة يشكون إلى الله عز وجل مسجد خراب لا يصلي فيه أهله وعالم بين جهّال ومصحف معلّق قد وقع عليه الغبار لا يُقرأ فيه)** "تین چیزیں اللہ تعالی سے شکایت کرتی ہیں وہ مسجد جو خرابہ بن چکی ہے اور اب اس میں کوئی نماز نہیں پڑھتا،جاہلوں کے درمیان عالم اور قرآن کریم جس پر گرد و غبار پڑی ہے اور اسے کوئی نہیں پڑھتا" اور عالم کی بہترین اور واضح مثال اہل البیت (علیہم السلام) ہیں اور خاص طور پر ہمارے زمانے کے امام عجل اللہ فرجہ ہیں (أرواحنا له الفداء)۔پس جو تین چیزیں شکایت کرتی ہیں وہ قرآن کریم ،عترت اور مسجد ہیں اور اسی بات پر پیامبر اسلام (صلی اللہ علیہ وآلہ) کی ایک حدیث بھی دلالت کرتی ہے۔انہوں نے فرمایا: **(يجيء يوم القيامة ثلاثة يشكون: المصحف والمسجد والعترة يقول المصحف يا ربّ حرّفوني ومزّقوني، ويقول المسجد: يا رب عطّلوني وضيّعوني وتقول العترة يا رب قتلونا وطردونا وشردونا، فأجثو للركبتين في الخصومة فيقول الله عز وجل لي: أنا أولى بذلك منك)** قیامت کے دن تین چیزیں اللہ کے حضور شکایت کریں گی: قرآن ، مسجد اور عترت؛قرآن

() الكافي: كتاب فضل القرآن، باب قراءة القرآن في المصحف، ح٣. الخصال: ١/ ١٤٢ أبواب الثلاثة.

- وسائل الشيعة: كتاب الصلاة، أبواب أحكام المساجد، باب ٥، حديث٢.

کہے گا ائے خدا انہوں نے مجھ میں تحریف کی ، مجھے پھاڑا،مسجد کہے گی انہوں نے مجھے ترک کیا ، مجھے ضایع کیا اور عترت کہے گی ائے معبود انہوں نے ہمیں قتل کیا ،ہمیں دربدر کردیا،تو میں خدا کی بارگاہ میں گھٹنے ٹیک کر اس حق کا مطالبہ کروں گا، پس اللہ تعالی مجھ سے کہے گا اس کام کو انجام دینے میں ، میں تم سے زیادہ بہتر ہوں۔"

اس حدیث سے مندرجہ ذیل چند ایک نکات کا استفادہ کیا جاتا ہے:

۱۔امت مسلمہ اور اسلامی معاشرے کی بنیاد اور اساس یہی تین ارکان ہیں،لہذا ان پر زور دیا گیا ہے،اور اس لحاظ سے اس کا معنی وہی مشہورحدیث ثقلین کا معنی ہے: **(إني تارك فيكم الثقلين كتاب الله وعترتي أهل بيتي ما إن تمسكتم بهما لن تضلوا بعدي أبداً وقد نبأني اللطيف الخبير أنهما لن يفترقا حتى يردا علي الحوض يوم القيامة)**1"میں تمہارے درمیان دو اہم چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں ؛اللہ تعالی کی کتاب اور میری عترت و اہل بیت ،جب تک انہیں تھامے رکھو گے کبھی گمراہ نہیں ہوجاو گے اور مجھے لطیف اور خبیر نے خبر دی ہے کہ جب تک قیامت کے دن حوض کوثر میں مجھ پر وارد نہیں ہونگی یہ دونوں ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہیں ہونگی۔' اور دو

۔ کتب عامہ اور خاصہ میں یہ روایت موجود ہے، مذید معلومات کےلیے اس کتاب کی طرف رجوع کریں(المراجعات) للسید عبد الحسین شرف الدین الموسوي.[1]

سنگین چیزیں ان تین میں سے دو ہیں، لیکن تیسری وہ مسجد ہے جس میں ثقلین اپنا معاشرتی کردار ادا کرتے ہیں اور اس کی مقدس فضاوں میں امت سے ارتباط قائم کرتے ہیں۔

۲۔ حدیث اس بات کی طرف توجہ دلاتی ہے کہ عنقریب امت ان تینوں سے منہ موڑ لے گی اور ان کی طرف پشت کرے گی اسی لیے انہوں (صلی اللہ علیہ وآلہ) نے ایک حقیقت کے طور پر اس شکایت کی خبر دی اور وہ (صلی اللہ علیہ وآلہ) امت کو اس نقصان سے آگاہ فرماتے ہیں اور اس کی سخت سزا کو بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی خود ان تینوں کے متعلق حساب کتاب لیں گے جو کہ حاکم اور عادل ہے۔

یہ تینوں مسلمانوں کے وجود کی بنیاد اور ضمانت ہیں اور ان کو ضایع کرنے کا مطلب مسلمانوں کا زوال اور تباہی ہے۔پس ہم پر واجب ہے کہ ہم امت کی حیات میں ان کی تاثیر اور ان کو چھوڑنے کے عظیم نقصان کو مد نظر رکھتے ہوئے ان تینوں کے متعلق الگ سے ایک ایک کر کے بحث کریں اور کس طرح سے یہ مسلمانوں کی زندگی میں اہم کردار ادا کرتی ہیں اس کو بیان کریں۔

اور میں اپنے او پر واجب سمجھتا ہوں کہ میں اپنے نفس کو آج کی اصطلاح میں عام مدعی قرار دوں، اور ان تین شکایتوں کو دور کروں اور ثقل اللہ الاکبر کی شکایت دور کرنے سے شروع کرتا ہوں: قران پاک ، جو خداوند متعال سے اپنے بندوں تک پھیلی ہوئی رسی ہے، یہ شکایت رسول

الله (صلی اللہ علیہ وآلہ) قیامت کے دن اٹھایں گے: **[وَقَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا] (الفرقان: 30)** "اور رسول کہے گا اے میرے رب بے شک میری قوم نے اس قرآن کو نظر انداز کر رکھا تھا۔" اس نے مسلمانوں کو اس خطرہ سے متنبہ کیا جب اس نے انھیں پچھلی قوموں کے انحراف کی وجہ بتائی اور وہ اللہ تعالی کی طرف سے جو کچھ نازل ہوا تھا اسے ترک کرنا تھا،اللہ تعالی نے فرمایا: **[قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَسْتُمْ عَلَى شَيْءٍ حَتَّى تُقِيمُوا التَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ] (المائدة: ٦٨)**. "کہہ دو اے اہل کتاب! تم کسی۔ راہ پر نہیں ہو جب تک کہ تم قائم نہ کرو تورات کو اور انجیل کو اور اسے جو تمہارے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے۔"پس جو بھی اس سے متمسک رہے گا وہ اس راستے پر چلے گا جو اللہ تعالی تک پہنچتا ہے اور جو اس سے منہ موڑے گا وہ ہلاک ہوجائے گا۔

اس شکایت کی وجہ مسلمان معاشرے کی قرآن سے دوری ہے حتی وہ لوگ جو قرآن کی تلاوت کے پابند ہیں ،اس کےلیے اہتمام کرتے ہیں اور اس کی آیات میں تدبر کرتے ہیں بجائے اس کے

۱۔میں نے کچھ عام لوگوں پر تحقیق کی، جو کہ طلبہ تھے اور حوزہ علمیہ میں داخلہ لینا چاہتے تھے، کہ ان کا قرآن سے لگاو کتنا ہے اور مفروض یہ تھا کہ قرآن پر ان کا ایمان اور اس سے ان کا تعلق گہرا ہوگا جس کی وجہ سے انہوں نے اس راستے کا انتخاب کیا ہے لیکن میں نے دیکھا کہ ان میں سے بعض ایسے تھے جنہوں نے ابھی تک قرآن ہی ختم نہیں کیا تھا اور بعض ایسے تھے جنہوں نے مشکل سے پوری زندگی میں دو دفعہ ختم کیا ہے اور وہ منبر پر جاتے ہیں اور اکثر ان میں وہ تھے جو صرف مختلف مناسبات اور پروگرامز میں مختلف سورتیں پڑھتے تھے اور یہ تو صرف تلاوت کی بات ہے جہاں تک بات ہے فہم قرآن کی ،تمام معانی کو سمجھنے کی اور ان کے مفاہیم میں غور و فکر کی تو وہ ان سے مکمل جاہل تھے۔

کہ وہ قرآن کو اپنی زندگی میں امامت کا درجہ دیں تاکہ وہ ان کے لئے مشعل راہ بنے اور زندگی کے ہر شعبے میں ان کی رہنمائی کرے،انہوں نے اسے فراموش کردیا اور صرف رمضان المبارک کے مہینے میں تھوڑا بہت پڑھتے ہیں، اور ہم ماہ مبارک رمضان میں زیادہ سے زیادہ قرآن کےلیے اہتمام کرنے پر زور دیتے ہیں جس کی وجہ ان دونوں کے درمیان گہرا تعلق ہے،حدیث میں آیا ہے: **(إن لكل شيء ربيعاً وربيع القرآن شهر رمضان)**۔[1] ہر چیز کی ایک بہار ہے اور قرآن کی بہار، ماہ رمضان ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ دوسرے مہینوں میں اسے نظر انداز کریں یا اس کے ساتھ تعلق کم کردیں۔

مسلمانوں کے زوال کا سبب قرآن سے دوری ہے

اس شکایت سے متعلق حدیث کا انتخاب ایسے ہی نہیں ہوا اور نہ ہی کسی۔ فکری سوچ کا نتیجہ ہے بلکہ یہ بصیرت اور دور اندیشی۔ کا نتیجہ ہے جو کہ مسلمانوں کی موجودہ صورت حال کی تحلیل سے اور حالات جس طرف ان کو لے کر جارہے ہیں اس سے ہاتھ آتا ہے۔حالت یہ ہے کہ مسلمان اپنے قتل کو سونے کی پلیٹ میں رکھ کر دشمن کو ہدیہ کررہا ہے جو کہ ابلیس اور نفس امارہ ہے اور اس کو تیار کرنے والا کافر مغرب ہے جس نے مسلمانوں کے درمیان تفرقہ ڈالنے کی بھرپور

---

[1] ۔ معاني الأخبار: الشيخ الصدوق، ص۲۲۸.

کوشش کی ہے۔ان - مسلمانوں- کی شان ،ان کا شرف،ان کی کرامت و افتخار قرآن کریم ہے جو کہ ان کے درمیان اجنبی ہے،پس اسی وجہ سے میں دلبرداشتہ ہوا۔

امت کے زوال اور اس کی کمزوری کے اسباب قرآن مجید سے منہ موڑنا ہے اور اللہ تعالی کی رسی سے عدم تمسک ہے جس کو مضبوطی سے پکڑنے کا حکم ہوا ہے، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: **[وَاعْتَصِمُواْ بِحَبْلِ اللّهِ جَمِيعاً وَلاَ تَفَرَّقُواْ](آل عمران: 103)**،"اللہ تعالی کی رسی کو مضبوطی سے پکڑو اور تفریقہ ایجاد نہ کرو۔" اور رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ) نے فرمایا: **(وإني مخلف فيكم الثقلين: الثقل الأكبر القرآن والثقل الأصغر عترتي أهل بيتي هما حبل الله ممدود بينكم وبين الله عز وجل ما إن تمسكتم به لم تضلوا، سبب منه بيد الله وسبب بأيديكم . . . الحديث)**[2]میں تمہارے درمیان دو سنگین چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں: ثقل اکبر جو کہ قرآن ہے اور ثقل اصغر جو کہ میری عترت و اہل البیت ہے۔ یہ دونوں اللہ کی رسی ہیں جو اللہ تعالے اور تمہارے درمیان پھیلے ہوئے ہیں جب تک ان کو پکڑ کر رکھو گے کبھی گمراہ نہیں ہوجاو گے،اس رسی کا ایک سرا اللہ کے ہاتھ میں ہے اور ایک سرا تمہارے ہاتھ میں ہے۔"

۲۔ بحار الأنوار: ۱۰۲/۹۲.

جس نے بھی عترت طاہرہ سے منہ موڑا اس نے قرآن سے تمسک نہیں کیا

لیکن امت نے کتاب خدا کو ترک کیا اور اس سے دور ہو گی- یہ تب ہوا- جب سے اس نے عترت طاہرہ کو اس کے اصلی مقام سے ہٹا دیا وہ مقام جسے اللہ نے ان کے لیے انتخاب کیا تھا چونکہ ان دونوں کا ایک دوسرے سے جدا ہونا ممکن نہیں-انہوں نے اللہ تعالی کے اس قول سے رو گردانی کی : [**وَرَبُّکَ یخلُقُ مَا یَشَاءُ وَیختَارُ مَا کَانَ لَهُمُ الخیرَةُ**](القصص:68). "اور تیرا رب جو چاہے پیدا کرتا ہے اور جسے چاہے پسند کرے، انہیں کوئی اختیار نہیں ہے-"

اور کسی کا یہ کہنا (**حسبنا کتاب اللہ**) غلط ، شیطان کا فریب اور نفس امارہ کا دھوکہ ہے جسے ابھی تک وہ تکرار کرتا ہےاور شیطان اس شخص کی زبان سے یہ جاری کرواتا ہے جو اسلام کی اساس کو خراب کرنا چاہتا ہے کہ اس اساس میں خود قرآن بھی ہے جس کے بارے میں ادعا کیا جاتا ہے کہ وہ کافی ہے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ قرآن کی فعالیت مشروط ہے ایسے شخص کے ساتھ جو اس پر عمل کرتا ہے اور اس کے مفاہیم اور احکام سے واقف ہے اور وہ عترت ہے-

اور یہ فتنہ- قرآن اور اس کے ناطق - پرانا ہے اور جو لوگ اس فتنے کا شکار ہو گئے ان میں سے ایک امیرالمومنین علیہ السلام تھے جب انہیں ثالثی اور قرآن کو حکم قرار دینے پر مجبور

کیا گیا ،امام علیہ السلام نے فرمایا: **(هذا القرآن إنما هو خط مستور بين الدفتين لا ينطق بلسان ولا بد له من ترجمان وإنما ينطق عنه الرجال)**[1]

"یہ قرآن ایک لکھا ہوا خط ہے جو کہ دو جلد کے درمیان چھپا ہوا ہے اور یہ زبان کے ساتھ بولتا نہیں، اس کو ترجمان کی ضرورت ہے اور یقینا انسان ہی اس کی ترجمانی کرسکتے ہیں۔"پس کتاب اور عترت ایک ہی درخت کی دو شاخیں ہیں جو ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتیں اور ان میں سے ایک سے تمسک کرکے دوسرے کو چھوڑنا ممکن نہیں، اہل البیت علیہ السلام اللہ تعالی کا دروازہ ہیں جو اسی کی طرف سے معین ہے اور ہمیں اس نے دروازوں کے ذریعے ہی گھروں میں داخل ہونے کا حکم دیا ہے۔

دوسرے لوگ جو ہمارے مقابلے میں قرآن مجید میں زیادہ دلچسپی لینے کا دعوی کرتے ہیں وہ قطعی غلط ہے۔ البتہ انہوں نے حروف کے مخارج پر ،غنا کی حد تک خوبصورت آواز میں اسے پڑھنے اور ان قوانین کی رعایت کرنے جو انہوں نے وضع کیے ہیں اور ان میں سے بعض تو حکم شرعی کے خلاف ہیں، توجہ دی ہے، اور ان تمام امور کا تعلق ظاہر سے ہے، اور جو چیز اصل ہے وہ اس کا محتوی اور مضمون ہے اور اس پر عمل کرنا ہے ،لفظ چھلکا ہے اور معنی وہ لب اور مغز ہے اور

---

[1] نہج البلاغة: ۔ الخطبة ۱۲۵

متکلم صرف لفظ کو ملاحظہ نہیں کرتا بلکہ اس کو معنی کےلیے ظرف قرار دیتا ہے اور مخاطب تک بات پہنچانے کےلیے وسیلہ قرار دیتا ہے اور متکلم کا اصل ہدف اور مراد معنی ہے۔

اور قرآن مجید کے الفاظ اور خطوط سے بیان بازی کرنے والوں اور اس کے معانی کو ضایع کرنے والوں کی مذمت میں بہت ساری احادیث وارد ہوئی ہیں۔ ایک مشہور حدیث ہے: **(کم من قارئ للقرآن والقرآن یلعنه)**[1] "قرآن کے پڑھنے والے کتنے ہی ایسے ہیں جن پر قرآن لعنت کرتا ہے۔"قرآن اس کا مخالف ہے چونکہ وہ جو کچھ اس میں ہے اس پر عمل نہیں کرتا اور أبي جعفر (علیه السلام) کی حدیث ہے، انہوں نے فرمایا: **(قرّاء القرآن ثلاثة: رجل قرأ القرآن فاتخذه بضاعة واستدر به الملوک واستطال به علی الناس فذاک من أهل النار، ورجل قرأ القرآن فحفظ حروفه وضیع حدوده فذاک من أهل النار، ورجل قرأ القرآن فوضع دواء القرآن علی داء قلبه فأسهر به لیله وأظمأ به نهاره وقام به في مساجده وتجافی به عن فرشه فبأولئک یدفع الله العزیز الجبار البلاء، وبأولئک یدیل الله من الأعداء-أي ینصرهم علی الأعداء- وبأولئک ینزل الله الغیث من السماء فوالله هؤلاء قراء القرآن أعز من الکبریت الأحمر)**[2] قرآن کے پڑھنے والے تین طرح کے ہیں: ایک وہ شخص جو قرآن اس لیے پڑھتا ہے تاکہ اس کے ذریعے بادشاہوں سے فائدہ اٹھائے اور لوگوں کے درمیان اپنے اوپر افتخار کرے، یہ شخص اہل جہنم میں سے ہے، دوسرا وہ شخص ہے جو قرآن پڑھتا ہے

---

[1]. مستدرك الوسائل: كتاب الصلاة، أبواب قراءة القرآن، باب٧، حديث ٧

[2]. الخصال: ١٤٢.

اس کے الفاظ کو حفظ کرتا ہے لیکن اس کے احکامات پر عمل نہیں کرتا یہ بھی اہل جہنم ہے اور تیسرا وہ شخص ہے جس نے قرآن پڑھا ہے،اور قرآنی دواء کو اپنے درد دل پر رکھا ہے،اس کی رہنمائی میں راتوں کو جاگتا ہے اور دنوں میں پیاسا رہتا ہے اور مساجد میں نماز کےلیے کھڑا ہوتا ہے، اپنے نرم بستر کو ترک کرتا ہے۔اللہ تعالی انہی کی خاطر بلا دور کرتا ہے اور انہی کے توسط سے دشمنوں سے انتقام لیتا ہے اور انہی کے طفیل آسمان سے بارش برساتاہے۔خدا کی قسم قرآن کے ایسے قارئین خالص سونے سے کم ہیں۔"

اور امام حسن (علیہ السلام) کی ایک حدیث میں آیا ہے: **(وإن أحق الناس بالقرآن من عمل به وإن لم يحفظه وأبعدهم منه من لم يعمل به وإن كان يقرأه)**"لوگوں میں سے بہترین وہ شخص ہے جو قرآن پر عمل کرتا ہے اگرچہ اس نے اسے حفظ نہیں کیا ہے اور لوگوں میں بد ترین شخص وہ ہے جو قرآن پر عمل نہیں کرتا ہے اگرچہ وہ اسے پڑھتا ہے"۔[1]

اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کتاب اور عترت کو الگ کرنے اور اس طرح کتاب کو اس کے محتوی اور مضامین سے خالی کرنے اور صرف اس کے الفاظ پر توجہ دینے کی ترغیب دینے کا منصوبہ پرانا ہے۔ اور اس بات کی طرف معصومین (علیہم السلام) نے متوجہ کیا ہے۔پس جو بھی قرآن کےلیے اہتمام کرتا ہے اور اللہ تعالی کا یہ قول پڑھتا ہے: [**وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ**

---

[1] - إرشاد القلوب: ٧٩.

الْخِيَرَةُ] (القصص: 68) "اور تیرا رب جو چاہے پیدا کرتا ہے اور جسے چاہے پسند کرے، انہیں کوئی اختیار نہیں ہے۔" اور پھر اللہ تعالی نے ان کے لیے جو اختیار کیا ہے اس سے منہ موڑتے ہیں اور ان کے غیر کو ان پر مقدم کرتے ہیں جبکہ اللہ تعالی نے اس امر کو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا ہے اور اسلام کی رسالت کو دوسرے پلڑے میں رکھا ہے **[يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ واللهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ](المائدة: 67)**. " اے رسول! جو تجھ پر تیرے رب کی طرف سے اترا ہے اسے پہنچا دے، اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو اس کی پیغمبری کا حق ادا نہیں کیا، اور اللہ تجھے لوگوں سے بچائے گا، بے شک اللہ کافروں کی قوم کو راستہ نہیں دکھاتا۔" اور قرآن کا کوئی بھی پیرکار جو بلند آواز میں یہ پڑھتا ہے **[قُل لا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْراً إِلا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى](الشورى: 23)**" کہہ دو میں تم سے اس پر کوئی اجرت نہیں مانگتا بجز رشتہ داری کی محبت کے"۔ اور پھر أهل بيت النبوة کے لیے دشمن بناتا ہے اور ہر جگہ ان کی پیروی کرتا ہے اور اگر انہیں کتاب خدا کی ذرا سی بھی سمجھ ہوتی تو اس آیت کو اللہ تعالی کے اس قول کے ساتھ ملاتے **[قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِلا مَن شَاء أَن يَتَّخِذَ إِلَى رَبِّهِ سَبِيلاً](الفرقان: 57)**" کہہ دو میں اس پر تم سے کوئی مزدوری نہیں مانگتا مگر جو شخص اپنے رب کی طرف راستہ معلوم کرنا چاہے۔" تا کہ ان کو اس حقیقت کا علم ہوجاتا کہ اہل بیت علیہم السلام ہی وہ راستہ و سبیل ہیں جن کی پیروی کا اللہ تعالی نے حکم دیا ہے،اس قول کے ساتھ: **[وَأَنَّ هَـذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيماً فَاتَّبِعُوهُ وَلاَ تَتَّبِعُواْ السُّبُلَ**

فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ] (الأنعام: 153)" اور بے شک یہی میرا سیدھا راستہ ہے سو اسی کا اتباع کرو، اور دوسرے راستوں پر مت چلو وہ تمہیں اللہ کی راہ سے ہٹا دیں گے، (اللہ نے) تمہیں اسی کا حکم دیا ہے تا کہ تم پرہیز گار ہو جاؤ۔" اور امام باقر (علیہ السلام) نے اپنے اس قول کے ساتھ اس آیت کی تفسیر کی ہے کہ: **(نحن السبیل فمن أبی هذه السبل فقد کفر)**[1] "ہم ہی وہ راستہ ہیں جو بھی اس راستے کا انکار کرے گا وہ کافر ہے"

اور جو لوگ بھی (حسبنا کتاب اللہ) کا نعرہ لگاتے ہیں اور صرف قرآن سے ہی دلیل مانگتے ہیں ان سے کہا جائے کہ یہ بات درست ہے لیکن اس سے جو ارادہ کیا جارہا ہے وہ باطل ہے، بلکہ یہ کلمہ ہی باطل ہے اور اس سے باطل کا ہی ارادہ کیا جارہا ہے۔ اور یہ لوگ اس کے ذریعے اسلام کی بنیادوں کو خراب کرنا چاہتے ہیں کیونکہ قرآن پر اکتفاء کرنے کا مطلب ہے- جیسا کہ وہ گمان کرتے ہیں- بے نیازی حتی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ) سے بے نیازی اور اس کا مطلب ہے شریعت کی ساری تفصیلات سے لاعلمی، بے شک رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ) اور اس کی آل سے آئمہ معصومین علیہم السلام اس قرآن کے پابند ہیں اور وہی اس کے احکام کو بیان کرنے والے ہیں۔

---

[1] ۔ بحار الأنوار: ۱۳/۲٤، باب: أنهم علیهم السلام السبیل والصراط وهم وشیعتهم.

اور یہ تمام علوم جو اس وقت موجود ہیں، کیا ممکن ہے آپ ڈاکٹر یا انجینئر بن جایں بغیر اس فیلڈ کے سپیشلسٹ اور استاد کی مدد کے جو کہ اس فیلڈ کے رموز و اسرار سے واقف ہے اور اس علم کو سمجھتا ہے؟ پس قرآن کیسے بغیر معلم کے سمجھ میں آسکتا ہے جو کہ :[تِبْيَاناً لِكُلِّ شَيْءٍ](النحل: 89) "جس میں ہر چیز کا کافی بیان ہے۔" و[مَّا فَرَّطْنَا فِي الكِتَابِ مِن شَيْءٍ](الأنعام:38) "ہم نے ان کی تقدیر کے لکھنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔"اور اس میں تمام انسانوں کی بھلائی ہے،ہرزمانے میں[مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ](الصافات:154) "تمہیں کیا ہوا کیسا فیصلہ کرتے ہو۔"اور رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ) نے اس خطرے کی طرف اپنے اس قول کے ذریعے اشارہ کیا ہے: (**لا ألفين أحدكم متكئاً على أريكته يأتيه الأمر من أمري مما أمرت به أو نهيت عنه فيقول: لا ندري ما وجدنا في كتاب الله اتبعناه**)[1]میں تم میں سے کسی کو نہ دیکھوں اس حال میں کہ وہ تکیہ لگا کے بیٹھا ہے اور میرے اوامر میں سے کوئی امر یا نہی اس تک پہنچے اور وہ بولے: میں نہیں جانتا،اور ہم صرف اسے قبول کرتے ہیں جو کتاب خدا میں موجود ہے۔"

لیکن اللہ سبحانہ وتعالی کے دشمن اور شیطان کے پیروکار جانتے ہیں کہ قرآن اس امت کا قلعہ ہے جو انہیں انحراف سے بچاتا ہے اور اہل بیت (علیہم السلام) اس کے محافظ ہیں پس انہوں نے انہیں قوم سے دور کرنے کا منصوبہ بنایا، پس قوم بغیر لیڈر کے رہ گئی اور قلعہ بغیر محافظ کے رہ گیا

---

[1] ـ الميزان في تفسير القرآن: ج٣ في البحث الروائي للآيات ٢٨ـ٣٢ من سورة آل عمران، نقله عن أحمد وأبي داود والترمذي وابن ماجة وابن حبّان وغيرهم من رواة العامة.

اور دشمن کے ہاتھوں آسان شکار بن گئی اور اب آپ اسے سیدھے سادے شبہے سے لرزتے ہوئے دیکھتے ہیں اور مشکل اور امتحان کے آغاز میں ہی یہ ڈھیر ہوجاتی ہے۔

((وهذه أعظم ثلمة انثلم بها علم القرآن وطريق التفكر والتفكير الذي يندب إليه، ومن الشاهد على هذا الإعراض قلة الأحاديث المنقولة عنهم (عليهم السلام) فإنك إذا تأملت ما عليه علم الحديث في عهد الخلفاء من المكانة والكرامة وما كان عليه الناس من الولع والحرص الشديد على أخذه ثم أحصيت ما نقل في ذلك عن علي والحسن والحسين وخاصة ما نقل من ذلك في تفسير القرآن لرأيت عجباً: أما الصحابة فلم ينقلوا عن علي (عليه السلام) شيئاً يذكر وأما التابعون فلا يبلغ ما نقلوه عنه (عليه السلام) -إن أُحصي - مائة رواية في تمام القرآن، وأما الحسن (عليه السلام) فلعل المنقول عنه لا يبلغ عشراً، وأما الحسين (عليه السلام) فلم ينقل عنه شيء يذكر، وقد أنهى بعضهم الروايات الواردة في التفسير إلى سبعة عشر ألف (ذكره السيوطي في الإتقان) حديث من طريق الجمهور وحده، وهذه النسبة موجودة في روايات الفقه أيضاً))[1] اور یہ بہت بڑا خلا ہے جس کی وجہ سے قرآن کا علم ،طریق تفکر اور جس تفکر کی طرف ہم رجوع کرتے ہیں ،ان کے درمیان اور ہمارے درمیان فاصلہ آگیا۔

اور اس بے رخی اور اعراض کی علامت ان (علیہم السلام) کی طرف سے روایت شدہ احادیث کی کمی ہے۔اگر آپ خلفاء کے زمانے میں علم حدیث کے مقام ومنزلت کے بارے میں غور وفکر

---

[1] ـ الميزان في تفسير القرآن: ج٥/ بحث تأريخي في ذيل الآيات ١٥ـ١٩ من سورة المائدة.

کریں کہ کس قدر لوگ علم حدیث سیکھنے کا شوق رکھتے تھے اور پھر آپ اس باب میں امام علی ، حسن و حسین علیہم السلام سے نقل شدہ احادیث کو شمار کریں اور خاص طور پر ان روایات کو نقل کریں جو تفسیر قرآن میں ان سے وارد ہوئی ہیں تو آپ کو تعجب ہو گا: صحابہ نے امام علی علیہ السلام سے کچھ بھی ذکر نہیں کیا کہ جس کا ذکر کیا جائے اور تابعین نے جو کچھ ان (علیہ السلام) سے ذکر کیا ، اس کو اگر آپ شمار کریں تو اس کی تعداد سو تک نہیں پہنچتی،اور جہاں تک بات ہے امام حسن (علیہ السلام) کی تو اس سے منقول شدہ احادیث کی تعداد ۱۰ ہو گی اور امام حسین (علیہ السلام) سے کوئی حدیث نقل نہیں ہوئی۔اور ان میں سے بعض نے تفسیر میں وارد شدہ روایات کی تعداد ۱۷ ہزار بتائی ہے(جنہیں سیوطی نے الاتقان میں ذکر کیا ہے)اور اسی تعداد سے فقہی روایات بھی موجود ہیں۔

جس کردار کو نبھانے کے لیے خدا وند متعال نے اہل بیت علیہم السلام کا انتخاب کیا تھا ان کو اس سے دور کرنے سے قرآن کا جتنا نقصان ہوا اس کا کچھ یوں اندازہ لگایا جاسکتا ہے:

۱۔ بہت سارے اصلی علوم کی عدم موجودگی جو کتاب سے نہیں سمجھے جاسکتے ہیں مگر ان سے (علیہم السلام).

۲۔نفس اور معاشرے کی اصلاح میں اپنا کردار نبھانے سے قرآن کا پیچھے ہٹنا کیونکہ وہ اور عترت ایک ہی درخت کی دو شاخیں ہیں جو ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوسکتے،امت کی زندگی میں قرآن اکیلا اپنا کرادار نہیں نبھا سکتا مگر یہ کہ عترت کا ساتھ ہو۔

۳۔ قرآن کھلاڑیوں،خواہشات نفسانی اور شخصی۔مفادات کے پجاریوں کے ہاتھوں اسیر ہو گیا بلکہ دشمنوں کے ہاتھوں،پس ان میں سے ہر ایک نے اپنے اعتقاد پر دلیل قرآن میں پایا حتی خوارج نے تحکیم کے بعد ان کے اور ابن عباس کے درمیان جو ہوا اس میں انہوں نے قرآن سے استدلال کیا ،پس علي (علیہ السلام) نے اسے قرآن سے استدلال کرنے سے منع کیا کیونکہ وہ**(حمّال ذو وجوہ)** ہے اور ان کے حقیقی معانی ایسی۔تفسیروں پر قربان ہو گئیں جن کی پیروی کرنے سے قرآن نے منع کیا ہے۔

[**فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاء الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاء تَأْوِيلِهِ**]، لیکن اس کا جواب واضح ہے اور قرآن پہلے اس کا جواب دے چکا ہے :[**وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلاَّ اللّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ**] **(آل عمران:7)**،"سو جن لوگوں کے دل ٹیڑھے ہیں وہ گمراہی پھیلانے کی غرض سے اور مطلب معلوم کرنے کی غرض سے متشابہات کے پیچھے لگتے ہیں، اور حالانکہ ان کا مطلب سوائے

۔ بحار الأنوار: ۲/۲٤٥.[1]

اللہ کے اور مضبوط علم والوں کے اور کوئی نہیں جانتا "۔ اور راسخوں فی العلم کے سب سے روشن مصادیق اہل بیت (علیہم السلام) ہیں.

۴۔ امت انتشار کا شکار ہو گئی چونکہ اس کی عصمت و تقدس اور اس کے اتحاد کے محور رسول اللہ کے مطابق قرآن اور اہل بیت ہیں۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے: [**وَاعْتَصِمُواْ بِحَبْلِ اللّهِ جَمِيعاً وَلاَ تَفَرَّقُواْ**](**آل عمران:103**)" اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑو اور آپس میں تفرقہ نہ ڈالو۔"رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ) نے فرمایا: وہ کتاب اور عترت ہیں اور حضرت الزہراء (علیہا السلام) نے بھی مسجد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ) میں اپنے خطبے میں اس عصمت کا ذکر کیا ہے: (**وجعل إمامتنا نظاما للملة**)[1]"ہماری امامت کو اس نے امت کےلیے نظام قرار دیا ہے۔" یعنی اسی کے ساتھ امت کے امور تنظیم ہوتے ہیں اور مستقر ہوتے ہیں، پس ان کا اہل بیت سے دور ہونے کا نتیجہ استعمار اور طاغوت کا ان پر مسلط ہونا ہے جنہوں اسی قرآن کو حرث و نسل کی ہلاکت کےلیے استعمال کیا اور یہ لوگ (بادشاہوں کے واعظ) اور ان کے ہمراہ دوسرے لوگ تھے جنہوں نے ان برے کاموں کو انجام دینے کےلیے جواز پیش کیا، اللہ تعالی کا فرمان ہے: [**أَطِيعُواْ اللّهَ وَأَطِيعُواْ الرَّسُولَ وَأُوْلِي الأَمْرِ مِنكُمْ**] (**النساء:59**)،" اللہ کی فرمانبرداری کرو اور رسول کی فرمانبرداری کرو اور ان

---

[1] ۔ کشف الغمة: ۲/ ۱۱۰.

لوگوں کی جو تم میں سے حاکم ہوں۔"۔پس انہوں نے ان فاسقوں اور کافروں کو مسلمانوں کے امور کا سرپرست بنادیا۔

قرآن کریم کو حفظ کرنے کی وصیت

ان سب کا یہ دعوی ان کو فریب نہ دے کہ ہم سے زیادہ قرآن کے لیے اہتمام کرتے ہیں۔[1] قرآن کو حفظ کریں چونکہ یہ حفظ کرنے اور اس پر عمل کرنے کا اہل ہے اور ایسے ہوجاو جیسا کہ امیرالمومنین(علیہ السلام) نے اپنی شہادت سے پہلے وصیت کی تھی: **(اللہ اللہ بالقرآن لا یسبقکم إلی العمل بہ غیرکم)**[2] خدا کے لیے قرآن پر توجہ دیں ،قرآن پر عمل میں تمہارا غیر تم سے آگے نہ نکل جائے"۔

اور نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ) نے اپنی وصیت میں امیرالمومنین علیہ السلام کو چالیس حدیثوں پر عمل کرنے کو کہا ہے، انہوں نے فرمایا:

(وأن تکثر من قراءة القرآن وتعمل بما فیہ)[3] قرآن زیادہ پڑھو اور جو کچھ اس میں ہے اس پر عمل کرو۔"

---

۲ ۔ میں نے اس نکتے پر تاکید کی ہے چونکہ بہت سارے سادہ لوگ اس دعوے کی وجہ سے دھوکہ کھاتے ہیں اور ان لوگوں کی تصدیق کرتے ہیں کہ جو کہتے ہیں وہ کسی چیز پر ایمان نہیں رکھتے جس پر قرآن سے دلیل نہ ہو اور سنت کے ذریعے استدلال کو نہیں مانتے۔

بحار الأنوار: ۲۵٦/٤۲۲.

[3].بحار الأنوار: ٤۲/ ۲۵٦

قرآن کریم اللہ تعالی کی معرفت حاصل کرنے کا ایک راستہ ہے

جو بھی خدا کو چاہتا ہے اور اس تک پہنچنا چاہتا ہے تو پھر اسے قرآن کا پابند ہونا پڑے گا کیونکہ دین کا آغاز اس کی معرفت ہے: **(لقد تجلى الله لخلقه في كلامه، ولكن لا يبصرون)**[1] "اللہ تعالی نے اپنے کلام میں اپنی مخلوق کےلیے تجلی کیا ہے لیکن وہ اسے نہیں دیکھتے۔" جیسا کہ امام صادق (علیہ السلام) نے فرمایا۔

پس جو بھی اپنے نفس کی اصلاح چاہتا ہے،اس کی تہذیب چاہتا ہے اور اس کو امراض سے دور کرنا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ قرآن کا پابند ہو،اور جو اپنے معاشرے کی اصلاح چاہتا ہے،اس کے امن ، خوشی اور سکوں کو برقرار رکھنا چاہتا ہے پس اس کو چاہیے کہ وہ قرآن کا پابند ہو چونکہ یہ ہر ہدایت اور نیکی کا رہنما ہے۔

حیرت کی بات ہے جب کوئی چیز خراب ہوتی ہے تو آپ اسے اس کے بنانے والے کے پاس لے کر جاتے ہیں تا کہ وہ اس کی اصلاح کرے چونکہ کسی چیز کا بنانے والا اس چیز کی زیادہ خبر رکھتا ہے، لیکن جب تم مریض ہوجاتے ہو- اللہ نہ کرے-تو آپ کسی سپیشلسٹ ڈاکٹر کے پاس جاتے ہو تا کہ وہ مرض کا علاج کرسکے، اور پھر جب آپ انسانی نفس کی اصلاح کرنا چاہتے ہو جو کہ پیچیدہ اور مخفی اسرار کا مالک ہے، کوئی اور تو چھوڑیں اس کامالک بھی ان سے آگاہی نہیں رکھتا، یا ،

---

[1] ۔ عوالي اللآلي: ١١٦/٤.

ایسا نظام قائم کرنا جو انسانیت کو اس کی خوشی اور اصلاح کی ضمانت دیتا ہو، تو انہی ناقص، عاجز اور قاصر لوگوں میں اس کا علاج تلاش کرتے ہو اور اس انسان کے بنانے والے، اس کو خلق کرنے،اس کی تصویر بنانے والے اور اس انسان کے نفس کی معرفت رکھنے والے کے پاس نہیں جاتے ہو۔اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ) کے عظیم تجربے نے اسے - یعنی نفس اور معاشرے کی اصلاح میں قرآن کے کرادار- ثابت کردیا ۔بے شک اسلام سے پہلے اور اسلام کے بعد کے معاشرے کے مابین ایک سادہ موازنے سے یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے؛ امت کے اندر ایک عظیم انقلاب کا برپا ہونا یعنی ایک جاہل،منحرف اور منتشر قوم کا جو اپنی برائیوں پر فخر کرتی تھی،ایک مہذب قوم میں بدل جانا جو کہ اچھے اخلاق کی مالک ہو، جس کے پاس زندگی کا نظام ہو ایسا نظام جسے اللہ تعالی سے دور اس قوم نے کبھی نہیں دیکھا تھا اور وہ بھی بہت ہی مختصر عرصے میں، یہ سب کچھ اسی کتاب کریم اور اس کتاب کے عظیم حامل کی برکت سے ہوا۔

قرآن کو زندگی میں واپس لانا ہماری ضرورت ہے

لہذا ہمیں مسلمانوں کی زندگی میں قرآن کی تاثیر کو بحال کرنے کی ضرورت ہے اورقرآن کو تنہائی سے نکالنے کی ضرورت ہے چونکہ اس کا وجود مراسم سوگواری، تعویز و حرز تک محدود ہے۔ اور بعض کلمات میں وارد ہوا ہے (**إن آخر هذه الأمة لا ينصلح إلا بما صلح به أولها**)، "اس امت کے آخری لوگوں کی اصلاح اسی کے ذریعے ہوگی جس کے ذریعے اس امت کے پہلے والے لوگوں کی اصلاح

ہوئی تھی"۔پس پہلے والوں کی اصلاح قرآن کے ساتھ ہوئی تھی اگر یہ امت اپنی عافیت چاہتی ہے اور اپنی رشد کی طرف واپس پلٹنا چاہتی ہے تو اسے چاہیے کہ وہ قرآن کی پابند ہو،مقداد(رضي الله عنه) نے رسول الله (صلی الله علیه وآله) سے نقل کیا ہے، انہوں نے فرمایا: **(فإذا التبست عليكم الفتن كقطع الليل المظلم فعليكم بالقرآن فإنه شافع مشفع وماحل مصدق ومن جعله أمامه قاده إلى الجنة ومن جعله خلفه ساقه إلى النار وهو الدليل يدل على خير سبيل)**[1]"پس جب بھی فتنے تمھیں تاریک رات کی مانند گھیر لیں تو قرآن کی طرف رجوع کرو چونکہ وہ ایسا شفیع ہے جس کی شفاعت قبول کی گئی ہے اور برائیوں کی گزارش دینے والا ہے جس کی بات کی تصدیق ہوچکی ہے، جو بھی اسے اپنا رہبر بنائے گا تو یہ جنت کی طرف اس کی رہبری کرے گا اور جو بھی اسے ترک کرے گا یہ اسے جہنم کی طرف لے کر جائیگا اور یہ ایسا رہنما ہے جو بہترین راستوں کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔" أمیر المؤمنین (علیه السلام) نے اپنے بعض خطبوں میں فرمایا ہے:

---

[1] ۔ الكافي: ٢/٢٩٩.

(واعلموا أن هذا القرآن هو الناصح الذي لا يغش والهادي الذي لا يضل، والمحدث الذي لا يكذب، وما جالس هذا القرآن أحد إلا قام عنه بزيادة أو نقصان: زيادة في هدى ونقصان من عمى، واعلموا أنه ليس على أحد بعد القرآن من فاقة ولا لأحد قبل القرآن من غنى فاستشفعوه من أدوائكم واستعينوا به على لأواءكم فإن فيه شفاءً من أكبر الداء وهو الكفر والنفاق والغي والضلال فاسألوا الله عز وجل به وتوجهوا إليه بحبه ولا تسألوا به خلقه إنه ما توجه العباد إلى الله بمثله، واعلموا أنه شافع مشفع وماحل ومصدق وأنه من شفع له القرآن يوم القيامة صدق عليه فإنه ينادي مناد يوم القيامة: (ألا إن كل حارث مبتلى في حرثه وعاقبة عمله غير حرثة القرآن)، فكونوا من حرثته وأتباعه واستدلوه على ربكم واستنصحوه على أنفسكم واتهموا عليه آراءكم واستغشوا فيه أهواءكم)[1]

"یاد رکھو کہ یہ قرآن وہ ناصح ہے جودھوکہ نہیں دیتاہے اور وہ ہادی ہے جو گمراہ نہیں کرتا ہے۔وہ بیان کرنے والا ہے جو غلط بیانی سے کام لینے والا نہیں ہے۔کوئی شخص اس کے پاس نہیں بیٹھتاہے مگر یہ کہ جب اٹھتا ہے توہدایت میں اضافہ کر لیتا ہے یا کم سے کم گمراہی میں کمی کر لیتا ہے۔

یاد رکھو! قرآن کے بعد کوئی کسی کا محتاج نہیں ہو سکتاہے اور قرآن سے پہلے کوئی بے نیاز نہیں ہو سکتا ہے۔اپنی بیماریوں میں اس سے شفا حاصل کرواور اپنی مصیبتوں میں اس سے مدد

---

[1] ـ نهج البلاغة، شرح محمد عبده: ١ / ٣٤٧ . الخطبة (١٧٧) وأولها: (انتفعوا ببيان الله واتعظوا بمواعظ الله).

مانگو کہ اس میں بد ترین بیماری کفرونفاق اور گمراہی و بے راہ روی کا علاج بھی موجود ہے۔اس کے ذریعہ اللہ سے سوال کرو اوراس کی محبت کے وسیلہ سے اس کی طرف رخ کرو اوراس کے ذریعہ مخلوقات سے سوال نہ کرو۔اس لئے کہ مالک کی طرف متوجہ ہونے کا اس کا جیسا کوئی وسیلہ نہیں ہے اور یاد رکھو کہ وہ ایسا شفیع ہے جس کی شفاعت مقبول ہے اور ایسا بولنے والا ہے جس کی بات مصدقہ ہے۔جس کے لئے قرآن روز قیامت سفارش کردے اس کے حق میں شفاعت مقبول ہے اور ایسا بولنے والا ہے جس کی بات مصدقہ ہے۔جس کے لئے قرآن روز قیامت سفارش کردے اس کے حق میں شفاعت قبول ہے اور جس کے عیب کو وہ بیان کردے اس کا عیب تصدیق شدہ ہے۔روز قیامت ایک منادی آوازدے گا کہ ہر کھیتی کرنے والا اپنی کھیتی اور اپنے عمل کے انجام میں مبتلا ہے لیکن جو اپنے دل میں قرآن کا بیج بونے والے تھے وہ کامیاب ہیں لہذا تم لوگ انہیں لوگوں اور قرآن کی پیروی کرنے والوں میں شامل ہو جاؤ۔ اسے مالک کی بارگاہ میں رہنما بناؤ اور اس سے اپنے نفس کے بارے میں نصیحت کرواور اپنے خیالات کو متہم قراردو اور اپنے خواہشات کو فریب خوردہ تصور کرو۔"

نبی اور اہل بیت نبی (صلوات الله علیهم أجمعین) کا قرآن کے لیے اہتمام

"اہل بیت (علیهم السلام) کی قرآن پر توجہ اتنی زیادہ تھی کہ امام سجاد (علیہ السلام) نے فرمایا: اگر مشرق اور مغرب کے درمیان موجود تمام لوگ مر جایں اور قرآن مجید میرے ساتھ ہو تو مجھے تنہائی سے نہیں لگے گا۔"

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ) نے قرآن کی تلاوت کا حکم دیا ہے: **[وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلاً] (المزمل:4)** اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کر

اور اللہ تبارک وتعالی نے انہیں حکم دیا کہ وہ رات کا فرض ادا کر کے اس کو برداشت کرنے کے لئے تیار ہوجائے، پس اللہ تعالی نے فرمایا: **[إِنَّا سَنُلْقِي عَلَيْكَ قَوْلاً ثَقِيلاً، إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْئاً وَأَقْوَمُ قِيلاً] (المزمل:5-6)** "ہم عنقریب آپ پر ایک بھاری بات کا (بوجھ) ڈالنے والے ہیں۔بے شک رات کا اٹھنا نفس کو خوب زیر کرتا ہے اور بات بھی صحیح نکلتی ہے۔"اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ) نے صرف تلاوت کو کافی نہیں سمجھا بلکہ انہوں نے عبداللہ بن مسعود سے کہا کہ وہ ان کے محضر میں قرآن کی تلاوت کرے تو اس نے معذرت کی اور کہا: **(إنه نزل عليك يا رسول الله وتريد أن تسمعه مني. فيقول (صلى الله عليه وآله)**: یا رسول اللہ یہ آپ پر نازل ہوا ہے اور آپ مجھ سے سننا چاہتے ہیں تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ) نے فرمایا: **أحب أن أسمعه منك. فيقرأ عبد الله وعينا**

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ) تفیض من الدمع)." میں چاہتا ہوں میں یہ آپ سے سنوں، پس عبداللہ نے قرآن پڑھا اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ) کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔"

آنحضرت چاہتے تھے کہ قرآن کریم کی تلاوت سے اس کے تمام اعضاء و جوارح لطف اٹھائیں؛ ان کا دل، ان کے کان اور ان کی زبان۔ وہ جانتے تھے کہ ہر عضو کا علم حاصل کرنے کا اپنا ایک طریقہ ہوتا ہے، پس اس نے چاہا- جب کہ وہ اکمل خلق ہیں- کہ اس کے تمام اسباب کامل ہوں۔اس بارے میں ایک حدیث بھی وارد ہوئی ہے جس کا مطلب یہ بنتا ہے کہ جس نے بھی حواس میں سے کوئی حس کھویا تو اس نے ایک علم کھویا، پس اس نے چاہا اپنے تمام جوارح کے ساتھ معارف قرآن سے استفادہ کرے، اسی وجہ سے قرآن کریم اونچی آواز میں پڑھنا مستحب ہے۔ یہ اس سے مختلف ہے جو قرآن مجید کو سننے اور قرآن کو دیکھنے کی فضیلت اور ثواب میں بیان کیا گیا ہے۔ اگر وہ نماز میں پڑھنے کے باوجود جو کچھ پڑھتا ہے اسے حفظ کرلیتا ہے ، اس بارے میں آگے حدیث کا ایک مجموعہ انشااللہ ذکر کیا جائے گا۔

آنحضرت(صلی اللہ علیہ وآلہ) قرآن سے بہت لگاو رکھتے تھے،ایک دفعہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ) نے مسلمانوں کےلیے سورہ رحمن کی تلاوت کی جب کہ وہ غور سے اسے سن رہے تھے،رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ) نے فرمایا: میں نے یہ سورہ جنات کےلیے بھی پڑھی تھی وہ قرآن کے سننے میں آپ سے بہتر تھے، انہوں نے پوچھا وہ کیسے یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ)؟ تو رسول اللہ (صلی اللہ

علیہ وآلہ) نے فرمایا: میں جب بھی پڑھتا تھا: [**فَبِأَيِّ آلاءِ رَبِّكُما تُكَذِّبانِ**] تو وہ کہتے تھے: **لا بشيء من آلائک ربنا نکذب** اور جب اللہ تعالی کا یہ قول پڑھا: [**أَلَيْسَ ذَلِكَ بِقادِرٍ عَلى أَن يحيِيَ الْمَوْتى**] تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ) نے فرمایا: **بلی سبحانک اللھم**، چونکہ وہ براہ راست خطوط اور سطور کے ذریعے خدا تعالی سے سنتے تھے۔

اور آگے بیان ہوگا کہ امام کاظم (علیہ السلام) قرآن ایسے پڑھتے تھے جیسے وہ کسی سے مخاطب ہوں، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ) نے سورہ زمر ایک پاک دل جوان پر پڑھا اور جب اس آیت تک پہنچے: [**وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلى الجَنَّةِ زُمَراً**](الزمر:73) " اور وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈرتے رہے جنت کی طرف گروہ گروہ لے جائے جائیں گے"اس جوان نے ایک لمبی سانس لی جیسے اس کی جان نکل گئی، آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ) نے سورہ دھر کی تلاوت کی اور جب یہ سورہ آنحضرت پر نازل ہورہی تھی تو ان کے پاس ایک سیاہ فام شخص تھا اور جب وہ جنت کی صفت تک پہنچے تو اس نے ایک چیخ ماری اور اس کی جان نکل گئی۔

پس رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ) نے فرمایا: جنت کے شوق نے تمہارے ساتھی کی جان نکال دی، یہ سب وہ لوگ ہیں جن کی اس آیت نے توصیف کی ہے: [**الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَتْلُونَهُ حَقَّ تِلاَوَتِهِ أُوْلَئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ وَمن يَكْفُرْ بِهِ فَأُوْلَئِكَ هُمُ الخَاسِرُونَ**](البقرۃ:121)." وہ لوگ جنہیں

ہم نے کتاب دی ہے وہ اسے پڑھتے ہیں جیسا اس کے پڑھنے کا حق ہے، وہی لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں، جو اس سے انکار کرتے ہیں وہی نقصان اٹھانے والے ہیں۔"

قرآن پر توجہ دینے کی وجوہات

جو کچھ بیان ہوا اس کی روشنی میں قرآن کریم پر توجہ کرنے کی کئی وجوہات سامنے آئیں ہیں، قرآن کی آیات اور احادیث میں موجودنئے نکات کے ساتھ ذیل میں ان نکات کو انشااللہ بیان کیا جائے گا:

۱۔ یہ انسانی ذہنی، معاشرتی، روحانی، حتیٰ کہ جسمانی بیماریوں کا بھی کامیاب اور مکمل علاج ہے، جیسا کہ کچھ احادیث میں ذکر ہو گا۔

۲۔ جو شخص بھی دنیا اور آخرت کی سعادت- جو کہ اصل ہدف ہے- کا طالب ہے وہ اس کی ہدایت اور راستے سے مستغنی نہیں ہوسکتا۔قرآن سے استفادہ جتنا زیادہ ہو گا انسان کی عظمت و بلندی اور اس کے تکامل میں اتنا ہی اضافہ ہو گا۔

۳۔رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ) اور اہل بیت (علیہم السلام) کی پیروی میں قرآن پر توجہ کی ضرورت ہے جس کا ہمیں قرآن نے بھی حکم دیا ہے: **[لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ**

لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيراً](الأحزاب: 21). "البتہ تمہارے لیے رسول اللہ میں اچھا نمونہ ہے جو اللہ اور قیامت کی امید رکھتا ہے اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہے۔"

۴۔ قرآن کریم محبوب کا پیغام ہے اور انسان اپنے محبوب کا پیغام بار بار پڑھنےاوراس پر غور کرنے سے تھکتا نہیں۔اللہ تبارک و تعالی محبوب حقیقی ہے چونکہ اس میں محبت کے سارے اسباب جمع ہیں، محبت یا انسان میں کسی۔ کمال اور اس کے حسن کی وجہ سے ہوتی ہے اور اللہ تعالی میں تمام صفات کمال اور اسماء حسنی جمع ہیں یا اس لیے کہ اس سے فضل و احسان صادر ہوتا ہے اور اللہ تعالی شروع ہی سے منعم ، منان اور متفضل ہے اس کے باوجود کہ ہم اس کی نعمتوں کے مستحق نہیں لیکن وہ ہمیں عطا کرتا ہے حتی اپنے گنہگار بندوں کو بھی وہ عطا کرتا ہے۔[وَإِن تَعُدُّواْ نِعْمَةَ اللّهِ لاَ تُحْصُوهَا](النحل: 18)، "اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننے لگو تو ان کا شمار نہیں کر سکو گے"۔

اور اسی سے مربوط امام صادق (علیہ السلام) کی حدیث ہے: انہوں نے فرمایا: **(القرآن عهد الله إلى خلقه فقد ينبغي للمرء المسلم أن ينظر في عهده وان يقرأ منه كل يوم خمسين آية)**[1]قرآن اللہ تعالی کا اپنے بندوں کے ساتھ عہد ہے،مسلمان شخص کو چاہیے کہ اپنے عہد کی پاس داری کرے اور روزانہ اس سے ۵۰ آیتوں کی تلاوت کرے۔"

---

[1] الكافي: ٦٠٩/٢.

۵۔قاری اور متدبر قرآن کےلیے لا محدود ثواب عظیم اور اجر جزیل ہے۔احادیث شریفہ میں اس کے بارے میں پڑھیں گے۔

۶۔قرآن کریم ایک زندہ کتاب ہے اور بلا تفریق ہر زمان اور ہر مکان کےلیے ہے ، لہذا جن حالات اور مشکلات کا یہ سامنا کرتی ہے اور ان کا علاج کرتی ہے یہ بھی کسی۔زمانے کے ساتھ مختص نہیں ہیں، پس نئی مشکلات اور مسائل کے حل کےلیے قرآن سے استفادہ کیا جائے اور ان میں سے اکثر کو پرانے اور نئے جاہلوں کے درمیان مقایسہ کے عنوان سے بحث کے دوران بیان کیا جائے گا،الحارث الاعور نے جو بیان کیا اس کا بھی یہی معنی ہے، اس نے کہا: " میں مسجد میں داخل ہوا اور میں نے دیکھا کہ کچھ لوگ مسجد میں احادیث کے بارے میں بات کررہے ہیں، میں علی کے پاس گیا اور ان سے کہا کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ کچھ لوگ مسجد میں احادیث کے بارے میں بات کررہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: ایسا ہی کیا ہے؟ میں نے کہا: جی، انہوں نے کہا: لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے، انہوں نے کہا ہے: عنقریب فتنے ہونگے، میں نے کہا : ان سے نکلنے کا راستہ کیا ہوگا؟انہوں نے کہا: اللہ کی کتاب،اللہ تعالی کی کتاب جس میں تم سے پہلے والوں کی خبریں ہیں اور تم سے بعد میں آنے والوں کی خبریں ہیں-یہ آپ کے درمیان جو کچھ ہے اس پر حاکم ہے،اور اس کے فیصلے اور احکام قطعی ہیں مذاق نہیں، جو بھی جابر و ظالم اسے ترک کرے گا اللہ تعالی اسے برباد کردے گا، جو

ہدایت اس کے علاوہ کسی۔ اور سے طلب کرے گا اللہ تعالی اسے گمراہ کردے گا،وہ اللہ تعالی کی مضبوط رسی ہے،وہ ذکر حکیم ہے اور وہ صراط مستقیم ہے۔1

۷۔ اس میں جو علوم ومعارف اور اسرار پوشیدہ ہیں انہیں سیکھ لو، جیسا کہ علی (علیہ السلام) جس کے علم کی تعریف میں عبد اللہ بن عباس جو کہ امت کی سیاہی اور ترجمان قرآن کے نام سے مشہور ہے، کہتے ہیں:میرا اور تمام اصحاب رسول اللہ(صلی اللہ علیہ وآلہ) کے علم کو جمع کردیا جائے تو یہ علی (علیہ السلام) کے علم کے مقابلے میں ایسے ہی ہے جیسے سمندر کے مقابلے میں قطرہ،ان سے جب پوچھا گیا: کیا تمھارے پس کچھ وحی ہے؟ فرمایا: قسم اس کی جس نے دانہ توڑا اور انسان کو پیدا مگر یہ کہ اللہ تعالی اپنے بندے کو اپنی کتاب کی سمجھ عطا کرے۔"

اس کتاب میں صحیح عقاید،اچھے اخلاق،خردمندانہ قوانین،بلاغی نکات اور اچھا بیان ہے جو ہماری ہر ضرورت کو پورا کرتی- کتاب- ہے۔اس میں خلق کے اسرار اور مخلوقات کے عجائب ہیں انسان کے جسم کے اندر، کائنات اور طبیعت میں۔ اور اس میں وہ ہے جس تک کشف کرنے والوں کی عقل نہیں پہنچ سکتی۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ قرآن فزکس ، کیمسٹری ، فلکیات یا طب کی کتاب ہے کہ جس کی غلطیاں اور نقص اس پر عیاں ہوجائیں بلکہ یہ ہدایت اور اصلاح کی کتاب ہےجو اپنے مقصد کے حصول کے لئے تمام ٹولز کا استعمال کرتی ہے ، یہ سارے

1۔ سنن الدارمي:٤٣٥/٢، كتاب فضائل القرآن، ومثله في كتب الخاصة.

علوم اس مقصد کے حصول کے لئے ہیں اور اس سے وہ مقدار لیتے ہیں جس سے ان کی غرض پوری ہوجاتی ہے۔

۸۔قرآن کی شکایت سے بری الذمہ ہوجانا جیسا کہ گزشتہ حدیث(ثلاثة یشکون . . .) میں اس کا ذکر ہوچکا ہے اور عند اللہ قرآن کی شکایت رد نہیں ہوسکتی، جیسا کہ حدیث شریف میں اس کا وصف بیان ہوا ہے: (ماحِلٌ مصدّق)یعنی ایک ایسا مدعی جس کی تصدیق ہوچکی ہے اور اس کو اس کا حق دیا جائیگا اور اس دعوی کی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ) کی شکایت بھی حمایت کرتی ہے جو کہ قرآن میں مذکور ہے:[**وَقَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُوراً**] (**الفرقان**: 30)." اور رسول کہے گا اے میرے رب بے شک میری قوم نے اس قرآن کو نظر انداز کر رکھا تھا۔"

۹۔ قرآن کی شفاعت کا حصول، جس کی حدیث نے بھی توصیف کی ہے کہ وہ: (شافع مشفّع) اور اس کی صفت شفاعت کے بارے میں حدیث کہتی ہے:

(وكـان القـرآن حجيـزاً عنـه - أي حـاجزاً وسـاتراً عـن قـارئ القـرآن - يـوم القيامـة، يقـول: يـا رب إن كل عامل أصاب أجر عمله غير عاملي فبلّغ به أكـرم عطائـك، قـال: فيكسـوه اللـه العزيـز الجبـار حلتـين مـن حلل الجنة ويوضع على رأسه تاج الكرامة ثم يقال له: هـل أرضـيناك فيـه؟ فيقـول القـرآن: يـا رب قـد كنـت أرغب له فيما هو أفضل من هذين قال: فيُعطى الـأمن بيمينـه والخلـد بيسـاره ثـم يـدخل الجنـة فيقـال لـه: اقرأ آية فاصعد درجة ثم يقال له هل بلغنا به وأرضيناك؟ فيقول: نعم) [1]

" اور قیامت کے دن قرآن مانع ہو گا یعنی قاری قرآن اور آتش جہنم کے درمیان حائل ہو گا،اور کہے گا: ائے میرے پرورد گار ہر شخص کو اپنے عمل کا اجر مل چکا ہے مگر اس شخص کے جس نے مجھ پر عمل کیا ہے پس اس کو بہترین اجر عطا فرما،، پس اللہ تعالی اس کو جنت کے دو لباس پہنائے گا اور تاج کرامت اس کے سر پر رکھے گا پھر اس سے کہے گا: کیا جو کچھ تمھارے اوپر عمل کرنے والے کو ہم نے عطا کیا اس سے راضی ہو،قرآن کہے گا: پرورد گارا مجھ پر عمل کرنے والے کےلیے میں اس سے زیادہ چاہتا ہوں، پس خداوند اس کے دائیں ہاتھ میں امن کا پروانہ دے گا اور اس کے بائیں ہاتھ میں جنت میں ہمیشہ رہنے کا پروانہ دے گا، پھر وہ شخص بہشت میں داخل ہو گا اور اس سے کہا جائے گا قرآن پڑھو اور اس سے اوپر والا مرتبہ

---

[1] - الكافي: ٢/٦٠٤.

حاصل کرو، پھر اللہ تعالی قرآن سے کہے گا جو کچھ ہم نے تم پر عمل کرنے والے کو دیا اس سے راضی ہو،قرآن کہے گا ، ہاں۔"

ان کے علاوہ بھی قرآن کے بہت سارے اور فوایدہیں۔اور آپ جانتے ہیں کہ ان میں سے بعض مسلمانوں کے ساتھ مختص نہیں ہیں بلکہ بہت سارے دانشمند،علماء اور لیڈرز قرآن سے استفادہ کرتے ہیں اگرچہ وہ مسلمان نہیں۔

یہاں تک جو کچھ میں نے بیان کیا وہ انسان کو اس کتاب مقدس کی طرف راغب کرنے کےلیے کافی ہے تاکہ اس کا گوشت اور خون اس کے ساتھ مخلوط ہوجائے۔

اور جو بھی سمجھتا ہے کہ میرا اس کے اوپر کوئی اخلاقی یا شرعی حق ہے، تو سال میں دو دفعہ قرآن ختم کرنا میں اس کےلیے لازم قرار دیتا ہوں۔اور یہ مقدار بہت ہی کم ہے اگر ہم ماہ مبارک رمضان کو مد نظر رکھیں ،صرف اس مہینے میں اس مقدار کا نصف یا اس سے زیادہ قرآن پڑھا جاتا ہے۔

جو محرکات میں نے بیان کیے ہیں ان میں سے اہم وہ ہیں جو احادیث میں وارد ہوئے ہیں اور ان احادیث کا ایک مجموعہ سلف صالح کی پیروی میں جنہوں نے بہت ساری کتابیں علم کے مختلف شعبوں میں (چالیس حدیثیں) لکھی ہیں ،میں نے آپ کےلیے انتخاب کیا ہے جن کی

۔ یہ لازم قرار دینا سبب بنا کہ بہت سارے لوگ اس پر عمل کریں۔ اللہ تعالی انہیں جزائے خیر دے۔[1]

تعداد چالیس سے زیادہ ہے۔امید ہے ہم سب اس حدیث شریف کے مصداق قرار پائیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیه وآلہ) نے فرمایا: **(من حفظ عني من أمتي أربعين حديثاً في أمر دينه يريد به وجه الله عز وجل والدار الآخرة بعثه الله يوم القيامة فقيهاً عالماً)۔**[1] "میری امت سے جو بھی میری چالیس حدیثیں اپنے دین کے معاملے میں حفظ کرے گا اور اس کا مقصد اللہ تعالی کی رضایت اور آخرت ہو ،قیامت کے دن اللہ تعالی اسے فقیہ اور عالم اٹھائے گا۔"

قرآن اپنی توصیف خود کرتا ہے

یہاں پر سب سے اہم بات یہ ہے کہ میں آپ کی خدمت میں چند آیات کی تلاوت کروں جن کے توسط سے قرآن نے اپنی توصیف کی ہے تاکہ اس کے متعلق ہم جان سکیں۔ بے شک اس بارے میں وہ سب سے زیادہ جانتاہے اور یہ کہنے والوں میں سے سب سے بہترین کا کلام ہے۔اور ان آیات سے آپ کو اس کتاب کی قدر و منزلت اور اس کے آثار اور برکات کی معرفت حاصل ہوگی:

۱۔[هَذَا بَيَانٌ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةٌ لِلْمُتَّقِينَ] (آل عمران: 138).

"یہ لوگوں کے واسطے بیان ہے اور ڈرنے والوں کے لیے ہدایت اور نصیحت ہے۔"

۲۔[إِنَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ] (النساء: 105).

"بے شک ہم نے تیری طرف سچی کتاب اتاری ہے تاکہ تو لوگوں میں انصاف کرے"۔

---

[1] ۔ الخصال: ۵۴۲/۲ باب (الأربعون).

۳۔ [يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُم بُرْهَانٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُوراً مُّبِيناً، فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُواْ بِاللّهِ وَاعْتَصَمُواْ بِهِ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِي رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ وَيَهْدِيهِمْ إِلَيْهِ صِرَاطاً مُّسْتَقِيماً] (النساء: 174-175). "اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک دلیل آچکی ہے اور ہم نے تمہاری طرف ایک واضح روشنی اتاری ہے۔سو جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور انھوں نے اسے مضبوط پکڑا تو انہیں وہ اپنی رحمت اور اپنے فضل میں داخل کرے گا اور اپنے تک ان کو سیدھا راستہ دکھائے گا۔"

۴۔ [قَدْ جَاءَكُم مِّنَ اللّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُّبِينٌ يَهْدِي بِهِ اللّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلاَمِ وَيُخْرِجُهُم مِّنِ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ] (المائدة: 15-16).

"بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے روشنی اور واضح کتاب آئی ہے۔اللہ سلامتی کی راہیں دکھاتا ہے اسے جو اس کی رضا کا تابع ہو، اور ایسے لوگوں کو اپنے حکم سے اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالتا ہے، اور انہیں سیدھی راہ پر چلاتا ہے۔"

۵۔ [وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُواْ التَّوْرَاةَ وَالإِنجِيلَ وَمَا أُنزِلَ إِلَيهِم مِّن رَّبِّهِمْ لأَكَلُواْ مِن فَوْقِهِمْ وَمِن تَحْتِ أَرْجُلِهِم] (المائدة: 66).

"اور اگر وہ تورات اور انجیل کو قائم رکھتے اور اس کو جو ان پر ان کے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے تو اپنے اوپر سے اور اپنے پاؤں کے نیچے سے کھاتے،"

۶۔ [قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَسْتُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ حَتَّىٰ تُقِيمُوا التَّوْرَاةَ وَالْإِنجِيلَ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ] (المائدة: 68).

"کہہ دو اے اہل کتاب! تم کسی راہ پر نہیں ہو جب تک کہ تم قائم نہ کرو تورات کو اور انجیل کو اور اسے جو تمہارے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے،"

۷۔ [مَّا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِن شَيْءٍ] (الأنعام: 38).

"ہم نے ان کی تقدیر کے لکھنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی،"

۸۔ [وَهَٰذَا كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ] (الأنعام: 92).

"اور یہ کتاب جسے ہم نے اتارا ہے برکت والی ہے۔"

۹۔ [وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ] (الأعراف: 204).

"اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور چپ رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔"

۱۰۔[يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُم مَّوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ] (يونس: 57).

"اے لوگو! تمہارے رب سے نصیحت اور دلوں کے روگ کی شفا تمہارے پاس آئی ہے، اور ایمان داروں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔"

۱۱۔[إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يِهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ] (الإسراء: 9).

"بے شک یہ قرآن وہ راہ بتاتا ہے جو سب سے سیدھی ہے اور ایمان والوں کو جو نیک کام کرتے ہیں اس بات کی خوشخبری دیتا ہے کہ ان کے لیے بڑا ثواب ہے۔"

۱۲۔[اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ ذَلِكَ هُدَى اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَنْ يَشَاءُ وَمَن يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ] (الزمر: 23).

"اللہ ہی نے بہترین کلام نازل کیا ہے یعنی کتاب باہم ملتی جلتی ہے (اس کی آیات) دہرائی جاتی ہیں جس سے خدا ترس لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، پھر ان کی کھالیں نرم ہوجاتی ہیں اور دل یادِ الہی کی طرف راغب ہوتے ہیں، یہی اللہ کی ہدایت ہے اس کے ذریعے سے جسے چاہے راہ پر لے آتا ہے، اور جسے اللہ گمراہ کر دے اسے راہ پر لانے والا کوئی نہیں۔"

۱۳۔ [وَإِنَّهُ لَكِتَابٌ عَزِيزٌ، لا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِن بَيْنِ يَدَيْهِ وَلا مِنْ خَلْفِهِ تَنزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ] (فصلت: 41 – 42).

"اور تحقیق وہ البتہ عزت والی کتاب ہے۔جس میں نہ آگے اور نہ پیچھے سے غلطی کا دخل ہے، حکمت والے تعریف کیے ہوئے کی طرف سے نازل کی گئی ہے۔"

۱۴۔ [اَللّٰهُ الَّذِىٓ اَنْزَلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ وَالْمِيزَانَ] (الشوری: 17).

"اللہ ہی ہے جس نے سچی کتاب اور ترازو نازل کی"

۱۵۔ [وَإِنَّهُ فِي أُمِّ الْكِتَابِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيمٌ] (الزخرف: 4).

"اور یہ کتاب لوح محفوظ میں ہمارے نزدیک بلند مرتبہ حکمت والی ہے۔"

۱۶۔ [وَمَن يَعْشُ عَن ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ] (الزخرف:36).

"اور جو اللہ کی یاد سے غافل ہوتا ہے تو ہم اس پر ایک شیطان متعین کرتے ہیں پھر وہ اس کا ساتھی رہتا ہے۔"

۱۷۔ [فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِي أُوحِيَ إِلَيْكَ إِنَّكَ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ، وَإِنَّهُ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ وَسَوْفَ تُسْأَلُونَ] (الزخرف:43-44).

"پھر آپ مضبوطی سے پکڑیں اسے جو آپ کی طرف وحی کیا گیا ہے، بے شک آپ سیدھے راستہ پر ہیں۔اور بے شک وہ (قرآن) آپ کے لیے اور آپ کی قوم کے لیے ایک نصیحت ہے، اور تم سب سے اس کی بازپرس ہوگی۔"

۱۸۔[هَذَا بَصَائِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ] (الجاثية: 20).

"یہ قرآن لوگوں کے لیے بصیرت اور ہدایت ہے اور یقین کرنے والوں کے لیے رحمت ہے۔"

۱۹۔[أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَى قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا] (محمد: 24).

"پھر کیوں قرآن پر غور نہیں کرتے کیا ان کے دلوں پر قفل پڑے ہوئے ہیں۔"

۲۰۔[ق وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ] (ق: 1).

"قٓ، اس قرآن کی قسم جو بڑا شان والا ہے۔"

۲۱۔[وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ] (القمر: 40).

"اور البتہ ہم نے سمجھنے کے لیے قرآن کو آسان کر دیا ہے پھر ہے کوئی سمجھنے والا۔"

۲۲۔[إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ، فِي كِتَابٍ مَكْنُونٍ، لا يَمَسُّهُ إِلا الْمُطَهَّرُونَ] (الواقعة:77-79).

"کہ بے شک یہ قرآن بڑی شان والا ہے۔جسے بغیر پاکوں کے اور کوئی نہیں چھوتا۔"

۲۳۔ [أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَن تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ] (الحدید: 16).

"کیا ایمان والوں کے لیے اس بات کا وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی نصیحت اور جو دین حق نازل ہوا ہے اس کے سامنے جھک جائیں، اور ان لوگوں کی طرح نہ ہوجائیں جنہیں ان سے پہلے کتاب (آسمانی) ملی تھی پھر ان پر مدت لمبی ہو گئی تو ان کے دل سخت ہو گئے، اور ان میں سے بہت سے نافرمان ہیں۔"

۲۴۔ [لَوْ أَنزَلْنَا هَذَا الْقُرْآنَ عَلَى جَبَلٍ لَّرَأَيْتَهُ خَاشِعاً مُّتَصَدِّعاً مِّنْ خَشْيَةِ اللَّهِ وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ] (الحشر: 21).

"اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو آپ اسے دیکھتے کہ اللہ کے خوف سے جھک کر پھٹ جاتا، اور ہم یہ مثالیں لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ غور کریں۔"

۲۵۔ [وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلاً، إِنَّا سَنُلْقِي عَلَيْكَ قَوْلاً ثَقِيلاً] (المزمل: 4 – 5).

"یا اس پر زیادہ کردو اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو۔ہم عنقریب آپ پر ایک بھاری بات کا (بوجھ) ڈالنے والے ہیں۔"

۲۶۔[بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيدٌ، فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ] (البروج: 21 – 22).

"بلکہ وہ قرآن ہے بڑی شان والا۔لوح محفوظ میں (لکھا ہوا ہے)۔"

۲۷۔[إِنَّهُ لَقَوْلٌ فَصْلٌ، وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ] (الطارق: 13 – 14).

"بے شک قرآن قطعی بات ہے۔اوروہ ہنسی کی بات نہیں ہے۔"

۲۸۔[الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنزَلَ عَلَى عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَمْ يَجْعَل لَّهُ عِوَجَا، قَيِّماً لِّيُنذِرَ بَأْساً شَدِيداً مِن لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِينَ] (الكهف: 1 – 2).

"سب تعریف اللہ کے لیے جس نے اپنے بندہ پر کتاب اتاری اور اس میں ذرا بھی کجی نہیں رکھی۔ٹھیک اتاری تاکہ اس سخت عذاب سے ڈرائے جو اس کے ہاں ہے اور ایمان داروں کو خوشخبری دے۔"

۲۹۔[وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَاناً لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَى لِلْمُسْلِمِينَ] (النحل: 89).

"اور جس دن ہر ایک گروہ میں سے ان پر انہیں میں سے ایک گواہ کھڑا کریں گے، اور تجھے ان پر گواہ بنائیں گے، اور ہم نے تجھ پر ایک ایسی۔ کتاب نازل کی ہے جس میں ہر چیز کا کافی بیان ہے اور وہ مسلمانوں کے لیے ہدات اور رحمت اور خوشخبری ہے۔"

۳۰۔[وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَى] (طه: 124).

"اور جو میرے ذکر سے منہ پھیرے گا تو اس کی زندگی بھی تنگ ہوگی اور اسے قیامت کے دن اندھا کر کے اٹھائیں گے۔"

یہ قرآن کی کچھ خصوصیات اور اچھے اثرات ہیں۔یہ مبارک عزیز کریم اور مجید کتاب ہے۔یہ بیان، ہدایت، موعظہ، رحمت، شفاء، ذکر اور نور ہے جو کہ حق کے ساتھ اترا ہے تاکہ لوگوں کے درمیان حکم کرے اور لوگوں کو اللہ تعالی کی رحمت اور فضل میں داخل کرے اور صراط مستقیم کی طرف ان کی رہنمائی کرے، وہ بلند مرتبہ ہے حکیم ہے لوگوں کے لیے بصیرت ہے یہ سنگین کلام ہے اور یہ کلام قطعی ہے، مزاح نہیں ہے، لہذا وہ- یعنی اس کے حقائق جن کے لیے یہ الفاظ ظرف قرار دیئے گئے ہیں اور یہ مثالیں ہیں عمیق حقائق اور معانی کو اذہان کے قریب کرنے کے لیے-لوح محفوظ میں ہے، پاک لوگوں کے سوا کوئی اور اسے مس نہیں کرتا اور کوئی بھی مکمل طور پر اس کے واقعی حقائق کو درک نہیں کرسکتا مگر گناہوں سے پاک لوگ، اور ان کے دل کا آئینہ ہر قسم کی گندگی سے پاک ہے اور لوح محفوظ کے صفحے کو پوری طرح سے دکھاتا ہے، لیکن ان کے علاوہ دوسرے لوگ وہ اس کو اٹھانے کے اہل نہیں مگر جو تھوڑا بہت انہیں دیا جاتا ہے **[أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَالَتْ أَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا] (الرعد: ١٧)**. "اس نے آسمان سے پانی اتارا پھر اس سے اپنی مقدار میں نالے بہنے لگ"

لوگوں کو اس میں غور وفکر کرنے کا حکم ہوا ہے،اس کو ترتیل کے ساتھ پڑھنے کا حکم ہوا ہے، لوگوں کو اسے غور سے سننے اور اس سے تمسک کرنے کا حکم ہوا ہے اور اگر یہ اللہ کے علاوہ کسی۔ اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت زیادہ اختلاف ہوتا،اگر وہ اس کو قائم کرتے اور اس سے تمسک کرتے تو اپنے سروں کے اوپر سے اور اپنے پاوں کے نیچے سے کھالیتے، ان کے دل خاشع ہوتے اور فیوضات الہی کے اہل ہوتے اور اگر اس سے منہ موڑ لیتے تو تنگدستی کا شکار ہوتے، شیاطین ان کو گمراہ کرتے یہاں تک کہ وہ ان کے ساتھی بن جاتے، ان کے دل سخت ہوجاتے پتھر کی طرح یا اس سے بھی زیادہ اور بعض پتھر تو ایسے بھی ہیں جن سے نہریں پھوٹ کر نکلتی ہیں اور بعض ایسے بھی ہیں جو اللہ کے ڈر سے گر پڑتے ہیں اور قرآن کریم اور ذکر خدا سے دور یہ دل سخت اور خشک زمین کی طرح ہیں جن مین معرفت کی نہروں کا ایک قطرہ بھی جاری نہیں ہوتا۔[وَتِلْكَ الأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ] (الحشر: 21). اور ہم یہ مثالیں لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ غور کریں۔

قرآن کے بعض اوصاف کی تشریح

لیکن یہ مختصر اور اجمالی شرح قرآن کریم کی صفات کےلیے کافی نہیں ہے،لہذا میں ضروری سمجھتا ہوں ان صفات میں سے بعض کی میں تفصیل سے تشریح کروں اور بعض کو طولانی تفاسیر کےلیے چھوڑ دوں،وہ صفات جو کہ مذکورہ آیات میں بیان ہوئی ہیں۔اور یہ اوصاف میں

صرف قرآن کے تعارف کےلیے بیان نہیں کرتا بلکہ اہل بیت (علیہم السلام) کے تعارف کےلیے بھی ذکر کررہا ہوں چونکہ یہ قرآن کا عدل ہیں اور درخت کی وہ دو شاخیں ہیں جو ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتیں اور جب قرآن حق بات کرتا ہے تو یہ حق کے ساتھ ہوتے ہیں اور حق ان کے ساتھ ہوتا ہے اور باطل ان کے پاس نہیں آتا چونکہ وہ معصوم ہیں اور اگر کتاب قیم اور مہیمن ہے تو ان کےلیے بھی لوگوں پر ولایت اور حکومت حاصل ہے، یہ ان کے امام اور رہبر ہیں،ان سے زیادہ ان کا ان کے اوپر حق ہے وغیرہ:

مبارک

یعنی زیادہ برکت والا۔قرآن مجید کئی جہات سے با برکت ہے۔اپنے محل صدور کے اعتبار سے وہ مبارک ہے چونکہ خداوند تبارک وتعالی کی طرف سے نازل ہوا ہے جو کہ متفضل، منان اور مفیض نعمات ہے جن نعمات کا شمار کرنا ممکن نہیں۔ اور اسی طرح وہ محل نزول کے اعتبار سے بھی مبارک ہے جو کہ قلب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ) ہے جسے خدا نے تمام جہانوں کےلیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔اسی طرح سے قرآن کریم اپنے آثار میں بھی برکت والا ہے، اس میں ہدایت، نیکی اور دنیا وآخرت کی بھلائی ہے۔اس میں انسانی زندگی کا قوام اور نظام ہے اور اس میں انسانی زندگی کا تحفظ ہے،اس میں سلامتی اور طمانیت ہے۔اسی طرح سے اپنے حجم میں بھی یہ با برکت ہے، یہ ایک ہی کتاب ہے مگر تمام ارباب علم و معرفت اس سے سیراب ہوتے ہیں

اور یہ کم نہیں ہوتا ؛ اصولی ،فقیہ، نحوی ،ادیب ،مفکر، سیاستدان ،ماہر اقتصاد، سوشل سکالر، ڈاکٹر ،قانوندان اور حکمران سب اسی سے لیتے ہیں ،اس کی آیتوں سے استدلال کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ ہمیشہ دیتا ہی رہتا ہے اور یہ دلیل ہے اس بات پر کہ یہ اللہ تعالی کی طرف سے نازل ہوا ہے، بے شک ممکن نہیں کہ یہ سارے مطالب اور علوم متعدد کتابوں میں بھی جمع ہوں، جن لوگوں نے اس سے ہدایت حاصل کی ان سب کے لیے یہ مبارک ہے، اس کی برکت سے ان کے دل و دماغ منور ہو گئے۔

عزیز

یعنی اس تک پہنچنا مشکل ہے چونکہ وہ کتاب مکنون میں ہے اور اس کے حقائق بہت بلند ہیں اور لوح محفوظ میں محفوظ ہیں اور یہ کلمات امثال ہیں ان معانی کو انسان کے اذہان کے قریب کرنے کے لیے جو کہ مادیات سے مانوس ہیں اور ان حقائق کا حصول ان کے لیے دشوار ہے، ہاں ، البتہ ان حقائق تک وہ پہنچ سکتے ہیں جنہیں اللہ تعالی نے پاک کیا ہے اور ان سے ہر قسم کی نجاست اور پلیدگی دور کی ہے اور وہ ہیں آل محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ)۔آپ نے امیر امومنین (علیہ السلام) سے سنا ، وہ فرماتے ہیں:

إننا لا نملك علما أكثر من فهم لهذا الكتاب، وهو عزيز بمعنى يندر وجود مثله وهو كذلك لأنه كلام من ليس كمثله شيء، وهو عزيز أي ممتنع عن أن ينال بسوء، فيكون بمعنى الآية الشريفة: [إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ] (الحجر: ٩)، وهو عزيز بمعنى أنه قاهر وغالب ومتسلط لأنه كلمة الله وكلمة الله هي العليا فهو يعلو ولا يعلى عليه وموقعه دائما التسلط والحاكمية على العباد والتصرف في شؤونهم، وهو عزيز بمعنى مطلوب كما قيل كل موجود مملول وكل مفقود مطلوب، وهذا الكتاب مطلوب لكل من أراد الوصول إلى الله تبارك وتعالى.

ہمیں اس کتاب کی فہم سے زیادہ کوئی اور علم نہیں ہے ،اور وہ عزیز ہے یعنی اس جیسا کم ہے اور وہ ایسا ہی ہے کیونکہ وہ اس کا کلام ہے جس کی مانند کوئی چیز نہیں، وہ عزیز ہے یعنی برائی اس تک نہیں پہنچ سکتی ،چونکہ وہ اس آیت کا مصداق ہے: [إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ] (الحجر: ٩)" بے شک ہم نے ہی ذکر کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں" وہ عزیز ہے یعنی وہ قاہر، غالب اور متسلط ہے چونکہ یہ اللہ کا کلام ہے اور بات تو اللہ ہی کی بلند ہے،وہ سب پر غالب ہے اس پر کوئی چیز غالب نہیں، اس کا مقام ہمیشہ تسلط اور حاکمیت ہے، یہ ان کے امور میں تصرف کرتا ہے، وہ عزیز ہے یعنی مطلوب ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے جو بھی موجود ہے سبب خستگی اور ناراحتی ہے اور جو کچھ کھو گیا ہے وہ مطلوب ہے اور یہ کتاب ہر اس شخص کے لیے مطلوب ہے جو اللہ تبارک و تعالی تک پہنچنا چاہتا ہے۔

مجید

راغب نے مفردات میں کہا ہے: المجد یعنی عظمت اور سخاوت میں وسعت، جب اونٹ کسی وسیع و عریض چراگاہ میں ہوتا ہے تو بولا جاتا ہے: (مَجدَتْ الإبل)، پس قرآن کو بھی مجید کہا جاتا ہے چونکہ اس میں کثرت سے تمام دینی اور دنیوی مکارم پائے جاتے ہیں اسی وجہ سے اس کی ایک صفت کریم ہے: [**إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ**] (**الواقعة: 77**). اس کے فیض کی وسعت اور اس کے وجود کی کثرت کی وجہ سے ہم نے صفت مبارک کی شرح میں ان وسیع آثار کی طرف اشارہ کیا ہے۔

قیّم

قیم، قیمومہ سے ہے۔یہ کتاب قیم ہے تاکہ ان کی سرپرستی ، قیادت و رہبری کرے اور ان کے مصالح کی طرف ان کی رہنمائی کرے اور ان کےلیے دنیا اور آخرت کی کامیابی کے سارے اسباب فراہم کرے جیسا کہ گھر کا سرپرست اپنی فیملی کےلیے یا معاشرے کےلیے کرتا ہے،اور قرآن کی سرپرستی تمام دوسری سرپرستیوں پر بھاری ہے عقاید میں بھی اور دوسرے احکام میں بھی،ان سب میں یہ ان پر مقدم ہے،ان کا قائد ہے اور وہ اس کے تابع اور ماتحت ہیں اور ان سب پر اس کو کنٹرول حاصل ہے،پس اس زندگی میں ولایت اور سرپرستی صرف قرآن کو حاصل ہے اگر یہ انسانیت اپنی سعادت اور کامیابی چاہتی ہے اور یہ کامیابی قرآن سے دوری اختیار کرکے اور عقل کو خواہشات نفسانی اور مفادات کی اسیر بنا کر حاصل نہیں کی جاسکتی۔اور آیت: [**وَلَمْ**

يَجعَل لَّـهُ عِوَجَا] (الكهف:1) نے اس قیمومیت کی یوں توصیف کی ہے کہ اس میں کسی۔ قسم کا نحراف، نقص، کمی اور خلل نہیں ہے، پس انسان پر قیمومیت کی شرائط میں سے ایک یہ ہے کہ دوسروں کو مکمل کرنے سے پہلے خود کو مکمل کرے چونکہ جیسا کہ جاتا ہے فاقد شئی معطی شئی نہیں ہوسکتا۔ انسان پر ولایت صرف اس کو حاصل ہے جو ہر قسم کے نقص سے پاک ہو اور یہ صرف قرآن اور اہل بیت ہیں، معاشرے کی سر پرستی ان کے علاوہ کسی۔ اور کو حاصل نہیں اور اس حوالے سے بہت ساری احادیث ہیں جو کہ قرآن اور اہل بیت کی امامت اور رہبری کو ہر چیز پر مقدم قرار دیتی ہیں۔

[وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِن لَهُ مَعِيشَةً ضَنكًا] (طه: 124). جو بھی میرے ذکر سے منہ موڑے گا اس کی زندگی تنگ ہوگی۔ پس جو بھی اللہ تعالی کی یاد کو فراموش کرے گا، قرآن سے خالی زندگی گزارے گا تو اس کی زندگی تنگ ہوگی، اس کی زندگی درد و الم اور تکلیف میں ہوگی چونکہ وہ اللہ تعالی کی رحمت سے دور ہوچکا ہے اور شہوات نفسانی کا شکار ہو گیا ہے اور اس کی یہ خواہشات بستر مرگ میں بھی اس کا پیچھا نہیں چھوڑتیں، پس دنیا میں بھی نقصان اٹھاتا ہے اور آخرت میں بھی اس کے ہاتھ کچھ نہیں آتا، وہ موت سے ڈرتا ہے اور سراب کے پیچھے بھاگتے بھاگتے تھک جاتا ہے، جو حاصل کرتا ہے اس میں اپنی کامیابی اور خوشی تلاش کرتا ہے یہاں تک کہ اس کے لیے کشف ہوجاتا ہے کہ یہ اس کا وہم تھا پھر ایک اور چیز کی تلاش میں نکل

جاتا ہے،مثال کے طور پر وہ گمان کرتا ہے کہ اس کی سعادت مال و دولت میں ہے پس وہ میلینز کے حساب سے پیسہ اکھٹا کرتا ہے لیکن اس کو یہ سعادت حاصل نہیں ہوتی، پھر گمان کرتا ہے اس کی خوشی اور کامیابی بڑے بڑے خوبصورت فلیٹس بنانے میں ہے پس وہ اتنے خوبصورت فلیٹس تعمیر کرواتا ہے کہ کسی۔آنکھ نے دیکھے نہ ہوں لیکن اس سے بھی اس کوسعادت حاصل نہیں ہوتی، پھر گمان کرتا ہے کہ اس کی خوشی اور سعادت عورتوں میں ہے پھر جتنا ممکن ہے ان سے لذت اٹھاتا ہے پھر بھی اس کو سعادت حاصل نہیں ہوتی اور وہ ایک بند گلی میں پہنچ جاتا ہے اور اس پر اللہ تعالی کا یہ قول صادق آتا ہے: [فَلَمَّا رَأَى الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هَذَا رَبِّي] یہاں پر قمر کنایہ ہے مال سے، وہ گمان کرتا ہے کہ یہ اس کا رب ہے اور اس کی سعادت کی ضمانت ہے[فَلَمَّا أَفَلَ] اور جب وہ غروب کرتا ہے تو اس کی امیدیں ٹوٹ جاتی ہیں [قَالَ لا أُحِبُّ الآفِلِينَ]، اور وہ کہتا ہے ، میں غروب کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ،[فَلَمَّا رَأَى الشَّمْسَ بَازِغَةً] اور جب سورج طلوع کرتا ہے ، یہ کنایہ ہے دوسرے دنیوی امور سے،[قَالَ هَذَا رَبِّي هَذَآ أَكْبَرُ]، تو کہتا ہے یہ بڑا ہے یہ میرا رب ہے، مجھے اس سے سعادت مل جائے گی اور اطمنان قلب مل جائے گا چونکہ یہ بڑا ہے[هَذَآ أَكْبَرُ].

اور جب یہ غروب کرتا ہے تو اس کا نیا رب بھی اس کو خوشی دینے میں ناکام ہوجاتا ہے، پھر کہتا ہے[قَالَ لا أُحِبُّ الآفِلِينَ] میں غروب کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا اور یہ نامکمل خدا خود کے

ساتھ ساتھ دوسروں کے بھی مالک نہیں ہیں، نہ ہی نقصان دہ اور نہ ہی فائدہ مند ہیں، پس اس کے بعد اگر وہ حقیقت کی تلاش میں مخلص ہے تو اس کے لیے ہدایت لکھی جاتی ہے اور مومنین کی بات کہتا ہے: **[قَالَ يَا قَوْمِ إِنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ، إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ]** **(الأنعام: 76-79)**، تو کہا اے میری قوم! میں ان سے بیزار ہوں جنہیں تم اللہ کا شریک بناتے ہو۔سب سے یکسو ہو کر میں نے اپنے منہ کو اسی کی طرف متوجہ کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا، اور میں شرک کرنے والوں سے نہیں ہوں۔

اگر ایسا نہیں ہوا تو اس کے لیے شقاوت لکھ دی جاتی ہے اور اس کا جواب ہوتا ہے:

[وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بِقِيعَةٍ يَحْسَبُهُ الظَّمْآنُ مَاءً حَتَّى إِذَا جَاءَهُ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا وَوَجَدَ اللَّهَ عِنْدَهُ فَوَفَّاهُ حِسَابَهُ وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ] **(النور: 39)**. اور جو کافر ہیں ان کے اعمال ایسے ہیں جیسے جنگل میں چمکتی ہوئی ریت ہو جسے پیاسا پانی سمجھتا ہے، یہاں تک کہ جب اس کے پاس آتا ہے تو کچھ بھی نہیں پاتا اور اللہ ہی کو اپنے پاس پاتا ہے پھر اللہ نے اس کا حساب پورا کر دیا، اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔

وہ اسی طرح شقاوت اور سختی میں موت اور حرص وطمع کے درمیان جھولتا رہتا ہے اور کسی۔ بھی وقت موت اسے دبوچ سکتی ہے[**وَلَتَجِدَنَّهُمْ أَحْرَصَ النَّاسِ عَلَى حَيَاةٍ**] (البقرة:96)، " اور آپ انہیں زندگی پر سب لوگوں سے زیادہ حریص پائیں گے۔"

اور آپ دیکھتے ہیں زیادہ تر خود کشیاں ان ممالک میں ہوتی ہیں جہاں پر لوگ اقتصادی طور پر مضبوط اور خوشحال ہیں جنہیں بھوک نہ لگنے کی بیماری ہے اور اس قتل و غارتگری اور خودکشیوں کی وجہ روحانی بیماریوں کا شکار ہونا ہے۔

[**قَدْ جَاءَكُم مِّنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُّبِينٌ، يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ**] (المائدة: 15-16)، بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے روشنی اور واضح کتاب آئی ہے۔اللہ سلامتی کی راہیں دکھاتا ہے اسے جو اس کی رضا کا تابع ہو، اور ایسے لوگوں کو اپنے حکم سے اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالتا ہے، اور انہیں سیدھی راہ پر چلاتا ہے۔

وہ نور ہے جو کہ پہلے مومن کے دل میں روشن ہوتا ہے اور اس کو تمام گناہوں اور کدورتوں سے پاک کرتا ہے،اس کو جلا بخشتا ہے اور اس کو تجلیات حق کےلیے تیار کرتا ہے، یہ امت اور

معاشرے کے لیے نور ہے اور ایک ایسے نظام کی طرف انسان کی رہنمائی کرتا ہے جو کہ اس کی سعادت کا کفیل ہے۔

قرآن کی لطیف تعبیرات میں سے ہے کہ اس نے لفظ نور کو مفرد استعمال کیا ہے اور ظلمات کو جمع استعمال کیا ہے چونکہ حق کا راستہ ایک ہی ہے متعدد نہیں اگرچہ مصادیق متعدد ہوسکتے ہیں۔اللہ تعالی نے فرمایا: [**اهدِنَا الصِّرَاطَ المُستَقِيمَ**](الفاتحة:6)، جبکہ ظلمات یعنی تاریکیاں متعدد ہیں اور اللہ تعالی سے دور کرنے والے خدا بھی بہت ہیں۔

قرآن کریم اور اس کی برکتوں کے اثرات میں سے ایک یہ ہے کہ وہ ان لوگوں کی رہنمائی کرتا ہے جو امن کی راہوں پر قادر مطلق خدا کی رضا پر چلتے ہیں اور اس سے جو پہلا امن حاصل ہوتا ہے وہ روح کی سلامتی ، دل کا سکون صفاء ذہن ہے۔[**أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ**](الرعد:28)، خبردار! اللہ کی یاد ہی سے دل تسکین پاتے ہیں۔اس کے بعد فیملی کے اندر امن ہے وہ فیملی جس کی بنیاد اسلام اور تعلیمات قرآن ہیں [**وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجاً لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ**](الروم:21)، اور اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ تمہارے لیے تمہیں میں سے بیویاں پیدا کیں تاکہ ان کے پاس چین سے رہو اور تمہارے درمیان محبت اور مہربانی پیدا کر دی، جو لوگ غور کرتے ہیں ان کے لیے اس میں نشانیاں ہیں۔ پھر جب معاشرے کے افراد اسلام کے آداب پر راضی ہوں تو ان کے مابین امن

ہے۔[فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا](آل عمران: 103) پھر تم اس کے فضل سے بھائی ہو گئے۔)،[مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ](الفتح:29)، محمد اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں کفار پر سخت ہیں آپس میں رحم دل ہیں۔

[وَيُؤْثِرُونَ عَلَى أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ](الحشر:9). اور وہ اپنی جانوں پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ ان پر فاقہ ہو۔

قول ثقیل

ثقل قول سے مراد انسان کے نفس پر اس کا ثقیل ہونا ہے کیونکہ وہ نفس کو اس کی خواہشات سمیت کنٹرول کرتا ہے اور اسے آزاد نہیں چھوڑتا ہے بلکہ اسے تہذیب سکھاتا ہے، اس کو قوام بخشتا ہے اور اس کی رہبری کرتا ہے۔وہ عقل پر بھاری ہے چونکہ وہ جن اسرار کو متضمن ہے عقول کا انہیں تحمل کرنا سخت ہے۔وہ روح پر بھاری ہے چونکہ اس میں ذمہ داریاں اور علوم سخت ہیں اور اس طرف (صلی اللہ علیہ وآلہ) نے اشارہ کیا ہے کہ ھود اور واقعہ نے مجھے بوڑھا کردیا چونکہ اس میں اللہ کی طرف سے مقاومت کا حکم ہے اور رسول خدا اس امر کی سنگینی کے بارے میں جانتے ہیں۔

اور اس قول کے سنگین اور بھاری ہونے کی وجہ اللہ تعالی کی طرف سے اس کا صدور ہے، لہذا سیرت کی کتابوں نے نزول وحی کے وقت آنحضرت(صلی اللہ علیہ وآلہ) کی حالت نقل کی ہے اور

قرآن کریم نے اپنے ثقل کو یوں بیان کیا ہے: [لَوْ أَنزَلْنَا هَذَا الْقُرْآنَ عَلَى جَبَلٍ لَّرَأَيْتَهُ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللَّهِ وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ](الحشر: 21). اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو آپ اسے دیکھتے کہ اللہ کے خوف سے جھک کر پھٹ جاتا، اور ہم یہ مثالیں لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں تا کہ وہ غور کریں۔

یہ ثقیل و سنگین ہے اس اعتبار سے کہ اس کے حامل اور معاشرے میں اس کو قائم کرنے کی کوشش کرنے والے کو بہت سی مشکلات اور مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اللہ تعالی نے فرمایا ہے:

[المص، كِتَابٌ أُنزِلَ إِلَيْكَ فَلَا يَكُن فِي صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنذِرَ بِهِ وَذِكْرَى لِلْمُؤْمِنِينَ] (ایہ کتاب تیری طرف بھیجی گئی ہے تا کہ تو اس کے ذریعہ سے ڈرائے اور اس سے تیرے دل میں تنگی نہیں ہونی چاہیے اور یہ ایمان والوں کے لیے نصیحت ہے۔اأعراف: 1 - 2)

اسی وجہ سے آنحضرت(صلی اللہ علیہ وآلہ)نے رات کو قیام کرنے ،اللہ تعالی سے ارتباط قوی کرنے کا حکم دیا ہے تا کہ اس قول ثقیل اور عظیم ذمہ داری کو وصول کرنے کی صلاحیت پیدا ہوجائے اور اللہ تعالی نے بھی ان نتائج کے حصول کا وعدہ کیا ہے، اللہ تعالی فرماتے ہیں: [وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ عَسَى أَن يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا](الإسراء: 79). اور کسی وقت رات میں تہجد پڑھا کرو جو تیرے لیے زائد چیز ہے، قریب ہے کہ تیرا رب تجھے مقام محمود میں پہنچا دے۔

موعظة،شفاء ہدایت اور رحمت

اس آیت کی تفسیر میں سید طباطبائیؒ (قدس سرہ) نے جو بیان کیا ،اختصار کے ساتھ اسے یہاں پر میں بیان کرتا ہوں۔راغب نے المفردات میں کہا ہے:وعظ: یعنی دھمکی سمیت ڈانٹنا۔اور خلیل نے کہا: یہ دل کی بھلائی اور سینوں کی افادیت کی یاد دہانی ہے، یہ کنایہ ہے تمام روحانی خبیث صفات کے ختم ہوجانے سے جو انسان کے شقی ہونے،اس کی اچھی زندگی کے خراب ہونے کا سبب بنتی ہیں اور دنیا و آخرت کی بھلائی اس پر حرام قرار دیتی ہیں،اور اس نے صدور یعنی دلوں سے تعبیر کیا چونکہ جب لوگوں نے دل سینے میں پایا تو سوچا کہ انسان جو کچھ درک کرتا ہے وہ دل سے درک کرتا ہے اور اسی کے توسط سے امور کو سمجھتا ہے، اسی سے محبت ، بغض، ارادہ، نفرت، اشتیاق اور امید کرتا ہے اور یہ خواہش کرتا ہے کہ اپنے دل کو جو کچھ اس کے دل میں ہے یعنی اس کے اسرار اور روحانی صفات جو کہ انسان کے باطن میں ہیں یعنی فضائل اورذائل، اس کے لیے خزانہ قرار دے۔

میں کہتا ہوں: احادیث دلالت کرتی ہیں کہ قرآن کریم شفاء ہے تمام جسمانی امراض کے لیے بلکہ بعض احادیث میں ذکر ہوا ہے کہ اگر سورہ فاتحہ ۷۰ دفعہ کسی مردے پر پڑھی جائے تو مردہ زندہ ہوجاتا ہے اور یہ عجیب نہیں ہے۔

۱۔ المیزان: ج۱۰/في تفسير الآيات من ۵۷-۷۰ من سورة يونس، والمقصود في المتن الآية ۵۷ وهو قوله تعالى: [يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءتْكُم مَّوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَاء لِّمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ] .

رحمت ، کسی کو پریشانی یا کوئی نقصان اٹھاتے ہوئے دیکھ کر دل میں اس کے لیے ایک خاص احساس کا پیدا ہونا ہے اور رحم کھانے والے بندے کا نقصان اٹھانے والے بندے کی پریشانی کو کم کرنا اور اس کا نقصان پورا کرنا ہے۔اور جب اس بات کی نسبت دی جائے خداوند متعال کی طرف تو یہ نتیجہ کے معنی میں ہوگا نہ احساس و تاثر کے معنی میں چونکہ اللہ تعالی پاک و منزہ ہے اس طرح کے احساس سے جو مخلوق کو حاصل ہوتا ہے پس اللہ کے مورد میں رحمت سے مراد مطلق عطا ہے اور اس کا فیض ہے جو اپنی خلق کو عطا کرتا ہے۔

میں کہتا ہوں: ان اسمائے مبارکہ کی تشریح یہاں پر صرف ایک جہت سے تھی اور اللہ تعالی کے مورد میں ان کا فہم ناممکن ہے مخلوقات کی نسبت۔

جب آپ ان چار صفات پر توجہ کریں گے جنہیں اللہ تعالی سبحانہ نے مذکورہ آیت میں بیان کیا ہے، میری مراد موعظہ، شفا،ہدایت اور رحمت - اور ان کا آپس میں مقایسہ کریں گے اور پھر ان میں غور کریں گے تو معلوم ہوگا کہ یہ آیت ایک جامع بیان ہے چونکہ اس کا عمدہ اور پاکیزہ اثر اور اس کا پاک و طاہر عمل عام ہے جو وہ مومنین کے نفسوس اور دلوں میں بٹھادیتا ہے - اور یہ انہیں احساس دلاتا ہے۔

اور کبھی ان پر غفلت طاری ہوجاتی ہے اور اضطراب انہیں گھیر لیتا ہے۔ شک و شبہات کی تاریکی ان کا باطن تاریک کردیتی ہے اور ان کے دل اخلاقی بیماروں کی وجہ سے بیمار پڑتے ہیں تو

ان حالات میں قرآن ان کو وعظ ونصیحت کرتا ہے ان کو خواب غفلت سے بیدار کرتا ہے، ان کی بری عادتوں اور ان کے برے اعمال پر انہیں ان کی سرزنش کرتا ہے اور نیکی اور سعادت کی طرف ان کی رہنمائی کرتا ہے۔

پھر ان کو حقیقی علوم،اچھے اخلاق اور اچھے اعمال سے آشنا کرواتا ہے جن کی وجہ سے آہستہ آہستہ ان کا درجہ بلند ہوتا ہے اور وہ اللہ کے قریب ہوتے جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ مقربین میں شامل ہوجاتے ہیں اور مخلصین کی طرح وہ بھی کامیاب ہوجاتے ہیں۔

پھر یہ انہیں رحمت کا لباس پہناتا ہے، انہیں دار الکرامت میں لے کر آتا ہے اور انہیں خوشی کے تخت پر بیٹھتا ہے یہاں تک کہ وہ نبیوں، صدیقین،شہداء اور صالحین کے ساتھ ملحق ہوجاتے ہیں، جو کہ بہت اچھے دوست ہیں اور انہیں اعلی علیین میں مقربین کے زمرے میں داخل کرتا ہے۔

پس قرآن ایسا واعظ ہے جو دلوں کو شفا دیتا ہے، صراط مستیم کی طرف ہدایت کرتا ہے، اللہ تعالی کے اذن سے رحمت افاضہ کرتا ہے چونکہ اللہ اور اس کی مخلوقات کے درمیان یہ رابطہ ہے، یہ دلوں کے لیے موعظہ اور شفا ہے اور مومنین کے لیے رحمت اور ہدایت ہے۔

[1] ۔ اور آپ اسے مکی سوروں میں دیکھتے ہیں جو کہ شروع میں نازل ہوئیں جیسےمدثر،مزمل جن کا اثر بجلی کی طرح تیز ہے جسے غافل کو جگانے کے لیے استعمال کی جاتی ہے جیسا کہ ان کے مضامین کی پوری توجہ آخرت، موت،قیامت کے حالات،جھوٹوں کا انجام،اقوام میں اللہ کی سنتیں وغیرہ۔

قرآن کے سائے میں زندگی

میں نے زندگی قرآن کے سائے میں ہی گزاری ہے۔ میں اس کی دیکھ بھال میں جوانی کے دور میں سالوں تک رہا ، اور میں اسے سال میں بیس سے پچیس دفعہ ختم کرتا تھا، یہاں تک کہ قرآن میرے گوشت،خون،فکر،زبان اور دل میں شامل ہو گیا،اس کی تلاوت کے ساتھ ساتھ دو اہم تفسیروں کا دقت سے مطالعہ بھی کرتا تھا اور اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ میری فکری اور علمی شخصیت بنانے میں ان دو تفسیروں کا اہم کردار ہے اور یہ دونوں تفسیریں (المیزان) اور (في ظلال القرآن) ہیں یہاں تک کہ میں نے ان دونوں کو مکمل کیا اور ان کے اہم نکات کو میں نے خلاصے کے طور پر لکھ لیا اور بعد میں استمرار کے ساتھ میں نے ان کا مطالعہ کیا یہاں تک کہ وہ افکار اور اچھے لحاظات ہمیشہ کے لیے میرے ذہن،روح اور دل میں زندہ ہیں۔

آپ کو قرآن مجید میں کیا ملا؟ اور جو لوگ قرآن کے سائے میں زندگی گزارتے ہیں ان کو کیا ملے گا؟ عنقریب اس کو اللہ تعالی سبحانہ کی عظمت، اس کی آیات ،قوانین،سنن اور ہر چیز پر اس کی قدرت نظر آئے گی،اور زمین ساری اس کی مٹھی میں ہے اور آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہیں، قوت اور بادشاہت صرف اسی کی ہے، وہی زمین اور جو کچھ اس پر ہے اس کا وارث ہے اور اسی کی طرف انسان لوٹ کر جائیں گے اور وہ شہ رگ سے زیادہ ان کے قریب ہے،اور

انسان اور اس کے دل کے درمیان مانع اور حائل ہے، کوئی کسی۔ کو نقصان اور فائدہ نہیں پہنچا سکتا مگر اس کے اذن کے ساتھ، پس اس وقت اللہ تعالی کے سوا ساری چیزیں حامل قرآن کے سامنے چھوٹی ہوجائیں گی اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ چیزیں ظاہرا بڑی ہوں یا اس کے پیرو کار اور دوست اس کو بڑا بنانے کی کوشش کرتے ہوں۔ اور اللہ تعالی کی قدرت ان کے بنائے منصبوں کو تباہ برباد کردے گی، نہ قوم عاد کی مادی قدرت باقی رہے گی اور نہ فرعون کی قدرت باقی رہے گی اور نہ قارون کے وہ خزانے بچیں گے جن کی چابیں ایک طاقتور قوم اٹھاتی تھی۔

لیکن حامل قرآن کی قوت اللہ تعالی سے متصل ہوگی۔ وہ اللہ تعالی کے سوا کسی۔ سے نہیں ڈرے گا **[مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاء كَمَثَلِ الْعَنكَبُوتِ اتَّخَذَتْ بَيْتًا وَإِنَّ أَوْهَنَ الْبُيُوتِ لَبَيْتُ الْعَنكَبُوتِ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ](العنکبوت:41)**، ان لوگوں کی مثال جنہوں نے اللہ کے سوا حمایتی بنا رکھے ہیں مکڑی کی سی مثال ہے، جس نے گھر بنایا، اور بے شک سب گھروں سے کمزور گھر مکڑی کا ہے، کاش وہ جانتے۔ **(من خاف الله أخاف الله منه كل شيء)**().

"جو بھی اللہ تعالی سے ڈرتا ہے اللہ تعالی ہر چیز اس سے ڈراتا ہے۔"

اور عنقریب تم دیکھو گے یہ بڑی طاقتیں جو **[يُخَيَّلُ إِلَيْهِ مِن سِحْرِهِمْ أَنَّهَا تَسْعَى](طه:66)**، ان کے جادو سے اس کے خیال میں دوڑ رہی ہیں، اور جو چاہتی ہیں اس کو انجام دینے پر قادر

() من لا يحضره الفقيه: ٤/٤١٠.

ہیں اور ہر چیز ان کے سامنے ایسے پگھل جاتی ہے جیسے نمک پانی میں، لیکن اللہ تعالی آپ کو بتا دیتا ہے کہ ان کی نابودی اور بربادی کے پیچھے کون ہے: [**فَأَتَى اللّهُ بُنْيَانَهُم مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِن فَوْقِهِمْ وَأَتَاهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لاَ يَشْعُرُونَ، ثُمَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُخْزِيهِمْ وَيَقُولُ أَيْنَ شُرَكَآئِيَ الَّذِينَ كُنتُمْ تُشَاقُّونَ فِيهِمْ قَالَ الَّذِينَ أُوتُواْ الْعِلْمَ إِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالْسُّوءَ عَلَى الْكَافِرِينَ**](**النحل**:26-27). پھر اللہ نے ان کی عمارت کو جڑوں سے ڈھا دیا، پھر ان پر اوپر سے چھت گر پڑی، اور ان پر عذاب آیا جہاں سے انہیں خبر بھی نہ تھی۔ پھر قیامت کے دن انہیں رسوا کرے گا اور کہے گا میرے شریک کہاں ہیں جن پر تمہیں بڑی ضد تھی، جنہیں علم دیا گیا تھا وہ کہیں گے کہ بے شک آج کافروں کے لیے رسوائی اور برائی ہے۔

اور مومنین اللہ تعالی کا وعدہ پورا ہوتے ہوئے دیکھیں گے اور اسی طرح ان کی طرف سے راحت، سکون اور اطمینان بھی پائیں گے لیکن اس کے بعد: [**مَّسَّتْهُمُ الْبَأْسَاء وَالضَّرَّاء وَزُلْزِلُواْ حَتَّى يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُواْ مَعَهُ مَتَى نَصْرُ اللّهِ أَلا إِنَّ نَصْرَ اللّهِ قَرِيبٌ**](**البقرة**:214)، انہیں سختی اور تکلیف پہنچی اور ہلا دیے گئے یہاں تک کہ رسول اور جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے بول اٹھے کہ اللہ کی مدد کب ہو گی! سنو بے شک اللہ کی مدد قریب ہے۔

امتحان کا لیا جانا ضروری ہے: [**الم، أَحَسِبَ النَّاسُ أَن يُتْرَكُوا أَن يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لا يُفْتَنُونَ، وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ**] (**العنکبوت**:1-3). ا ل م۔ کیا

لوگ خیال کرتے ہیں یہ کہنے سے کہ ہم ایمان لائے ہیں چھوڑ دیے جائیں گے اور ان کی آزمائش نہیں کی جائے گی۔اور جو لوگ ان سے پہلے گزر چکے ہیں ہم نے انہیں بھی آزمایا تھا، سو اللہ انہیں ضرور معلوم کرے گا جو سچے ہیں اور ان کو بھی جو جھوٹے ہیں۔

پس اس وقت مومن نے جن مشکلات اور مصائب کا سامنا کیا ہے ان کا اعتراف کرے گا چونکہ یہ اللہ تعالی کی سنت ہے پس اس پر واجب ہے کہ وہ ان حالات میں صادق ہو اور اللہ سچوں کو عنقریب جزا دے گا اور اس کےلیے قدم بڑھانا آسان کردے گا چونکہ سب کچھ اللہ کے سامنے ہے۔اللہ تعالی نے فرمایا ہے: [**فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا**] (**الطور: 48**) بے شک آپ ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں۔)،[**ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ لاَ يُصِيبُهُمْ ظَمَأٌ وَلاَ نَصَبٌ وَلاَ مَخْمَصَةٌ فِي سَبِيلِ اللّهِ وَلاَ يَطَؤُونَ مَوْطِئًا يَغِيظُ الْكُفَّارَ وَلاَ يَنَالُونَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلاً إِلاَّ كُتِبَ لَهُم بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ إِنَّ اللّهَ لاَ يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ**] (**التوبة: 120**). وہ اس لیے ہے کہ انہیں اللہ کی راہ میں جو تکلیف پہنچتی ہے پیاس کی یا ماندگی کی یا بھوک کی یا وہ ایسی۔جگہ چلتے ہیں جو کافروں کے غصہ کو بھڑکائے اور یا کافروں سے کوئی چیز چھین لیتے ہیں ہر بات پر ان کے لیے عمل صالح لکھا جاتا ہے، بے شک اللہ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

وہ اپنے ایمان کی بلندی سے جس نے اس کے دل کو آباد کیا ہے ان اعلی علوم و معارف کا مشاہدہ کرے گا جنہیں وہ اس بھٹکی ہوئی انسانیت کےلیے لے کر آیا ہے جو کہ سراب کے پیچھے بھاگتی ہے اور جھوٹے مقاصد کےلیے زندگی گزارتی ہے اور ایسی۔ چیزوں کی آرزو کرتی ہے جنہیں شیطان کے دوست خوبصورت بنا کر اس کےسامنے پیش کرتے ہیں اور وہ چیزیں مال و دولت ، شان و شوکت اور شہوات ہیں جن کےلیے انسان ایک دوسرے سےلڑتے ہیں ایک دوسرے کو قتل کرتے ہیں جبکہ یہ چیزیں ان کےلیے وبال جان ہیں۔اپنے لیے بت تراشتے ہیں ، اس کی عبادت کرتے ہیں اس کی اطاعت کرتے ہیں اور ان سے وفاداری نبھاتے ہیں۔ان کےلیے پارٹیز، کانفرنسز اور جشن و تہوار کا انعقاد کرتے ہیں ،ان کےلیے قربانی پیش کرتے ہیں لیکن نہ صرف حیوانوں کی قربانی بلکہ انسانوں کی قربانی بھی پیش کرتے ہیں اور لاکھوں کے حساب سے پیسہ ان کے قدموں میں ڈال دیتے ہیں۔

پس انسان دیکھے گا کہ وہ اس وقت تک تنہا نہیں ہوگا جب تک کہ وہ کمزور ، ذلیل ، مطیع اور ہتھیار ڈالنے کا احساس نہ کرے اور نہ ہی جن حالات کا وہ سامنا کررہا ہے، جن حالات کو وہ مشاہدہ کررہا ہے اور جن حالات میں وہ زندگی گزار رہا ہے کوئی نئی بات ہےاور نہ ہی اس کا تجربہ انوکھا ہے۔[**قُلْ مَا كُنتُ بِدْعاً مِّنَ الرُّسُلِ وَمَا أَدْرِي مَا يُفْعَلُ بِي وَلا بِكُمْ إِنْ أَتَّبِعُ إِلا مَا يُوحَى إِلَيَّ وَمَا أَنَا إِلا نَذِيرٌ مُّبِينٌ**](الأحقاف: 9)، کہہ دو میں کوئی انوکھا رسول نہیں ہوں اور میں نہیں جانتا کہ

میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور نہ تمہارے ساتھ، میں نہیں پیروی کرتا مگر اس کی جو میری طرف وحی کیا جاتا ہے اور سوائے اس کے (کوئی بات) نہیں کہ میں کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔

پس اس راستے پر اس سے پہلے أنبیاء عظام وأولیاء کرام، مبلغین ، اصلاح کرنے والے اور اللہ کے نیک بندے تھے۔ انہوں نے اس سے کہیں زیادہ تکلیف برداشت کی اور صبر کیا اور اپنے معاشرے کا ان سے زیادہ سامنا کیا ۔بات ایک ہی ہے۔اللہ تعالی نے فرمایا: [**فَمِنْهُم مُّهْتَدٍ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ**](**الحديد**: 26)پس بعض تو ان میں راہِ راست پر رہے، اور بہت سے ان میں سے نافرمان ہیں۔)،[**يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ عَلَيْكُمْ أَنفُسَكُمْ لاَ يَضُرُّكُم مَّن ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ**](**المائدة**: 105). "اے ایمان والو! تم پر اپنی جان کی فکر لازم ہے، تمہارا کچھ نہیں بگاڑتا جو کوئی گمراہ ہو جب کہ تم ہدایت یافتہ ہو"

اور وہ اپنی تخلیق کے لیےخدا کا شرف دیکھے گا جب وہ خود ان سے مخاطب ہو کر ان سے براہ راست خطاب کرے گا، عظیم خدا ، آسمانوں اور زمین کا خالق، انتہائی خوبصورت ناموں کے ساتھ ، ان کی طرف اپنا پیغام بھیجے گا اور انہیں اپنا عہد سونپ دے گا یعنی ان کو اور شرف بخشے گا اور اس سے بڑھ کر کیا فضیلت ہوسکتی ہے۔[**وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلاً**](**الإسراء**: 70) اور ہم نے آدم کی اولاد کو عزت دی ہے اور

خشکی اور دریا میں اسے سوار کیا اور ہم نے انہیں ستھری چیزوں سے رزق دیا اور اپنی بہت سی مخلوقات پر انہیں فضیلت عطا کی۔

آپ اپنے محبوب کا پیغام پڑھنے والے شخص کے احساسات کو کیسے دیکھ سکتے ہیں؟ **المطلق (إن القرآن عهد الله إلى خلقه فينبغي لكل مؤمن أن ينظر فيه)()**."بے شک قرآن اپنے بندوں کے ساتھ اللہ کا وعدہ ہے پس ہر مومن کو چاہیے کہ اس میں غور کرے۔"

اور عنقریب وہ دیکھے کہ ہر چیز اس کائنات میں ایک دقیق مقدار کے مطابق ہے،اللہ تعالی فرماتا ہے: **[إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ](القمر: 49)**، بے شک ہم نے ہر چیز اندازے سے بنائی ہے۔

[وَمَا نُنَزِّلُهُ إِلاَّ بِقَدَرٍ مَّعْلُومٍ](الحجر: 21)، اور ہم صرف اسے معین مقدار پر نازل کرتے ہیں۔

[وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ](الأنبياء: 47)، "ہم انصاف کی ترازو قائم کریں گے۔"

تمام مخلوقات ، افراد اور معاشرے ، مقررہ عمر کے مطابق چلائے جاتے ہیں۔

[سُنَنَ الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ](النساء: 26)،" تمہیں پہلوں کی راہ پر،"

() الكافي: ٦٠٩/٢، باب في قراءته (قراءة القرآن)، ح١.

)،[وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِي الأَرْضِ وَلاَ طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلاَّ أُمَمٌ أَمْثَالُكُم مَّا فَرَّطْنَا فِي الكِتَابِ مِن شَيْءٍ ثُمَّ إِلَى رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ](الأنعام: 38)

"اور ایسا کوئی زمین پر چلنے والا نہیں اور نہ کوئی دو بازوؤں سے اڑنے والا پرندہ ہے مگر یہ کہ تمہاری ہی طرح کی جماعتیں ہیں، ہم نے ان کی تقدیر کے لکھنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، پھر سب اپنے رب کے سامنے جمع کیے جائیں گے۔"

اس عظیم قانون الہی سے کوئی بھی باہر نہیں نکل سکتا۔[فَلَن تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَبْدِيلاً وَلَن تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَحْوِيلاً](فاطر: 43)، "پس تو اللہ کے قانون میں کوئی تبدیلی نہیں پائے گا، اور تو اللہ کے قانون میں کوئی تغیر نہیں پائے گا۔"

جب کوئی شخص اللہ تعالی کی سنت اور اس کے قوانین کی گرفت سے باہر نہیں نکل سکتا ہے، تو وہ کس طرح دوسروں کی عبادت کرسکتا ہے؟ پس یہاں کھیل کود اور فضولیات میں وقت گزارنے کی گنجائش نہیں۔[رَبَّنَآ مَا خَلَقْتَ هَذا بَاطِلاً سُبْحَانَكَ](آل عمران: 191)، "اے ہمارے رب تو نے یہ بے فائدہ نہیں بنایا تو سب عیبوں سے پاک ہے سو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔"

[وَمَا خَلَقْتُ الجِنَّ وَالإِنسَ إِلا لِيَعْبُدُونِ](الذاریات: 56)، "اور میں نے جن اور انسان کو بنایا ہے تو صرف اپنی بندگی کے لیے۔"[لَوْ أَرَدْنَا أَن نَّتَّخِذَ لَهْواً لاتَّخَذْنَاهُ مِن لَّدُنَّا إِن كُنَّا فَاعِلِينَ](الأنبياء: 17) "اور

اگر ہم کھیل ہی بنانا چاہتے تو اپنے پاس کی چیزوں کو بناتے اگر ہمیں یہی کرنا ہوتا۔"بے دلیل اور اتفاقی واقعات کی کوئی گنجائش نہیں جنہیں ملحدین طویل عرصے سے کھینچ رہے ہیں اور کئی سالوں سے لوگوں کے اذہان کا مذاق اڑاتے ہیں اور اس کے توسط سے کئی لوگوں کو یہ منحرف کرچکے ہیں خدا ان کا بیڑا کرے۔پس انسان کی تخلیق کے پیچھے ایک مقصد ہے انسان کو چاہیے اسی ہدف کےلیے زندہ رہے اور اس مقصد کے حصول کےلیے اپنی پوری طاقت لگائے اور وہ ہدف اللہ تعالی کی رضا ہے۔

عنقریب قرآن مجید میں وہ خدائی امداد کی فراہمی کا وعدہ پالے گا، ہر مشکل میں ،نفس امارہ یا شیطان کے ساتھ معرکے میں ،اللہ تعالی اس کے ساتھ ہے اور جب تک وہ اللہ کے ساتھ ہے اللہ اس کی نصرت کےلیے کافی ہے۔اللہ تعالی فرماتا ہے: [**إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ، نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ، نُزُلًا مِّنْ غَفُورٍ رَّحِيمٍ، وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّن دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ**](فصلت: 30 – 33) "بے شک جنہوں نے کہا تھا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر قائم رہے ان پر فرشتے اتریں گے کہ تم خوف نہ کرو اور نہ غم کرو اور جنت میں خوش رہو جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ہم تمہارے دنیا میں بھی دوست تھے اور آخرت میں بھی، اور بہشت میں تمہارے لیے ہر چیز موجود ہے جس کو تمہارا دل چاہے اور تم جو

وہاں مانگو گے ملے گا۔بخشنے والے نہایت رحم والے کی طرف سے مہمانی ہے۔اور اس سے بہتر کس کی بات ہے جس نے لوگوں کو اللہ کی طرف بلایا اور خود بھی اچھے کام کیے اور کہا بے شک میں بھی فرمانبرداروں میں سے ہوں۔"

اس کے علاوہ اور بھی بہت ساری آیات ہیں جو مومنین کے دلوں پر سکون اور اطمنان کے نزول پر دلالت کرتی ہیں اور ملائکہ وغیرہ کے ذریعے ان کی مدد پر۔

پس وہ قرآن کے سائے میں اطمینان پائے گا۔اللہ تعالی نے فرمایا ہے: [**أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ**](الرعد: 28)، "اللہ کے ذکر کے ساتھ اپنے دلوں کو مطمئن کرو۔"ذہنی سکون ، دلوں کی شفاء،ہدایت اور برکت اور دوسری اچھائیوں سے قرآن نے اپنی توصیف کی ہے۔

حامل قرآن جب یہ سب حاصل کرے گا تو اس کا عزم مضبوط ہوجائے گا، اس کا دل قوی ہوجائے گا،اس کے نفس کو سکون و آرام ملے گا،اس کی ہمت بڑھے گی اور اس کی حکمت ظاہر ہوجائے گی اس کے بعد یہ عطا کا مرکز ، اپنے اور معاشرے کے لئے بھلائی کا ذریعہ ہوگا۔ جیسا کہ عظیم مصلحین کا یہی حال ہے جن میں سب سے آگے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ اور أمیر المؤمنین (علیہ السلام) ہیں .

قرآن کی طرف پلٹنے کی ضرورت

جو کچھ بیان ہوا اس کے بعد قرآن کی طرف پلٹنے اور اس کے سائے میں زندگی گزارنے کی مزید وجوہات اور اسباب و علل کو بیان کرنے کی ضرورت ہے۔ اور کیا ابھی تک کسی۔ کو اس نقصان کا ادراک نہیں ہوا جو قرآن سے دوری کی وجہ سے اٹھانا پڑتا ہے۔ تو، آئیے ہم سب قرآن کریم کی طرف لوٹ آئیں، توبہ کریں اور نادم ہوں، اس سے التماس کریں کہ وہ ہماری امامت اور خداوند متعال کی طرف ہماری رہنمائی کے لئے واپس آجائے، اور ہمیں اس مقدس کتاب کو اس کی تنہائی سے نکالنے کے ایک طریقہ کے بارے میں سوچنا ہے جو ہم نے اس پر مسلط کی ہے اور اجتماعی زندگی میں اس کے کردار کو متحرک کرنا ہے۔

اگر آپ کہتے ہیں: یہ سب قرآن کی تعلیم، اس کے حفظ و تجوید اور اس کے قوانین کے بیان سے حاصل ہوسکتا ہے۔ تو میں کہوں گا: میں ان سب کا احترام کرتا ہوں البتہ یہ چھلکے میں دلچسپی ہے، اور اہم چیز گودا ہے، لفظ ایصال معنی کے لیے ایک ٹول ہے، معنی کو حفظ کرنے کے لیے ایک چھلکا ہے اور معنی ذہن میں منتقل کرنے کے لیے ایک ابزار ہے۔ کیا چھلکا کو اہمیت دینا اور لب و گودا کو ترک کرنا کافی ہے؟ ضرورت اس بات کی ہے کہ قرآن کو اس کی روح، مضامین، معانی، افکار اور مفاہیم سمیت زندگی میں لوٹا دیا جائے، اور اس میں کوئی شک نہیں اس

کےلیے پہلا قدم تلاوت کا اہتمام کرنا، اس کے الفاظ کے معانی کی معرفت حاصل کرنا اور عربی قواعد کو مخارج حروف پر تطبیق کرنا ہے۔

قرآن کی واپسی میں حوزہ کی مسوولیت

اور میرا خیال ہے کہ معاشرے کا پہلا طبقہ جس کے کاندھوں پر یہ ذمہ داری ہے وہ حوزہ علمیہ ہے یعنی اس کے طلباء،اس کے فضلاء ، اس کے خطبا اور اس کے علماء کیونکہ حوزہ کی بھلائی معاشرے کی بھلائی اور حوزے کا فساد معاشرے کا فساد ہے۔اللہ کی پناہ، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ) کی حدیث شریف میں آیا ہے: (**صنفان من أمتي إذا صلحا صلحت أمتي وإذا فسدا فسدت أمتي، قيل يا رسول الله (صلى الله عليه وآله) ومن هم؟ قال (صلى الله عليه وآله): الفقهاء والأمراء**)(). " میری امت کے دو طبقے ایسے ہیں اگروہ ٹھیک ہوجائیں تو پورا معاشرہ ٹھیک ہوجاتا ہے اور اگروہ خراب ہوجائیں تو پورا معاشرہ خراب ہوجاتا ہے، کہا گیا یا رسول اللہ(صلی اللہ علیہ وآلہ) وہ کون ہیں؟تو انہوں (صلی اللہ علیہ وآلہ)نے فرمایا:علماء اور حکمران ۔"

میں نے اپنی بعض کتابوں میں کہا ہے() یہ واقعی بدقسمتی کی بات ہے کہ قرآن مدرسہ کے نصاب سے غائب ہے ،حوزے کا نصاب کچھ یوں تیار کیا گیا ہے کہ طالب علم کو اپنی تحصیل کے آغاز سے لے کر انجام تک اس میں غور و فکر کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی اور دوسری دفعہ ایک

() الخصال: أبواب الاثنين، حديث ١٢.
() وصايا ونصائح إلى الخطباء وطلبة الحوزة الشريفة (وقد تقدم في هذا المجلد).

آیت تب ہی تکرار کرتا ہے جب کسی۔ نحوی،اصولی، اورفقھی مسئلے میں قرآن سے استدلال کرنا ہو،دقت اور توجہ سے قرآن کا مطالعہ نہیں کرتا اپنے قلب، روح اور نفس کےلیے قرآن سے غذا نہیں لیتا۔ ممکن ہے کبھی ایسا ہوجائے کہ ایک حوزوی فقہ اور اصول میں ایک بڑے درجے تک پہنچ جائے لیکن وہ ایک قرآنی زندگی نہیں گزار رہا ہو اور قرآن سے تعامل کا اور اس کو ایک اصلاحی پیغام کی طرح لینے کا اس نے تجربہ نہ کیا ہو۔اور ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ دن گزر رہے ہوں، ہفتے گزر رہے ہوں لیکن طالب علم نے قرآن مجید کو ہاتھ ہی نہ لگایا ہو کہ اس کی کچھ آیتوں کی تلاوت کرے اور ان میں غور و فکر کرے اور ایسا اس لیے ہوا ہے چونکہ اس کے اور قرآن کے درمیان کوئی گہرا روحانی ارتباط برقرار نہیں۔اگر اسے قرآنی غذا مل جاتی تو یہ دوسروں سے بے نیاز ہوجاتا اور اسے ترک نہ کرتا۔حوزہ اور معاشرے کےلیے یہ ایک بڑی مصیبت ہے اور ممکن ہے کہ ان میں سے کچھ اسے اچھی طرح سے پڑھنے کے قابل نہ ہوں۔

جب حوزہ کی ذمہ داری معاشرے کی اصلاح اور اسے اللہ تعالی کےقریب کرنا ہے تو ان کا پہلا کام قرآن مجید کو سمجھنا اور اس پر عمل درآمد کرنا ہے قوم اس وقت تک ٹھیک نہیں ہو گی جب تک کہ وہ اپنے قرآن پر قائم نہیں رہتی،اس سے ہدایت نہیں لیتی اور اس کے نور سے

رہنمائی نہیں لیتی جیسا کہ حدیث ثقلین میں آیا ہے: (إني تارک فیکم الثقلین کتاب الله وعترتي أهل بیتي ما إن تمسکتم بهما لن تضلوا بعدي أبداً)().

آج کی جاہلیت

انسانیت آج ایک نئی جہالت کی زندگی گزار رہی ہےاس تصور کے مطابق جو قرآن جہالت کو دیتا ہے چونکہ وہ اس کو ایک ایسا دورانیہ نہیں مانتا جو اسلام کے سورج کے طلوع ہونے کے ساتھ ختم ہوا بلکہ یہ ایک معاشرتی صورتحال ہے جس کا امت شکار ہوچکی ہے۔جب بھی قومیں اللہ تعالی کی شریعت سے روگردانی کرتی ہیں تو اس میں مبتلا ہوجاتی ہیں[أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ] (المائدة:50)،"تو کیا پھر جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں، حالانکہ جو لوگ یقین رکھنے والے ہیں ان کے ہاں اللہ سے بہتر اور کوئی فیصلہ کرنے والا نہیں۔" اور قرآن پاک نے اس طرف متوجہ کیا ہے جب کہا: [وَلا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الأُولَى] (الأحزاب:33)" اور گزشتہ زمانہ جاہلیت کی طرح بناؤ سنگھار دکھاتی نہ پھرو،"یہ گویا ایک دوسری جاہلیت کی طرف اشارہ ہے اور یہ وہی ہے جس میں آج کی انسانیت اپنی زندگی گزار رہی ہے یعنی بدبختی میں، بدحالی اور پریشانی میں۔

() تقدم ذکره.

بلکہ آج کی جاہلیت نے قدیمی تمام جہالتوں کا دو برابر اپنے اندر سمیٹا ہے، پس طاقتور کمزور کو کھا رہا ہے، ہم جنس پرستی کو ایک باضابطہ قانون کے ذریعے نافذ کیا جاتا ہے جو اس کی اجازت دیتا ہے، اور دو مردوں کے مابین شادی قابل قبول ہے ،زنا کی بد بو، اس کی حیوانی بربریت اور اس کی وجہ سے پیدا شدہ امراض ہر طرف پھیلے ہوئے ہیں جیسے ایڈز وغیرہ پوری دنیا میں، ناپ تول میں بیمانی نہ صرف افراد کی سطح پر ، بلکہ ممالک کی سطح پر بھی اپنی تمام شکلوں میں پھیلی ہے، انسانی معاشروں کے مابین تعلقات میں کوئی مساوات نہیں ہے اسے اصطلاح میں (دوہرا معیار) کہا جاتا ہے۔ شیاطین انس و جن میں سے راہبوں اور دوسرے گمراہ سر کردہ رہنماوں جو کہ ایک دوسرے کو طمع کی باتیں فریب دینے کے لیے سکھاتے ہیں، اللہ کو چھوڑ کر ان کو اپنے لیے رب اخذ کرنا جوکہ حرام کو حلال قراردیتے ہیں اور حلال کو حرام قرار دیتے ہیں اوراللہ کے علاوہ جن کو معبود بنا کر عبادت کی جاتی ہے، وہ متعدد ہیں صرف پتھروں تک محدود نہیں بلکہ شیطانی ذہن ان کو اور زیادہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں ، اور شیاطین انس و جن ایک دوسرے کو طمع کی باتیں فریب دینے کےلیے سکھاتے ہیں اور صراط متقیم سے روک دیتے ہیں۔**[لأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ، ثُمَّ لآتِيَنَّهُم مِّن بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَن شَمَآئِلِهِمْ وَلاَ تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ]** (الأعراف:16-17)" کہا جیسا تو نے مجھے گمراہ کیا ہے میں بھی ضرور ان کی تاک میں تیری سیدھی راہ پر بیٹھوں گا۔پھر ان کے پاس ان کے آگے ان کے پیچھے ان کے دائیں اور

ان کے بائیں سے آؤں گا، اور تو اکثر کو ان میں سے شکر گزار نہیں پائے گا۔')،[**وَلاَ تَقْعُدُواْ بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوعِدُونَ وَتَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللّهِ مَنْ آمَنَ بِهِ وَتَبْغُونَهَا عِوَجاً**](الأعراف:86)" اور راستوں پر اس غرض سے مت بیٹھا کرو کہ اللہ پر ایمان لانے والوں کو دھمکیاں دو اور اللہ کی راہ سے روکو اور اس میں ٹیڑھا پن تلاش کرو"۔ اور خدا کے راستے کی نافرمانی کرنے والے زیادہ تر وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے ہیں اور فطرت سلیم سے منحرف ہونے کی کوشش کرتے ہیں، بے حیائی سے لے کر بغاوت اور فتنہ انگیزی کے جالوں تک ، اسٹاک ایکسچینج تک ، ان فنکاروں تک جن کے پاس اخلاقیات ، معاشرتی اقدار اور دیگر کو تباہ کرنے کے علاوہ کوئی کاروبار نہیں ہے۔

یہ ساری کی ساری صفات و خصوصیات اس زمانے کی جاہلیت کی علامتیں ہیں، اور یہ قرآن کا مفہوم ہے کہ جسے مکمل طور پر سمجھنا ضروری ہے۔

اس بیان کی مذید وضاحت کےلیے ہم پہلی جہالت کے عقاید و رسومات اور موجودہ جاہلیت کے عقائد و رسومات کے مابین ایک مقایسہ کرتے ہیں،اور اس مقایسہ کے اہداف میرے نزدیک متعدد ہیں:

۱۔قرآنی مفاہیم اور اصطلاحات کو واضح کرنا اور ان کے معانی کا استنباط کرنا جن کا قرآن نے ارادہ کیا ہے اور ان پر پڑی دھول کو صاف کرنا جو کہ قرآن سے غفلت کا نتیجہ ہے،اور عقول کا اس کی طرف رجوع کیے بغیر استعمال کرنا۔

۲۔ قرآن کی ضرورت کو سمجھنا جب ہمیں سمجھ آجاے کہ انسانیت اپنی پہلی جاہلیت کی طرف پلٹ چکی ہے اور اب اس کو قرآن کی طرف پلٹنے کی ضرورت ہے تاکہ وہ اپنا کرادار ادا کرے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر حقیقی اسلام کی طرف لے کر جائے۔

۳۔مہدویت کو فروغ دینا(أرواحنا له الفداء) اور اس بات پر علمی دلیل اقامہ کرنا کہ بشریت پہلی جاہلیت کی طرف پلٹ چکی ہے اس ڈوبتی ہوئی انسانیت کو بچانے کےلیے قرآن کافی نہیں بلکہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ) کی طرح جسمانی طور پر زمین پر کوئی موجود ہو اگرچہ وہ نبی نہ ہو چونکہ نبوت کا سلسلہ ان (صلی اللہ علیہ وآلہ) کے ساتھ ہی منقطع ہوچکا ہے اور یہ صفات صرف الحجة بن الحسن (أرواحنا له الفداء) میں ہی جمع ہیں، اور یہی وہ علامات ہیں جو متحقق ہوچکی ہیں اور اور الموعود کا دن قریب آچکا ہے۔[1].

[1] () .لہذاحدیث میں آیا ہے کہ وہ(علیہ السلام) ایک نئے اسلام اور ایک نئے قرآن کے ساتھ آئیں گے،اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس قرآن کے مضامین کچھ اور ہونگے، چونکہ وہ (علیہ السلام)اپنے دادا کے لائے ہوئے قرآن اور اسلام کے دائرے سے باہر نہیں جائیں گے بلکہ مطلب یہ ہے وہ اس فراموش شدہ قرآن کو انسان کی زندگی میں واپس لے کر آئیں گے۔

قرآنی تصور کے مطابق اسلام سے پہلے کے معاشرے کی صفات اور خصوصیات

جاہلیت کی صفات میں سے پہلی صفت لوگوں کا اللہ کو چھوڑ کر کسی۔ اور کی عبادت کرنا ہے اور عبادت کا مطلب اطاعت اور وفاداری ہے جیسا کہ ان (علیھم السلام) سے وارد ہوا ہے اللہ تعالی کے اس قول کی تفسیر میں: [**اتَّخَذُواْ أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَاباً مِّن دُونِ اللّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُواْ إِلاَّ لِيَعْبُدُواْ إِلَهاً وَاحِداً لاَّ إِلَهَ إِلاَّ هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ**] (التوبة: 31)" انہوں نے اپنے عالموں اور درویشوں کو اللہ کے سوا خدا بنا لیا ہے اور مسیح مریم کے بیٹے کو بھی، حالانکہ انہیں حکم یہی ہوا تھا کہ ایک اللہ کے سوا کسی۔ کی عبادت نہ کریں، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ان لوگوں کے شریک مقرر کرنے سے پاک ہے۔" انہوں (علیہ السلام) نے فرمایا: (**أما والله ما دعوهم إلى عبادة أنفسهم، ولو دعوهم ما أجابوهم، ولكن أحلوا لهم حراما، وحرموا عليهم حلالا فعبدوهم من حيث لا يشعرون**)()" لیکن خدا کی قسم انہوں اپنی عبادت کےلیے انہیں دعوت نہیں دی، اگر وہ دعوت بھی دیتے تو اسے قبول نہ کرتے، لیکن ان کےلیے حلال کو حرام قرار دیا اور حرام کو حلال قرار دیا۔ پس ان کی پیروی کی اس حال میں کہ وہ اس بات سے آگاہ نہیں تھے۔" یہ عبادت زمانہ جاہلیت میں غیر اللہ کےلیے تھی لہذا قرآن کی پہلی سورہ میں اللہ کے سوا کسی۔ اور اطاعت نہ کرنے

() الكافي: ٥٣/١، باب (التقليد) حديث ١.

اور اس اہم قرآنی اصطلاح (العبادة) کی وضاحت ضروری ہے چونکہ معاشرے کےاذہان میں یہ واضح نہیں ہے۔پس وہ گمان کرتے ہیں کہ عبادت صرف نماز و روزہ ہے اطاعت نہیں، اسی وجہ سے دین میں ان کو کوئی قباحت نظر نہیں آتی کہ وہ اللہ کےلیے نماز پڑھیں اور روزہ رکھیں لیکن ان کے معاملات اور ان کے سلوکیات اللہ تعالی کے احکامات کے برخلاف ہو اور یہ ایک خطرناک معنی ہے جسے واضح کرنا ضروری ہے، لہذا امام جواد (علیہ السلام) سے نقل ہوا ہے: جس نے بھی کسی ناطق کو غور سے سنا وہ اس کا عبد بنا ،اگر یہ ناطق خدا کی طرف سے ہے تو اس نے اللہ کی عبادت کی لیکن اگر وہ ابلیس کی زبان بولتا ہے تو۔۔۔۔(تحف العقول: صفحة ٣٣٦).

کا مطالبہ آیا ہے: [كَلا لا تُطِعْهُ](العلق:19)، "ہر گز ایسا نہیں چاہیے، آپ اس کا کہا نہ مانیے۔" اس زمانے میں معبودوں کے لیے اطاعت متعدد تھی: [مَا نَعْبُدُهُمْ - أي الأصنام - إِلا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَى](الزمر:3)، "ہم ان کی عبادت نہیں کرتے مگر اس لیے کہ وہ ہمیں اللہ سے قریب کر دیں۔"

[وَلاَ يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضاً أَرْبَاباً مِّن دُونِ اللَّهِ](آل عمران:64)،" اور سوائے اللہ کے کوئی کسی۔ کو رب نہ بنائے"[إِنَّا أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَراءنَا فَأَضَلُّونَا السَّبِيلا](الأحزاب:67)، "ہم نے اپنے سرداروں اور بڑوں کا کہا مانا سو انہوں نے ہمیں گمراہ کیا۔"[فَاتَّبَعُواْ أَمْرَ فِرْعَوْنَ وَمَا أَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيدٍ](هود:97)،" پھر وہ فرعون کے حکم پر چلے، اور فرعون کا حکم ٹھیک بھی نہ تھا۔"[فَخَلَفَ مِن بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلاَةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيّاً](مريم:59)، "پھر ان کی جگہ ایسے ناخلف آئے جنہوں نے نماز ضائع کی اور خواہشوں کے پیچھے پڑ گئے، پھر عنقریب گمراہی کی سزا پائیں گے۔"[وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ قَالُواْ بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءنَا أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لاَ يَعْقِلُونَ شَيْئاً وَلاَ يَهْتَدُونَ](البقرة:170)،" اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں بلکہ ہم تو اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا، کیا اگرچہ ان کے باپ دادا کچھ بھی نہ سمجھتے ہوں اور نہ سیدھی راہ پائی ہو؟"

[وَمِنَ النَّاسِ مَن يجادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيرِ عِلمٍ وَيَتَّبِعُ كُلَّ شَيطَانٍ مَّرِيدٍ، كُتِبَ عَلَيهِ أَنَّهُ مَن تَوَلاهُ فإنه يُضِلُّهُ وَيَهدِيهِ إِلى عَذَابِ السَّعِيرِ](الحج: 3-4)، "اور بعضے لوگ وہ ہیں جو اللہ کے معاملے میں بے سمجھی سے جھگڑتے ہیں اور ہر شیطان سرکش کے کہنے پر چلتے ہیں۔جس کے حق میں لکھا جا چکا ہے کہ جو اسے ساتھی بنائے گا تو وہ اسے گمراہ کر کے رہے گا اور اسے دوزخ کے عذاب کا راستہ دکھائے گا۔"

[إِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ الحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الجَاهِلِيَّةِ](الفتح: 26). "جب کہ کافروں نے اپنے دل میں سخت جوش پیدا کیا تھا جہالت کا جوش تھا"

یہ کچھ زمانہ جاہلیت کے معبود تھے جن کی خدا کو چھوڑ کر عبادت کی جاتی تھی اور وہ تھے(بت ، غیر مخلص علماء، فرعون نفس امارہ کی خوہشات، شیطان ، عصبیت ، رواج اور روایات جو باپ دادا سے وراثت میں ملی تھیں)اور ان سب کی جڑ خواہشات نفس کی پیروی ہے۔[فَإِن لَّمْ يَستَجِيبُوا لَکَ فَاعْلَمْ أَنَّمَا يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءهُمْ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيرِ هُدًى مِّنَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ لا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ](القصص: 50). "پھر اگر تمہارا کہنا نہ مانیں تو جان لو کہ وہ صرف اپنی خواہشوں کے تابع ہیں، اور اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہوگا جو اللہ کی ہدایت چھوڑ کر اپنی خواہشوں پر چلتا ہو، بے شک اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں کرتا۔"

کیا آج لوگوں کی حالت بدل گئی ہے؟ میں ان اقوام کے لوگوں کو نہیں چاہتا ہوں جو خود کو مہذب کہتے ہیں کیونکہ وہ اپنی صدی سے لے کر اپنے پیروں کے تلووں تک اسلام سے پہلے کے زمانے کی دلدل میں ڈوبے ہوئے ہیں لیکن ہمیں ان لوگوں کی روشن فکر باتیں سننے کی طرف بلاتے ہیں جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں لیکن کافروں کے ہم رکاب ہیں اور شہوات ان کے بنائے ہوئے جدید خداوں جیسے کھیل، فن، بعض نظریات اور منحرف قوانین کی اطاعت میں پھنسے ہوئے ہیں، اور ابھی تک اپنے سرداروں اور بڑوں کی اطاعت میں ہیں جیسے قبیلے کے سردار اور معزز افراد جو کہ شرع مقدس کی رعایت کیے بغیر حلال خدا وند کو حرام اور حرام خدا وند کو حلال قرار دیتے ہیں،اور ابھی تک اپنے آباو اجداد کی رسوم و رواج اور قوانین کی اللہ تعالی کی شریعت سے زیادہ اطاعت کرتے ہیں تاکہ معاشرہ اللہ کی معصیت پر راضی ہو لیکن اپنے آباو اجداد کی نافرمانی اور ان کے رواج اور قوانین چھوڑنے پر راضی نہ ہو، اور ان کی زبان حال بولتی ہے: (**النار ولا العار**) اس اسلام کے برعکس جسے امام حسین علیہالسلام نے کربلا میں پیش کیا تھا:

الموت أولى من ركوب العار والعار أولى من دخول النار

ننگ و عار سے موت بہتر ہے اور جہنم میں داخل ہونے سے عار بہتر ہے

اور یہ قبائلی رسم و رواج میں زیادہ واضح ہے اور یہ غریب عورت پیار اور فیشن کے کردار کی پابندی کرتی ہے، اور جو آداب کا تقاضہ ہے اور جسے مغرب نے صادر کیا ہے یعنی کپڑے، میک اپ کا

سامان اور غیرضروری چیزیں اگرچہ یہ سب شریعت کے مخالف ہی کیوں نہ ہو۔ تو کیا اس صورت حال میں عبادت، اطاعت اور محبت سے کچھ بچے گا؟ یہ سب تو شرک جلی کی مثالیں ہیں اور قرآن نے بھی ان خداوں کے بارے میں خبر دی ہے جن کی عبادت سے قیامت کے دن یہ دوری کا اظہار کریں گے لیکن اس دن ان کی ندامت کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔:

[وَمِنَ النَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِن دُونِ اللَّهِ أَندَاداً يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُواْ أَشَدُّ حُبّاً لِّلَّهِ وَلَوْ يَرَى الَّذِينَ ظَلَمُواْ إِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ أَنَّ الْقُوَّةَ لِلَّهِ جَمِيعاً وَأَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعَذَابِ، إِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ اتُّبِعُواْ مِنَ الَّذِينَ اتَّبَعُواْ وَرَأَوُاْ الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الأَسْبَابُ، وَقَالَ الَّذِينَ اتَّبَعُواْ لَوْ أَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّأَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّؤُواْ مِنَّا كَذَلِكَ يُرِيهِمُ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ حَسَرَاتٍ عَلَيْهِمْ وَمَا هُم بِخَارِجِينَ مِنَ النَّارِ](البقرة: 165-166).

" اور ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے اللہ کے سوا اور شریک بنا رکھے ہیں جن سے ایسی۔ محبت رکھتے ہیں جیسی۔ کہ اللہ سے رکھنی چاہیے، اور ایمان والوں کو تو اللہ ہی سے زیادہ محبت ہوتی ہے، اور کاش دیکھتے وہ لوگ جو ظالم ہیں جب عذاب دیکھیں گے کہ سب قوت اللہ ہی کے لیے ہے اور اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔جب وہ لوگ بیزار ہو جائیں گے جن کی پیروی کی گئی تھی، ان لوگوں سے جنہوں نے پیروی کی تھی، اور وہ عذاب دیکھ لیں گے اور ان کے تعلقات ٹوٹ جائیں گے۔اور کہیں گے وہ لوگ جنہوں نے پیروی کی تھی کہ کاش ہمیں دوبارہ جانا ہوتا تو

ہم بھی ان سے بیزار ہوجاتے جیسے یہ ہم سے بیزار ہوئے ہیں، اسی طرح اللہ انہیں ان کے اعمال حسرت دلانے کے لیے دکھائے گا اور وہ دوزخ سے نکلنے والے نہیں۔"

انسان اللہ تعالی کو چھوڑ کر جن خداوں کی عبادت کرتا ہے اور ان کی خدمت میں اپنی محبت اور اطاعت پیش کرتا ہے قرآن ان کی یوں توصیف کرتا ہے: [**مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ كَمَثَلِ الْعَنكَبُوتِ اتَّخَذَتْ بَيْتًا وَإِنَّ أَوْهَنَ الْبُيُوتِ لَبَيْتُ الْعَنكَبُوتِ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ**](**العنکبوت**:41)،" ان لوگوں کی مثال جنھوں نے اللہ کے سوا حمایتی بنا رکھے ہیں مکڑی کی سی ہے، جس نے گھر بنایا، اور بے شک سب گھروں سے کمزور گھر مکڑی کا ہے، کاش وہ جانتے۔" اور اللہ تعالی فرماتا ہے: [**وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بِقِيعَةٍ يَحْسَبُهُ الظَّمْآنُ مَاءً حَتَّى إِذَا جَاءَهُ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا وَوَجَدَ اللَّهَ عِندَهُ فَوَفَّاهُ حِسَابَهُ وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ**](**النور**:39)." اور جو کافر ہیں ان کے اعمال ایسے ہیں جیسے جنگل میں چمکتی ہوئی ریت ہو جسے پیاسا پانی سمجھتا ہے، یہاں تک کہ جب اس کے پاس آتا ہے اسے کچھ بھی نہیں پاتا اور اللہ ہی کو اپنے پاس پاتا ہے پھر اللہ نے اس کا حساب پورا کر دیا، اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔"

یہ ایک قابل توجہ بحث ہے کیوں کہ یہ لوگوں کی توجہ ان کے عقائد کے انحراف کی طرف مبذول کرواتی ہے ، کہ وہ خالص توحید سے دور ہیں ، اور خدا کی اطاعت ان متعدد بتوں کی اطاعت کی نسبت کہیں زیادہ کم ہے۔اور بحث (جدید جاہلیت کے بت) کے عنوان سے ہونی چاہیے

جن کا خطرہ ان کے مخفی ہونے کی وجہ سے اور ان کی طرف توجہ نہ ہونے کی وجہ سے زیادہ ہے حتی مومنین کے لیے چہ جائے دوسرے لوگ۔

لیکن جہاں تک بات ہے شرک خفی کی تو یہ اور بڑی مصیبت ہے،آپ کو کم ہی کوئی مخلص کام ملے گا،اگر کوئی یہ گمان کرتا ہے کہ وہ مخلص ہے تو پھر جب وہ مسجد بناتا ہے تو وہ کیوں اپنا نام ایک بڑی تختی پر لکھتا ہے ،اگر اس کا کام خدا کے لئے تھا تو کیوں کسی۔ کو کچھ دینے کے بعد اس پر اپنا احسان جتلاتا ہے اور اس کام کو موضوع گفتگو بناتا ہے۔

جاہلیت کی صفات میں سے دوسری صفت یہ ہے کہ جو قانون ان کے امور کو منظم کرتا ہے اور ان کے تنازعات پر نظر رکھتا ہے وہ اللہ تعالی کے قانون سے بہت دور ہے: [**أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ**] (**المائدة:50**)، "تو کیا پھر جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں۔"

پس ہر وہ حکم جو اللہ تعالی کے نازل کردہ حکم سے جدا ہو، قرآن کی تعبیر میں وہ جاہلیت کا حکم کہلاتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہماری سوسائٹی کے زیادہ تر افراد قبائلی رسم و رواج کے تحت زندگی گزارتے ہیں جنہیں جاہل لوگوں نے بنایا ہے اور یہ اللہ تعالی کے قوانین سے بہت دور ہیں۔

اگر آپ بھی سماجی طبقات کا مطالعہ کریں گے تو آپ کو اس کے اور مصادیق مل جائیں گے۔ آپ دنیا کے زیادہ تر ممالک میں دیکھتے ہیں جنہیں مختلف ملکی قوانین کے ذریعے

کنٹرول کیا جاتا ہے جنہیں ناقص انسان نے ہی بنایا ہے جو اپنا نفع و نقصان ہی اچھے سے نہیں جانتا اور جس کی فکر کا دائرہ محدود ہے۔آپ دیکھتے ہو کہ ہر روز وہ اپنے قوانین بدلتا ہے کبھی اضافہ کرتا ہے تو کبھی کم کرتا ہے۔حدیث شریف نے قانون کی ہر خلاف ورزی اور اس پر عمل درآمد میں ناکامی کو جاہلیت کہا ہے۔معصوم (علیہ السلام) کا قول ہے: (**من مات ولم یوص مات میتة جاهلية**)(). "جو بھی مرا وصیت کیے بغیر تو وہ جاہلیت کی موت مرا"۔

پس فرعون جو کہتا ہے [**مَا أُرِيكُمْ إِلا مَا أَرَى**](غافر: 29)، "تو تمہیں وہی سوجھاتا ہوں جو مجھے سوجھی ہے اور میں تمہیں سیدھا ہی راستہ بتاتا ہوں۔"یہ ایک ایسی حالت ہے جو کہ کسی فرد کے ساتھ خاص نہیں بلکہ یہ ہمیشہ سے تکرار ہوتی ہے ان لوگوں کے ہاں جو اپنے آپ کو قانون ساز سمجھتے ہیں اللہ کو چھوڑ کر۔

اور جہالت کی ایک خصوصیت اس کے عقائد کا انحراف ہے اور اللہ تعالی کے اس قول میں اس طرف اشارہ ہوا ہے: [**يَظُنُّونَ بِاللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ**](آل عمران: 154)، " اللہ پر جھوٹے خیال جاہلوں جیسے کر رہے تھے۔"

مثال کے طور پر، ان کا ماننا تھا کہ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے کہ انسان نے کیا گناہ کیا ہے اس کو عذاب سے نجات مل جائے گی جب وہ وہ اپنے خداوں کے لیے قربانی کرے گا۔

() الرسائل العشرة: الشيخ الطوسي، صفحة ٣١٧.

آج ہمارے معاشرے کا بھی یہی حال ہے، منبر حسینی پر بیٹھنے والوں نے ان کے ذہنوں میں بٹھایا ہے کہ جو مرضی ہے گناہ کرو ان گناہوں سے نجات کےلیے اور جنت میں داخل ہونے کےلیے امام حسین علیہ السلام کے غم میں ایک آنسو بہانا ہی کافی ہے اور یہ سب لوگ اس حدیث شریف سے استنباط کرتے ہیں: **(من بكى على الحسين ولو مقدار جناح بعوضة وجبت له الجنة)()**، " جو بھی حسین پر روئے گا اگرچہ مچھر کے بازو کے سائز جتنا تو اس پر جنت واجب ہے" اور شاعر کے اس شعر کے ساتھ انہوں نے استدلال کیا ہے:

فإنّ النار ليس تمس جسما   عليه غبار زوار الحسين

بے شک آگ اس جسم کو چھو نہیں سکتی جس پر حسین کے زائرین کی دھول ہو۔

اللہ تبارک وتعالی کی طرف سے امام حسین (علیہ السلام) کی تکریم کا ہم انکار نہیں کرتے وہ اس تکریم کا بلکہ اس سے زیادہ کا مستحق ہے لیکن یہ جنت میں داخل ہونے کے علل و اسباب میں سے ایک علت ہے تمام علت نہیں ہے جنت میں داخل ہونے کےلیے علت اور شرائط کا کامل ہونا اور تمام موانع کا رفع ہونا ضروری ہے اور ان شرائط میں سے پہلی شرط ہے اللہ تعالی کے اوامر اور نواہی کی اطاعت ہے اور قرآن اس بات میں صریح ہے: **[وَلا يَشْفَعُونَ إِلا لِمَنِ ارْتَضَى](الأنبياء: 28)**، **"** اور وہ شفاعت بھی نہیں کرتے مگر اسی کے لیے جس سے وہ خوش ہو، اور وہ اس کی

() كامل الزيارات: صفحة ٢٠١.

ہیبت سے ڈرتے ہیں۔"امام صادق (علیہ السلام) کی حدیث میں ذکر ہوا ہے: **(لن تنال شفاعتنا مستخفاً بالصلاة)**()،" جو نماز کو اہمیت نہیں دیتا وہ ہماری شفاعت کا مستحق نہیں ہے۔" اور اس آیت کے بھی خلاف ہے: **[فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيراً يَرَهُ، وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرّاً يَرَهُ]**(الزلزلة: 7 – 8)، "پھر جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہے وہ اس کو دیکھ لے گا۔اور جس نے ذرہ بھر برائی کی ہے وہ اس کو دیکھ لے گا۔"مگر یہ کہ سچے دل سے توبہ کر کے اس کا تدارک اور جبران کرے۔

اس انحراف کا لوگوں کے عقاید پر بہت برا اور ان کی لاشعوری پر بہت برا اثر پڑا، لوگ قرآن سے دور اس عقیدے کو اپنانے لگیں نتیجے میں قرآن پر عمل کو ترک کردیا۔

جاہلیت کی علامتوں میں سے بد حجابی،خود نمائی،بے شرمی اور برائیوں کو عام کرنا ہے۔اللہ تعالی نے فرمایا ہے: **[وَلا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الجاهِلِيَّةِ الأُولى]**(الأحزاب: 33)، "اور گزشتہ زمانہ جاہلیت کی طرح بناؤ سنگھار دکھاتی نہ پھرو،"

اور آج کے معاشرے نے اپنی تمام تر صلاحتوں کو بروے کار لاتے ہوئے اپنے فسق وفجور کے ذریعے لوگوں کو گمراہ کرنے اور انہیں برائیوں کی طرف دھکیلنے میں سابقہ امتوں کو پیچھے چھوڑ دیا ہے، اور جس طرح جاہلیت نے شیطانی طریقوں سے اپنی جنسی۔جبلت کو راضی کرنے کے لئے طریقے وضع کیے تھے اور قوانین وضع کیے تھے ، جیسے قریش میں یہ رواج عام تھا کہ مکہ کے باہر

() بحار الأنوار: ٧٦ / ١٣٦.

سے آنے والے لوگ اپنے کپڑوں میں خانہ کعبہ کا طواف نہیں کرسکتے چونکہ انہوں نے اس لباس میں اللہ تعالی کی معصیت کی ہے لہذا یا تو اہل مکہ کے لباس میں یا نئے کپڑوں میں یا کرایہ پر لے کر ان میں طواف کعبہ کریں۔

آج شیطان کے دوستوں نے فسق وفجور کے کلبوں کے علاوہ، کھیل کے نام سے فحاشی پھیلانے کے نئے طریقے ڈھونڈے ہیں جس میں بے حیائی اور فحاحشی۔ فحاشی کے اڈوں سے کم نہیں۔فحاشی کے اڈوں میں جو کچھ ہوتا ہے چھپ چھپا کر ہوتا ہے، بے حیائی کرنے والا سب کے سامنے ننگا نہیں ہوتا لیکن کھیل کود میں تو سب کے سامنے کھل کر بے حیائی ہوتی ہے شرمانا تو دور کی بات بلکہ اپنے کیے پر فخر کیا جاتا ہے اور مبارک باد پیش کی جاتی ہے۔یہ سب شیظان کے ہاتھوں کھلونے بن چکے ہیں اور ان سے جیسے چاہے کھیلتا ہے۔ اس طرح لقب اور دیگر نام جیسے بیوٹی کوئین یا فیشن ڈسپلے کے نام پر یا آرٹ کے نام پر جو کچھ ہورہا ہے یہ سبب پاگل پن اور فحاشی ہے لیکن معاشرے کے لئے قابل قبول ہے، اس تباہی اور بربادی سے کوئی بچ نہیں سکتا مگر جسے اللہ بچائے۔ ان کاموں کا ایک ہی ہدف ہے کہ انسان حیوانوں سے بدتر زندگی گزارے، بے حیائی اور برائی عام ہو۔

جاہلیت کی نشانیوں میں سے ایک زندگی کے بارے میں غلط قسم کے تصورات ہیں، مثلا زمانہ جاہلیت میں لوگ اپنی بیٹیوں کی شادی دوسرے قبیلوں میں نہیں کرتے تھے چونکہ وہ اپنے

آپ کو ان سے بہتر سمجھتے تھے اور اس کو (الحُمس)، کا نام دیتے تھے۔ اور آج کی جاہلیت میں بہت سارے معاشرے کے طبقات ایسے ہیں جو اپنے آپ کو دوسروں سے بہتر سمجھتے ہیں، اس کے واضح مصادیق میں سے ایک آج کل کے سادات ہوسکتے ہیں، ان میں سے بعض اپنے آپ کو اولاد رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ) کہتے ہیں اور اپنی بیٹیوں کی شادی کسی۔ غیر سید فیملی میں نہیں کرتے بلکہ سید فیملی میں ہی کرتے ہیں۔ اور کبھی تو ایسا ہوجاتا ہے کہ بچیاں سید فیملی سے رشتہ نہ آنے کی وجہ سے گھر بیٹھی رہتی ہیں یہاں تک کہ ان کی شادی والی عمر نکل جاتی ہے اور وہ شادی سمیت خانہ آبادی اور ماں بننے والی عظیم نعمت سے بھی محروم ہوجاتی ہیں۔ اور یہ سب انہیں غلط قسم کے جاہل تصورات کی وجہ سے ہے۔ قرآن فرماتا ہے: [**خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالاً كَثِيراً وَنِسَاء**](النساء: 1)، "اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں۔"

اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ) کی تعلیمات میں سے ہے: (**إذا جاءكم من ترضون خلقه ودينه فزوجوه**)()، اگر کوئی آپ کے پاس آتا ہے جس کے اخلاق اوردین سے آپ راضی ہیں تو ان سے شادی کرادو۔ "اگر رسل اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ) سے نسبت جوڑ کر ان کو عزت مل جاتی ہے تو یہ

() وسائل الشيعة: كتاب النكاح: أبواب مقدمات النكاح وآدابه، باب ٢٨، حديث١.

سمجھنا چاہیے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ) کا شرف اسلام اور اطاعت خدا کی وجہ سے ہے نہ اس لیے کہ وہ محمد بن عبداللہ ہے۔اللہ تعالی فرماتا ہے: [**لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ**](**الزمر: 65**)، "کہ اگر تم نے شرک کیا تو ضرور تمہارے عمل برباد ہو جائیں گے اور تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گے۔"[**وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ، لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ، ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ، فَمَا مِنكُم مِّنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ**](**الحاقة: 44 - 47**)،" اور اگر وہ کوئی بناوٹی بات ہمارے ذمہ لگاتا۔تو ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے۔پھر ہم اس کی رگِ گردن کاٹ ڈالتے۔پھر تم میں سے کوئی بھی اس سے روکنے والا نہ ہوتا۔"

آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ): (**ولو عصيت لهويتُ**)() " اگر میں بھی گناہ کرتا تو گر جاتا"۔

پس ان لوگوں کی کیا قدر ہے جو اس (صلی اللہ علیہ وآلہ) کے نام پر تجارت کرتے ہیں جبکہ وہ اس کے قانون کی خلاف ورزی کرتے ہیں؟

جاہلیت کی علامتوں میں سے ایک اقدار کا فرق ہے جن کے توسط سے انسان آپس میں ایک دوسرے سے ممتاز ہوتے ہیں اور وہ عبارت ہیں اقدار الہی اور اقدار شیطانی سے۔قرآن فرماتا ہے: [**إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ**](**الحجرات: 13**) "بے شک زیادہ عزت والا تم میں سے اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیز گار ہے"،[**قُلْ بِفَضْلِ اللّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُواْ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا**

() بحار الأنوار: ٢٢ / ٤٦٧.

يَجۡمَعُونَ](يونس: 58)" کہہ دو اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے ہے سو اسی پر انہیں خوش ہونا چاہیے، یہ ان چیزوں سے بہتر ہے جو جمع کرتے ہیں۔" جبکہ جاہلیت مال، شان وشوکت اور اولاد میں کثرت کو اپنے لیے باعث افتخار سمجھتی ہے۔[أَلۡهَاكُمُ التَّكَاثُرُ، حَتَّى زُرۡتُمُ الۡمَقَابِرَ](التکاثر: 1-2)، "تمہیں حرص نے غافل کر دیا۔یہاں تک کہ قبریں جا دیکھیں۔" [وَقَالُوا نَحۡنُ أَكۡثَرُ أَمۡوَالاً وَأَوۡلاداً وَمَا نَحۡنُ بِمُعَذَّبِينَ](سبأ: 35)، "اور یہ بھی کہا کہ ہم مال اور اولاد میں تم سے بڑھ کر ہیں اور ہمیں کوئی عذاب نہ دیا جائے گا۔" اور یہ چیزیں اتنی واضح ہیں کہ مجھے مثالیں دینے کی ضرورت نہیں ہے، مندرجہ ذیل دو آیاتیں اس تقابل کو اور واضح کرتی ہیں: [زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالۡبَنِينَ وَالۡقَنَاطِيرِ الۡمُقَنطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالۡفِضَّةِ وَالۡخَيۡلِ الۡمُسَوَّمَةِ وَالأَنۡعَامِ وَالۡحَرۡثِ ذَلِكَ مَتَاعُ الۡحَيَاةِ الدُّنۡيَا وَاللّهُ عِندَهُ حُسۡنُ الۡمَآبِ، قُلۡ أَؤُنَبِّئُكُم بِخَيۡرٍ مِّن ذَلِكُمۡ لِلَّذِينَ اتَّقَوۡا عِندَ رَبِّهِمۡ جَنَّاتٌ تَجۡرِي مِن تَحۡتِهَا الأَنۡهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَأَزۡوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَرِضۡوَانٌ مِّنَ اللّهِ وَاللّهُ بَصِيرٌ بِالۡعِبَادِ](آل عمران: 14 – 15). "لوگوں کو مرغوب چیزوں کی محبت نے فریفتہ کیا ہوا ہے جیسے عورتیں اور بیٹے اور سونے اور چاندی کے جمع کیے ہوئے خزانے اور نشان کیے ہوئے گھوڑے اور مویشی۔ اور کھیتی، یہ دنیا کی زندگی کا فائدہ ہے اور اللہ ہی کے پاس اچھا ٹھکانہ ہے۔کہہ دے کیا میں تم کو اس سے بہتر بتاؤں، پرہیزگاروں کے لیے اپنے رب کے ہاں باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ان میں ہمیشہ رہیں گے اور پاک عورتیں ہیں اور اللہ کی رضا مندی ہے، اور اللہ بندوں کو خوب

دیکھنے والا ہے۔"اللہ تعالی فرماتا ہے: [وَمَا أَمْوَالُكُمْ وَلا أَوْلادُكُم بِالَّتِي تُقَرِّبُكُمْ عِندَنَا زُلْفَى إِلا مَنْ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحاً فَأُوْلَئِكَ لَهُمْ جَزَاء الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوا وَهُمْ فِي الْغُرُفَاتِ آمِنُونَ] (سبأ: 37)." اور تمہارے مال اور اولاد ایسی چیز نہیں جو تمہیں مرتبہ میں ہمارے قریب کر دے مگر جو ایمان لایا اور نیک کام کیے، پس وہی لوگ ہیں جن کے لیے دگنا بدلہ ہے اس کا جو انہوں نے کیا اور وہی بالاخانوں میں امن سے ہوں گے۔"

جاہلیت کی مشترکہ خصوصیات میں سے ایک اخلاقی برائیاں ہیں جن میں سے بہت زیادہ واضح شراب پینا، ناپ تول میں کمی کرنا، ملاوٹ، جھوٹ اور ہم جنس پرستی ہے۔اللہ تعالی فرماتا ہے: [وَتَأْتُونَ فِي نَادِيكُمُ الْمُنكَرَ](العنكبوت: 29) "اور اپنی مجلس میں برا کام کرتے ہو"،[وَلاَ تَبْخَسُواْ النَّاسَ أَشْيَاءهُمْ] (الأعراف: 85)، "سو ناپ اور تول کو پورا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر نہ دو"۔[وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ، الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُواْ عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ، وَإِذَا كَالُوهُمْ أَو وَّزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ](المطففين: 1-3)،" کم تولنے والوں کے لیے تباہی ہے۔وہ لوگ کہ جب لوگوں سے ناپ کرلیں تو پورا کریں۔اور جب ان کےلیے ناپتے ہیں یا تولتے ہیں تو گھٹاتے ہیں۔"بلکہ انصاف کرنے والے لوگوں کا یہ مذاق اڑاتے ہیں:

[وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلاَّ أَن قَالُواْ أَخْرِجُوهُم مِّن قَرْيَتِكُمْ إِنَّهُمْ أُنَاسٌ يَتَطَهَّرُونَ](الأعراف: 82)، "اور اس کی قوم نے کوئی جواب نہیں دیا مگر یہی کہا کہ انہیں اپنے شہر سے نکال دو، یہ لوگ بہت ہی پاک بننا چاہتے ہیں۔"

جعفر ابن ابی طالب نے تاریخ میں اپنا نام ثبت کروایا کہ وہ ان افراد میں سے ہے جنہوں نے زمانہ جاہلیت میں اپنے اوپر شراب اور زنا حرام قرار دیا تھا۔اخلاقی برائیوں میں سے بعض طاقتور کا کمزور پر ظلم کرنا، اخلاق کو نابود کرنا اور الہی نظریات کو چھوڑ کر انسانی نظریات اور منافع شخصی ہیں۔آج کی تہذیب پوری کی پوری اقوام کو تباہ کررہی ہے،مصالح کے نام پر نسلوں کو برباد کررہی ہے اور یہ مفادات ہر چیز سے زیادہ ان کےلیے اہم ہیں، جبکہ ہدف حقیقی اللہ تعالی کی رضا اور آخرت کی کامیابی ہے اور جو کچھ ہورہا ہے وہ اس کے برخلاف اور جاہلیت کی طرف رجوع ہے، اللہ تعالی فرماتا ہے: [وَطَآئِفَةٌ قَدْ أَهَمَّتْهُمْ أَنفُسُهُمْ يَظُنُّونَ بِاللّهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ يَقُولُونَ هَل لَّنَا مِنَ الأَمْرِ مِن شَيْءٍ قُلْ إِنَّ الأَمْرَ كُلَّهُ لِلَّهِ يُخْفُونَ فِي أَنفُسِهِم مَّا لاَ يُبْدُونَ لَكَ يَقُولُونَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الأَمْرِ شَيْءٌ] (آل عمران: 154)، " اور بعضوں کو اپنی جان کی فکر کھا رہی تھی اللہ پر جھوٹے خیال جاہلوں جیسے کر رہے تھے، کہتے تھے ہمارے ہاتھ میں کچھ کام (اختیار) ہے، کہہ دو کہ سب کام (اختیار) اللہ کے ہاتھ میں ہے، وہ اپنے دل میں چھپاتے ہیں جو تیرے سامنے ظاہر نہیں کرتے، کہتے ہیں اگر ہمارے ہاتھ میں کچھ کام (اختیار) ہوتا،"

یہی ان کا ہدف ہے اور اسی کے لیے وہ جی رہے ہیں۔

جاہلیت کی خصوصیات میں سے ایک امر بمعروف اور نہی از منکر کو ترک کرنا ہے بلکہ یہ اصل سبب ہے جس کی طرف رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ) نے متوجہ کیا ہے: (**كيف بكم إذا فسدت نساؤكم وفسق شبابكم ولم تأمروا بالمعروف ولم تنهوا عن المنكر؟ فقيل له: ويكون ذلك يا رسول الله؟ فقال: نعم، وشر من ذلك، كيف بكم إذا أمرتم بالمنكر ونهيتم عن المعروف؟ فقيل له يا رسول الله ويكون ذلك؟ فقال (صلى الله عليه وآله): وشر من ذلك، كيف بكم إذا رأيتم المعروف منكراً والمنكر معروفاً**)().

"آپ کا کیا حال ہوگا جب آپ کی خواتین فاسد ہوجایں گی، اور آپ کے جوان فاسق ہوجایں اور آپ امر بمعروف اور نہی از منکرسے دوری اختیار کرو گے؟ کہا گیا تو کیا ایسا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: آپ کا کیا حال ہوگا جب آپ کو برائی کا حکم دیا جائے گا اور آپ کو اچھائی سے روکا جائے گا؟ کہا گیا یا رسول اللہ ایسا ہوگا؟ تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ) نے فرمایا: آپ کا کیا حال ہوگا جب برائی کو اچھائی اور اچھائی کو برا سمجھا جائے گا؟"

آج کل کے معاشرے کا یہ حال ہوا ہے۔اس میں سب سے زیادہ قصوروار دینی علما اور قرآنی تعبیر کے مطابق ربانی ہیں جنہوں نے اپنا دینی وظیفہ انجام دینے میں کوتاہی کی ہے اور بری طرح

() الكافي: ٥/٥٩، باب: الأمر بالمعروف والنهی عن المنكر.

سے ناکام ہوچکے ہیں،ربانیوں کا اتم مصداق آپ ہوا ے حوزہ علمیہ کے طلبا اور فضلاء۔اللہ تعالی فرماتا ہے: [وَتَرَى كَثِيراً مِنهُمْ يُسَارِعُونَ فِي الإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ، لَوْلاَ يَنهَاهُمُ الرَّبَّانِيُّونَ وَالأَحْبَارُ عَن قَوْلِهِمُ الإِثْمَ وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَصْنَعُونَ] (المائدة: 62 - 63)، " اور تو ان میں سے اکثر کو دیکھے گا کہ گناہ پر اور ظلم پر اور حرام کھانے کے لیے دوڑتے ہیں، بہت برا ہے جو کچھ وہ کر رہے ہیں۔ان کے مشائخ اور علماء گناہ کی بات کہنے اور حرام مال کھانے سے انہیں کیوں نہیں منع کرتے، البتہ بری ہے وہ چیز جو وہ کرتے ہیں۔"

[كَانُوا لاَ يَتَنَاهَوْنَ عَن مُّنكَرٍ فَعَلُوهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ، تَرَى كَثِيراً مِنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ أَنفُسُهُمْ أَن سَخِطَ اللّهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خَالِدُونَ](المائدة: 79-80). " آپس میں برے کام سے منع نہ کرتے تھے جو وہ کر رہے تھے، کیسا ہی برا کام ہے جو وہ کرتے تھے۔تو دیکھے گا کہ ان میں سے بہت سے لوگ کافروں سے دوستی رکھتے ہیں، انہوں نے کیسا ہی برا سامان اپنے نفسوں کے لیے آگے بھیجا اور وہ یہ کہ ان پر اللہ کا غضب ہوا اور وہ ہمیشہ عذاب میں رہنے والے ہیں۔"

یہ اسلام سے دور معاشرے کی ایک اور خصوصیت ہے اور وہ کافروں سے دوستی ہے۔اس تقصیر کے بارے میں امیر المومنین (علیہ السلام) فرماتے ہیں: (أما بعد فإنه إنما هلك من كان قبلكم حيثما عملوا من المعاصي ولم ينههم الربانيون والأحبار عن ذلك، وأنهم لما تمادوا في المعاصي

نزلت بهم العقوبات فأمروا بالمعروف ونهوا عن المنكر واعلموا أن الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر لن يقربا أجلاً ولن يقطعا رزقاً)(). "بے شک تم سے پہلے جنہوں نے گناہ کیے وہ ہلاک ہو گئے اور ربانیوں اور راہبوں نے اس سے نہیں روکا، اور جب یہ لوگ گناہوں میں حد سے آگے نکل گئے تو ان پر مصیبتیں نازل ہو گئیں تو انہوں نے اچھائی کا حکم دیا اور برائی سے روکا اور یہ کریں چونکہ امر بمعروف اور نہی از منکر موت کو ہرگز قریب ہونے نہیں دیتے اور رزق کو ہرگز قطع ہونے نہیں دیتے۔"

اس فریضہ کو انجام دیئے بغیر مومنوں کی اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک کوئی قیمت و اہمیت نہیں ہوگی بلکہ ان کے دشمنوں کے نزدیک بھی کوئی قیمت نہیں ہوگی، تو قریش میں توحید پرست تھے یہ لوگ احناف تھے جنہوں نے بتوں کی عبادت کو مسترد کردیا اور خود کو اللہ تعالی کی عبادت میں مصروف کرلیا، لیکن مشرکین کے ہاں بھی ان کی کوئی اہمیت نہیں تھی اور انہیں اپنی موجودگی کی کوئی بھی پرواہ نہیں تھی کیونکہ انہوں نے یہ عظیم فریضہ چھوڑ دیا تھا۔

جبکہ حقیقت میں اس فریضے کو انجام دینا مسلم معاشرے کی صفات میں سے ہے: **[كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّهِ](آل عمران: 110)**،

() نهج البلاغة: الخطبة (٢٧).

"تم سب امتوں میں سے بہتر ہو جو لوگوں کے لیے بھیجی گئی ہیں اچھے کاموں کا حکم کرتے رہو اور برے کاموں سے روکتے رہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو،"

[وَلَيَنصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ، الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ] (الحج: 40 - 41)، " اور اللہ ضرور اس کی مدد کرے گا جو اللہ کی مدد کرے گا، بے شک اللہ زبردست غالب ہے۔وہ لوگ کہ اگر ہم انہیں دنیا میں حکومت دے دیں تو نماز کی پابندی کریں اور زکٰوۃ دیں اور نیک کام کا حکم کریں اور برے کاموں سے روکیں، اور ہر کام کا انجام تو اللہ کے ہی ہاتھ میں ہے۔"

[وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ] (آل عمران: 104)، "اور چاہیے کہ تم میں سے ایک جماعت ایسی۔ہو جو نیک کام کی طرف بلاتی رہے اور اچھے کاموں کا حکم کرتی رہے اور برے کاموں سے روکتی رہے، اور وہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔"

[وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ](التوبة: 71)، " اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں، نیکی کا حکم کرتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکٰوۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی

فرمانبرداری کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن پر اللہ رحم کرے گا، بے شک اللہ زبردست حکمت والا ہے۔"

اس طرح کی مثالیں اور بھی بہت ہیں لیکن ہم یہاں پر انہیں تفصیل سے بیان کرنے کے مرحلے میں نہیں ہیں چونکہ یہ بحث صرف اشارات پر ہی مبنی ہے اور بس ان امور میں غور و فکر کےلیے ایک دروازہ کھولنے کےلیے ہے جو اپنے آپ اللہ تعالی کے فضل و کرم سے ہزار باب اور کھول دے گا۔

زمانہ جاہلیت کی خصوصیات میں سے ایک خرافات اور جھوٹے افسانے ہیں، مثلا عرب کوے اور الو کو نحس اور بد شگون سمجھتے تھے اور آج مغرب بغیر کسی۔ وجہ کے ۱۳ نمبر کو بدشگون سمجھتا ہے اور مارکیٹ میں نجومیوں اور کاہنوں کا قبضہ ہے،آج ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ پامسٹس، نجومی, علم رمل جاننے والے اور اس طرح کے دوسرے لوگوں کا معاشرے میں استقبال کرتے ہیں اور یہ سادہ لوگوں کو بیوقوف بناتے ہیں۔

جاہلیت کی خصوصیات میں سے ایک مختلف طریقوں سے لوگوں کو قرآن سے دور کرنا ہے۔ النضر بن الحارث ان لوگوں میں سے ایک تھا جو فارس گئے وہاں پر بادشاہوں کے بارے میں معلومات جمع کیں،وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ) کا پیچھا کرتا تھا جس محفل میں رسول خدا گفتگو فرماتے تھے یہ بھی بات کرتا تھا اور پھر لوگوں سے پوچھتا تھا میری باتیں زیادہ اچھی ہیں یا

محمد کی؟ وہ قرآن کے بارے میں کہتے تھے اور کہتے ہیں کہ پہلوں کی کہانیاں ہیں جنہیں اس نے لکھ کر رکھی ہیں پس وہی اس پر صبح اور شام پڑھی جاتی ہیں یا جھوٹی باتیں ہیں یا جب رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ) قرآن مجید کی تلاوت فرماتے تھے تو وہ زور سے تالیاں بجاتے تھے تاکہ اسے نہ سن سکیں اور قرآن ان کے موقف کی یوں توصیف کرتا ہے: [**وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهَذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُونَ**](فصلت: 26)، "اور کافروں نے کہا کہ تم اس قرآن کو نہ سنو اور اس میں غل مچاؤ تاکہ تم غالب ہو جاؤ۔" اللہ تعالی فرماتا ہے: [**وَإِن يَرَوْا آيَةً يُعْرِضُوا وَيَقُولُوا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ**](القمر: 2)، "اور اگر وہ کوئی معجزہ دیکھ لیں تو اس سے منہ موڑ لیں اور کہیں یہ تو ہمیشہ سے چلا آتا جادو ہے۔"

اور آج کی جدید جاہلیت بھی یہی کام کرتی ہے، قرآن کو انہیں اوصاف سے متصف کرتی ہے کہ یہ محمد کا کلام ہے یہ ایک فوق العادہ نابغہ انسان کی باتیں ہیں، کوئی وحی الہی نہیں ہے۔ اور انہوں نے قرآن کے تضادات تحریر کرنے کی کوشش کی لیکن جب اس کوشش میں ناکام ہو گئے اور قرآن نے انہیں پسپا کردیا اور اپنا وجود ان پر مسلط کردیا تو پھر انہوں نے اپنی خباثت،مکاری اور دھوکہ دہی کا استعمال کر کے لوگوں کو قرآن کے مطالب اور اس کی حقیقت سے دور کردیا اور اس کی جہت ہی تبدیل کردی اور اس کو ترانوں اور گانوں کی شکل میں پڑھا اور سننے والے اس کو سن کر چیختے چلاتے (اللہ اللہ یا شیخ) ، اسی طرح قرآن سے تعویز بنا کر

گلے میں لٹکایا یا اپنے گھروں میں لٹکایا وغیرہ۔ اور یہ طریقہ النضر بن الحارث اور اس جیسوں کے طریقے سے زیادہ خطرناک ہے۔

جاہل لوگوں کی نمایاں حرکتوں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ ان رسوم و رواج کی پیروی نہیں چھوڑتے جو ان کو ان کے آبا و اجداد سے وراثت میں ملی ہیں اور ان پر سختی سے پابند ہیں اور انہیں چھوڑنے کا نام ہی نہیں لے رہے چاہے ان کے خلاف دلیل و حجت بھی قائم ہو۔اور یہ نتیجہ ہے ان کے افکار کی شدت اور عدم سلامتی کا اور ان کے جذبات کا جو کہ مسلسل نسل در نسل اپنے آبا و اجدا کے رسوم و رواج کے کنٹرول میں ہیں اور س قدر ان کے لیے مقدس ہیں کہ ان کا ترک کرنا ان کےلیے ناممکن ہوچکا ہے۔قرآن نے یہ معنی بہت زیادہ تکرار کیا ہے اس حد تک کہ ہم اس سے بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ اس مشکل کا تقریبا تمام انبیائے کرام نے سامنا کیا ہے:

[وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ] (البقرة: 170) "اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں بلکہ ہم تو اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا، کیا اگرچہ ان کے باپ دادا کچھ بھی نہ سمجھتے ہوں اور نہ سیدھی راہ پائی ہو؟"

[إِنَّهُمْ أَلْفَوْا آبَاءهُمْ ضَالِّينَ، فَهُمْ عَلَى آثَارِهِمْ يُهْرَعُونَ] (الصافات: 69 – 70)، " کیوں کہ انہوں نے اپنے باپ دادوں کو گمراہ پایا تھا۔ پھر وہ ان کے پیچھے دوڑتے چلے گئے۔"

[قَالُواْ أَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّهَ وَحْدَهُ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُنَا فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِن كُنتَ مِنَ الصَّادِقِينَ] (الأعراف: 70)، " انہوں نے کہا کیا تو ہمارے پاس اس لیے آیا ہے کہ ہم ایک اللہ کی بندگی کریں اور ہمارے باپ دادا جنہیں پوجتے رہے انہیں چھوڑ دیں، پس وہ چیز لے آ جس سے تو ہمیں ڈراتا ہے اگر تو سچا ہے۔"

[بَلْ قَالُوا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءنَا عَلَى أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَى آثَارِهِم مُّهْتَدُونَ، وَكَذَلِكَ مَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ فِي قَرْيَةٍ مِّن نَّذِيرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءنَا عَلَى أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَى آثَارِهِم مُّقْتَدُونَ، قَالَ أَوَلَوْ جِئْتُكُم بِأَهْدَى مِمَّا وَجَدتُّمْ عَلَيْهِ آبَاءكُمْ قَالُوا إِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُم بِهِ كَافِرُونَ](الزخرف: 22 – 24)

"بلکہ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقہ پر پایا ہے اور انہیں کے ہم پیرو ہیں۔اور اسی طرح ہم نے آپ سے پہلے کسی۔ گاؤں میں بھی کوئی ڈرانے والا بھیجا تو وہاں کے دولت مندوں نے (یہی) کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقہ پر پایا اور ہم انہیں کے پیرو ہیں۔رسول نے کہا اگرچہ میں تمہارے پاس اس سے بھی بہتر طریقہ لاؤں جس پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا، انہوں نے کہا جو کچھ تو لایا ہے ہم اس کے منکر ہیں۔"

آخری دو آیتیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اس مشکل اور پریشانی کا ہر اس آدمی نے سامنا کیا ہے جس نے اپنے معاشرے کو آزادی دلانے کی کوشش کی اور اس کی اصلاح کرنے کی کوشش کی۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

[وَكَذَٰلِكَ مَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ](الزخرف: 22-24)،

یہ صرف انبیاء کے ساتھ مختص نہیں تھا۔اس مسئلے میں آج کی جاہلیت زمانہ جاہلیت کی جاہلیت سے مختلف نہیں۔اس کے اوپر شواہد بہت زیادہ ہیں اور ہمارے معاشروں نے اس کا سامنا کیا ہے،بقول ایک حوزوی مفکر کے (النزعة الاستصحابية) کا بہت سامنا کیا ہے۔

جاہلیت کی علامتوں میں سے ایک امام واقعی کی معرفت کا نہ ہونا ہے ،(**من مات ولم یعرف إمام زمانه مات میتة جاهلیة**)() " جو بھی مرا اپنے زمانے کے امام کی معرفت کے بغیر تو جاہلیت کی موت مرا"۔ معرفت سے مرد فقط نام جاننا نہیں ہے بلکہ امام کی نسبت اپنی ذمہداریوں کی شناخت ہے اور ان پر عمل کرنا ہے اور اس حوالے سے امام زمانہ(أرواحنا لہ الفداء) کی نسبت ہماری کوتاہی واضح ہے۔اس منقول دعا نے اس جاہلیت کو بیان کیا ہے:

() كمال الدين وتمام النعمة: ٤٠٩.

(اللهم عرفني نفسک فإنک إن لم تعرفني نفسک لم أعرف نبيک اللهم عرفني رسولک فإنک إن لم تعرفني رسولک لم أعرف حجتک اللهم عرّفني حجّتک فإنک إن لم تعرفني حجتک ضللت عن ديني)(1)

"خدایا! مجھے اپنی ذات کی معرفت عطا فرما کیونکہ اگر تو نے مجھے اپنی ذات کی معرفت عطا نہ فرمائی تو میں تیرے نبی کی معرفت حاصل نہیں کر سکوں گا خدایا! مجھے اپنے نبی کی معرفت عطا فرما کیونکہ اگر تو نےمجھے اپنے نبی کی معرفت عطا نہ فرمائی تو میں تیری حجت (حجت زمانہ) کو نہیں پہچان سکوں گا خدایا! مجھے اپنی حجت کی معرفت عطا فرما دے کیونکہ اگر تو نے مجھے اپنے حجت علیہ السلام کی معرفت عطا نہ فرمائی تو میں اپنے دین سے گمراہ ہو جاؤں گا۔"

اس موضوع پر سیر حاصل گفتگو کی ضرورت ہے؛ ہر زمانے میں امام اور حجت کے وجود کے لزوم پر،زمانہ غیبت میں ہماری زمہ داری اور امام سے مربوط ہماری مسوولیت پر،اسی طرح بہت سارے سوالات اور شبہات جو امام (علیہ السلام) سے مربوط ہیں ان کا جواب دینے کی ضرورت ہے۔آئمہ (علیہم السلام) **(باب الله الذي لا يؤتى إلا منه)(2)** "باب اللہ ہیں خدا اسی دروازے سے ہی عطا کرتا ہے۔"

---

(1) الكافي: ١/٣٣٧.
(2) الكافي: ١/١٩٦.

جو شخص اپنے دروازے سے آشنا نہیں وہ کس طرح ہدایت پاسکتا ہے اور جسے اللہ کی ہدایت نہ ملے وہ مکمل گمراہی میں ہے۔

جاہلیت کی علامتوں میں سے ایک مادیات میں غرق ہونا اور مابعد الطبیعہ اور غیب کا انکار کرنا ہے۔اللہ تعالی فرماتا ہے: [وَقَالُوا إِنْ هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ] (الأنعام:29)، "اور کہتے ہیں کہ اس دنیا کی زندگی کے سوا ہمارے لیے اور کوئی زندگی نہیں اور ہم اٹھائے نہیں جائیں گے۔"[وَقَالُوا مَا هِيَ إِلا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلا الدَّهْرُ وَمَا لَهُم بِذَلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلا يَظُنُّونَ](الجاثية: 24)،" اور کہتے ہیں ہمارا یہی دنیا کا جینا ہے ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور زمانہ ہی ہمیں ہلاک کرتا ہے، حالانکہ انہیں اس کی کچھ بھی حقیقت معلوم نہیں، محض اٹکلیں دوڑاتے ہیں۔"

پس قرآن آیا اور اس نے ان کےلیے بلند اہداف بیان کیے جن کےلیے وہ زندگی گزارتے ہیں: [وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلا لِيَعْبُدُونِ] (الذاريات: 56)، "اور میں نے جن اور انسان کو بنایا ہے تو صرف اپنی بندگی کے لیے۔"

[قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُواْ اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ هُوَ أَنشَأَكُم مِّنَ الأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا فَاسْتَغْفِرُوهُ ثُمَّ تُوبُواْ إِلَيْهِ إِنَّ رَبِّي قَرِيبٌ مُّجِيبٌ] (هود:61)، "اور ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا، کہا اے میری

قوم! اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، اسی نے تمہیں زمین سے بنایا اور تمہیں اس میں آباد کیا پس اس سے معافی مانگو پھر اس کی طرف رجوع کرو، بے شک میرا رب نزدیک ہے قبول کرنے والا۔"

[ثُمَّ جَعَلْنَاكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ مِن بَعْدِهِم لِنَنظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ] (یونس:14) "پھر ہم نے تمہیں ان کے بعد زمین میں نائب بنایا تاکہ دیکھیں تم کیا کرتے ہو۔"

انسان صرف اس دنیا کے لیے خلق نہیں ہوا کہ اپنی ساری توجہ اسی پر فوکس کرے بلکہ اس کو زمین پر خلیفہ بنایا گیا ہے تاکہ وہ اس کو آباد کرے اور اسے آخرت کی کھیتی بنادے، اللہ تعالی انسان کے اعمال پر نظر رکھتا ہے،مادیات میں غرق اس انسان کی اللہ تعالی سرزنش کرتا ہے۔[أَيَحْسَبُ الإنسان أَن يُتركَ سُدىً، أَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِن مَّنِيٍّ يُمْنَى، ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوَّى، فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنثَى، أَلَيْسَ ذَلِكَ بِقَادِرٍ عَلَى أَن يُحْيِيَ الْمَوْتَى](القیامۃ: 36 – 40)، " کیا انسان یہ سمجھ رہا ہے کہ وہ یونہی چھوڑ دیا جائے گا۔کیا وہ ٹپکتی منی کی ایک بوند نہ تھا۔پھر وہ لوتھڑا بنا، پھر اللہ نے اسے بنا کر ٹھیک کیا۔پھر اس نے مرد و عورت کا جوڑا بنایا۔پھر کیا وہ اللہ مردے زندہ کردینے پر قادر نہیں۔"

جی۔خدایا تم اس پر قادر ہو بلکہ ہر چیز پر قادر ہو۔لیکن اس سے مراد یہ نہیں کہ دنیا کو ترک کر دے بلکہ مراد یہ ہے کہ اس کو اپنی زندگی کا مقصد اور ہدف قرار نہ دے بلکہ اس کو اصلی اور

حقیقی ہدف جو کہ اللہ تعالی کی رضایت ہے اسے حاصل کرنے کا ذریعہ اور وسیلہ قرار دے: [وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الآخِرَةَ وَلا تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَأَحْسِن كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ وَلا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الأَرْضِ إِنَّ اللَّهَ لا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ](القصص: 77)، " اور جو کچھ تجھے اللہ نے دیا ہے اس سے آخرت کا گھر حاصل کر، اور اپنا حصہ دنیا میں سے نہ بھول، اور بھلائی کر جس طرح اللہ نے تیرے ساتھ بھلائی کی ہے، اور ملک میں فساد کا خواہاں نہ ہو، بے شک اللہ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

دنیا حاصل کرنے میں کوئی قباحت نہیں لہذا کہا گیا ہے: (الدنيا مزرعة الآخرة)()۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے: (الدنيا متجر أولياء الله)() "دنیا خدا کے دوستوں کی تجارت کی جگہ ہے" اس میں وہ اللہ تعالی کے ساتھ تجارت کرتے ہیں ایسی تجارت کہ جس میں کوئی نقصان نہیں۔

جاہلیت کی علامتوں میں سے ایک انتشار اور فرقہ بندی ہے، اللہ تعالی فرماتا ہے: [وَلا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ، مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ](الروم: 31-32)، "اور مشرکوں میں سے نہ ہوجاؤ۔جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور کئی فرقے ہو گئے، سب فرقے اسی سے خوش ہیں جو ان کے پاس ہے۔"

() عوالي اللآلي: ١ / ٢٦٧.
() منهاج البراعة في شرح نهج البلاغة: ٢٠٣/١٥.

اور یہ سب کچھ اس وجہ سے ہے چونکہ انہوں نے اپنا اصلی محور جس کے ارد گرد انہوں نے جمع ہونا تھا اسے کھو دیا ہے اور وہ اللہ تعالی کی توحید ہے اور خانہ کعبہ اس کی علامت،لیکن اللہ تعالی سے دور یہ معاشرہ سب سے پہلے کئی ملکوں میں تقسیم ہو گیا یہاں تک کہ ان ملکوں کی تعداد (180) بلکہ اس سے بھی زیادہ ہے، پھر ایک ہی ملک کے اندر قوموں میں تقسیم ہو گیا، پھر فکری تقسیم بندی کا شکار ہو گیا کہ یہ کمیونسٹ ہے یا سرمایہ دار ہے جبکہ یہ سب ایک ہی ملک کے باشندے ہیں،ان کی قوم ایک ہے، ان کا مذہب ایک ہے،ان کا دین ایک ہے لیکن اپنی آیڈیولوجی کا بیڑا غرق کردیا ہے یہاں تک کہ ایک دین کے اندر بلکہ ایک مذہب کے اندر کئے فرقے ہیں اور ہر فرقہ مذید کئی فرقوں میں تقسیم ہے وغیرہ:

[**كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ**](المؤمنون: 53)، "ہر ایک جماعت اس ٹکڑے پر جو ان کے پاس ہے خوش ہیں۔"

اور اللہ تعالی نے اس بات کی طرف ہماری توجہ دلائی ہے کہ امت کے اندر یہ انتشار اور تفرقہ بندی الہی راستے سے دور ہونے کی سزا ہے۔اللہ تعالی فرماتا ہے: [**قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَى أَن يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّن فَوْقِكُمْ أَوْ مِن تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ أَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَيُذِيقَ بَعْضَكُم بَأْسَ بَعْضٍ انظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُونَ**] (الأنعام: 65)،

"کہہ دو وہ اس پر قادر ہے کہ تم پر عذاب اوپر سے بھیجے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے یا تمہیں مختلف فرقے کر کے ٹکرا دے اور ایک کو دوسرے کی لڑائی کا مزہ چکھا دے، دیکھو ہم کس طرح مختلف طریقوں سے دلائل بیان کرتے ہیں تا کہ وہ سمجھ جائیں۔"

اور اسلام قرآن کریم کے توسط سے انہیں متحد کرنے آیا ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے:

[وَاعْتَصِمُواْ بِحَبْلِ اللّهِ جَمِيعًا وَلاَ تَفَرَّقُواْ وَاذْكُرُواْ نِعْمَةَ اللّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاء فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنتُمْ عَلَىَ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنقَذَكُم مِّنْهَا كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ](آل عمران: 103)

"اور سب مل کر اللہ کی رسی مضبوط پکڑو اور پھوٹ نہ ڈالو، اور اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب کہ تم آپس میں دشمن تھے پھر تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی پھر تم اس کے فضل سے بھائی بھائی ہو گئے، اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے پھر تم کو اس سے نجات دی، اس طرح تم پر اللہ اپنی نشانیاں بیان کرتا ہے تا کہ تم ہدایت پاؤ۔"

[وَإِن يُرِيدُواْ أَن يَخْدَعُوكَ فَإِنَّ حَسْبَكَ اللّهُ هُوَ الَّذِيَ أَيَّدَكَ بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ، وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ لَوْ أَنفَقْتَ مَا فِي الأَرْضِ جَمِيعاً مَّا أَلَّفَتْ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَكِنَّ اللّهَ أَلَّفَ بَيْنَهُمْ إِنَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ] (الأنفال: 62 – 63).

"اور اگر وہ چاہیں کہ تمہیں دھوکہ دیں تو تجھے اللہ کافی ہے، جس نے تمہیں اپنی مدد سے اور مسلمانوں سے قوت بخشی۔اور ان کے دلوں میں الفت ڈال دی، جو کچھ زمین میں ہے اگر سارا تو خرچ کر دیتا ان کے دلوں میں الفت نہ ڈال سکتا لیکن اللہ نے ان میں الفت ڈال دی، بے شک اللہ غالب حکمت والا ہے۔"

جاہلیت کی خصوصیات میں سے ایک موت کا ڈر ہے اور ہر اس چیز کا ڈر جو اس کی طرف اشارہ کرتی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنی آخرت کھودی ہے اور اپنی زندگی کا مقصد صرف اپنی خواہشات و شہوات کی تسکین بنالیا ہے۔

[قُلْ إِن كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الآخِرَةُ عِندَ اللّهِ خَالِصَةً مِّن دُونِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُاْ الْمَوْتَ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ، وَلَن يَتَمَنَّوْهُ أَبَداً بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ وَاللّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمين، وَلَتَجِدَنَّهُمْ أَحْرَصَ النَّاسِ عَلَى حَيَاةٍ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُواْ يَوَدُّ أَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ أَلْفَ سَنَةٍ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهِ مِنَ الْعَذَابِ أَن يُعَمَّرَ وَاللّهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ] (البقرة: 94 – 96)

" کہہ دو اگر اللہ کے نزدیک آخرت کا گھر خصوصیت کے ساتھ سوائے اور لوگوں کے تمہارے ہی لیے ہے تو تم موت کی آرزو کرو اگر تم سچے ہو۔وہ کبھی بھی اس کی ہر گز آرزو نہیں کریں گے ان گناہوں کی وجہ سے جو ان کے ہاتھ آگے بھیج چکے ہیں، اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔اور آپ انہیں زندگی پر سب لوگوں سے زیادہ حریص پائیں گے، اور ان سے بھی جو مشرک ہیں، ہرایک ان میں سے چاہتا ہے کہ کاش اسے ہزار برس عمر ملے، اور اسے عمر کا ملنا عذاب سے بچانے والا نہیں، اور اللہ دیکھتا ہے جو وہ کرتے ہیں۔"

[قُلْ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ هَادُوا إِن زَعَمْتُمْ أَنَّكُمْ أَوْلِيَاءُ لِلَّهِ مِن دُونِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُاْ الْمَوْتَ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ، وَلَا يَتَمَنَّوْنَهُ أَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ](الجمعة: 6-7)

"کہہ دو اے لوگو جو یہودی ہو اگر تم خیال کرتے ہو کہ تم ہی اللہ کے دوست ہو سوائے دوسرے لوگوں کے تو موت کی آرزو کرو اگر تم سچے ہو۔اور وہ لوگ اس کی کبھی بھی تمنا نہ کریں گے بسبب ان (عملوں) کے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجے، اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔"

[فَإِذَا جَاءَ الْخَوْفُ رَأَيْتَهُمْ يَنظُرُونَ إِلَيْكَ تَدُورُ أَعْيُنُهُمْ كَالَّذِي يُغْشَى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ](الأحزاب: 19)، " پھر

جب ڈر کا وقت آجائے تو تو انہیں دیکھے گا کہ تیری طرف دیکھتے ہیں ان کی آنکھیں پھرتی ہیں

جیسے کسی پر موت کی بے ہوشی آئے "،

لیکن قرآن نے ایک ایسا فیصلہ سنایا ہے جس سے فرار ان کے لیے ممکن نہیں: [قُلْ إِنَّ الْمَوْتَ

الَّذِي تَفِرُّونَ مِنْهُ فَإِنَّهُ مُلَاقِيكُمْ ثُمَّ تُرَدُّونَ إِلَى عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ] (الجمعة:

8)

"کہہ دو بے شک وہ موت جس سے تم بھاگتے ہو سو وہ تو ضرور تمہیں ملنے والی ہے، پھر تم اس کی

طرف لوٹائے جاؤ گے جو ہر چھپی اور کھلی بات کا جاننے والا ہے پھر وہ تمہیں بتائے گا جو کچھ تم کیا

کرتے تھے۔"

[قُل لَّن يَنفَعَكُمُ الْفِرَارُ إِن فَرَرْتُم مِّنَ الْمَوْتِ أَوِ الْقَتْلِ وَإِذًا لَّا تُمَتَّعُونَ إِلَّا قَلِيلًا] (الأحزاب: 16)

"کہہ دو اگر تم موت یا قتل سے بھاگو گے تو تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور اس وقت سوائے تھوڑے

دنوں کے نفع نہیں اٹھاؤ گے۔"

[أَيْنَمَا تَكُونُوا يُدْرِككُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ] (النساء: 78)، "تم جہاں کہیں ہو گے موت

تمہیں آہی پکڑے گی اگرچہ تم مضبوط قلعوں میں ہی ہو۔"

[قُل لَّوۡ كُنتُمۡ فِي بُيُوتِكُمۡ لَبَرَزَ ٱلَّذِينَ كُتِبَ عَلَيۡهِمُ ٱلۡقَتۡلُ إِلَىٰ مَضَاجِعِهِمۡ] [آل عمران ۱۵۴]" کہہ دو اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے البتہ (پھر بھی) اپنے گرنے کی جگہ پر باہر نکل آتے وہ لوگ جن پر قتل ہونا لکھا جا چکا تھا۔"

موت سے ڈر صرف ایمان ،عمل صالح ، آخرت سنوارنا ،اللہ کی رضا حاصل کرنے اور اس کے قریب ہونے کے لیے ہونا چاہیے۔

اور مجھے لگتا ہے کہ میں نے یہاں پر ایک مناسب اشارہ کیا ہے اور اس سمت میں کافی سوچنے کا دروازہ کھولا ہے کیونکہ ہماری معاشرتی بیماریوں کے علاج کے لئے سب سے اہم مرحلہ اس بیماری کی درست تشخیص ہے اور پھر مناسب علاج تجویز کرنا ہے۔

مندرجہ بالا جو مختلف نکات بیان کیے اس سے یہ بات سمجھ میں آئی کہ آج بھی انسانوں میں جہالت باقی ہے اور یہ بھی جانا کہ اللہ تعالی کا لطف و کرم اپنے بندوں پر ہمیشہ سے ہے اور کسی۔ خاص قوم سے مختص نہیں ہے،ایسا نہیں کہ کل کی جاہلیت آج کی جاہلیت سے اولی تھی اور اس میں کوئی خاص خصوصیت تھی جس کی وجہ سے اللہ تعالی نے قرآن نازل کیا اور ان کی طرف ایک رسول بھیجا،اور آج کی جاہلیت کو ایسے ہی چھوڑ دیا بلکہ آج بھی زمانہ ایک مصلح اور منجی کا محتاج ہے اور وہ ہے الحجة بن الحسن (أرواحنا له الفداء) بلکہ آج بھی ہم قرآن مجید کے محتاج ہیں جو ہمیں جہالت کی تہہ سے نکال کر اسلام کی چوٹی تک پہنچا سکے۔

قرآن ہمارے امراض کا علاج ہے

پس آیئے ہم سب مل کر انسانی امراض کے علاج معالجے اور انسان کو روحانی کمال تک پہنچانے کے لیے قرآن کی قابلیت اور قدرت سے استفادہ کریں، کیوں کہ قرآن ہمیشہ باقی رہنے والی وحی ہے اور روز قیامت تک بابرکت ہے، اور اس کے ابدی ہونے کی ایک دلیل اس کی بیماریوں کی تشخیص دینے کی اور ہر زمان و مکان میں ہر معاشرے کے لیے دواء مہیا کرنے کی قدرت ہے۔ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ ہم قرآن کی ان صلاحیتوں کی طرف اشارہ کریں اور اس سے اپنے انفرادی اور اجتماعی امراض کے لیے دعا کی التماس کریں۔

جب امت تفرقہ اور انتشار کا شکار ہو تو اس کی دواء اللہ تعالی کا یہ قول ہے: **[وَاعْتَصِمُواْ بِحَبْلِ اللّهِ جَمِيعاً وَلاَ تَفَرَّقُواْ]** **(آل عمران: 103)**،"اللہ تعالی کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ کر رکھو اور آپس میں تفرقہ بازی نہ کرو۔" البتہ اس معرفت کے بعد کہ حبل اللہ سے مراد حدیث شریف کے مطابق قرآن اور اہل البیت (علیہم السلام) ہیں۔

اور جب امت خود اور ڈر کا شکار ہو تو پھر اس کا علاج اللہ تعالی کا یہ قول ہے: **[أَيْنَمَا تَكُونُواْ يُدْرِككُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ]** **(النساء: 78)**" تم جہاں کہیں ہو گے موت تمہیں آہی پکڑے گی اگرچہ تم مضبوط قلعوں میں ہی ہو،"

،[قُلْ إِنَّ الْمَوْتَ الَّذِي تَفِرُّونَ مِنْهُ فإنه مُلاقِيكُمْ](الجمعة: 8). " کہہ دو بے شک وہ موت جس سے تم بھا گتے ہو سو وہ تو ضرور تمہیں ملنے والی ہے۔"

لیکن اگر معاشرہ مصیبتوں اور بلاوں کا شکار ہو تو اس کی شفاء اللہ تعالی کے اس قول میں ہے: [أَمْ حَسِبْتُمْ أَن تَدْخُلُواْ الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُم مَّثَلُ الَّذِينَ خَلَوْاْ مِن قَبْلِكُم مَّسَّتْهُمُ الْبَأْسَاء وَالضَّرَّاء وَزُلْزِلُواْ حَتَّى يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُواْ مَعَهُ مَتَى نَصْرُ اللّهِ أَلا إِنَّ نَصْرَ اللّهِ قَرِيبٌ](البقرة: 214).

" کیا تم خیال کرتے ہو کہ جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ تمہیں وہ (حالات) پیش نہیں آئے جو ان لوگوں کو پیش آئے جو تم سے پہلے ہو گزرے ہیں، انہیں سختی اور تکلیف پہنچی اور ہلا دیے گئے یہاں تک کہ رسول اور جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے بول اٹھے کہ اللہ کی مدد کب ہو گی! سنو بے شک اللہ کی مدد قریب ہے۔"

اور جب لوگ مایوسی کا شکار ہوں تو ان کا علاج اللہ تعالی کا یہ قول ہے: [وَلاَ تَيْأَسُواْ مِن رَّوْحِ اللّهِ إِنَّهُ لاَ يَيْأَسُ مِن رَّوْحِ اللّهِ إِلاَّ الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ] (یوسف: 87)،" اور اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہو، بے شک اللہ کی رحمت سے نا امید نہیں ہوتے مگر وہی لوگ جو کافر ہیں۔"

[وَمَن يَقْنَطُ مِن رَّحْمَةِ رَبِّهِ إِلاَّ الضَّآلُّونَ] (الحجر: 56)،" کہا اپنے رب کی رحمت سے نا امید تو گمراہ لوگ ہی ہوا کرتے ہیں۔"

[إِنَّا لَنَنصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ](غافر: 51). "ہم اپنے رسولوں اور ایمانداروں کے دنیا کی زندگی میں بھی مدد گار ہیں اور اس دن جب کہ گواہ کھڑے ہوں گے۔"

اور اگر ہم دوسروں پر یا وقت پر انحراف اور ناانصافی کی ذمہ داری عائد کرتے ہیں تو پھر ہمیں اللہ تعالی کا یہ قول پڑھنا چاہیے: [**وَمَا أَصَابَكَ مِن سَيِّئَةٍ فَمِن نَّفْسِكَ**](**النساء: 79**) "اور تجھے جو برائی پہنچے وہ تیرے نفس کی طرف سے ہے"

[**إِنَّ اللّهَ لاَ يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّى يُغَيِّرُواْ مَا بِأَنْفُسِهِمْ**](**الرعد: 11**)، "بے شک اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت کو نہ بدلے۔"

[**وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّهُ وَلَكِنْ أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ**](**آل عمران: 117**)." اور اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن وہ اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں۔"

اور اگر لوگ کثرت کے پیچھے بھاگیں اور انکی حالت یہ ہو(حشر مع الناس عید) بغیر کسی بصیرت اور نظریئے کے؛ تو اس کا جواب قرآن نے دیا ہے: [**وَمَا أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ**] (**یوسف: 103**) "اور اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں خواہ تو کتنا ہی چاہے۔"

[**وَإِن تُطِعْ أَكْثَرَ مَن فِي الأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَن سَبِيلِ اللّهِ إِن يَتَّبِعُونَ إِلاَّ الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلاَّ يَخْرُصُونَ**](**الأنعام: 116**)" اور اگر تو اکثریت کا کہا مانے گا جو دنیا میں ہیں تو تجھے اللہ کی راہ سے ہٹا دیں گے، وہ تو اپنے خیال پر چلتے ہیں اور قیاس آرائیاں کرتے ہیں۔"

[**وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللّهِ إِلاَّ وَهُم مُّشْرِكُونَ**] (**یوسف: 106**). " اور ان میں سے اکثر ایسے بھی ہیں جو اللہ کو مانتے بھی ہیں اور شرک بھی کرتے ہیں۔"

معاشرے کے امراض میں سے ایک جس کا قرآن نے علاج کیا ہے(افواہ)() ہے۔ یہ ایک ایسی مہلک بیماری ہے جو معاشرے کو توڑ کر رکھ دیتی ہے،اس کے وجود کو ہلا دیتی ہے اور اس کے افکار کو الجھا دیتی ہے،پس اس کے بارے میں اور اس کے علاج کے بارے میں کہا گیا ہے:

() صدر لاحقاً كتيب عن هذا الموضوع ضمن سلسلة (نحو مجتمع نظيف).

[وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنبِطُونَهُ مِنْهُمْ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا] (النساء: 83)، "اور جب ان کے پاس امن یا ڈر کی کوئی خبر پہنچتی ہے تو اسے مشہور کر دیتے ہیں، اور اگر اسے رسول اور اپنی جماعت کے ذمہ دار اصحاب تک پہنچاتے تو وہ اس کی تحقیق کرتے جو ان میں تحقیق کرنے والے ہیں، اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی مہربانی نہ ہوتی تو البتہ تم شیطان کے پیچھے چل پڑتے سوائے چند لوگوں کے،" اور بہت کچھ جو بیماری دائمی بیماریوں سے نمٹنے کے لیے ہے۔"

قرآن مجید کی معاشرتی اصلاح کے طریقہ کار سے سبق

یہاں پر ہمیں معاشرے کی اصلاح اور اس کی رہنمائی کے لئے قرآن مجید کے طریقہ کار سے حاصل کردہ کچھ دروس کی نشاندہی کرنی چاہئے:

۱۔ کسی خاص صورت حال سے نمٹتے وقت معلولات سے زیادہ علل پر توجہ دینا بہت ضروری ہے، پس جب مریض کسی ۔ ڈاکٹر سے رجوع کرتا ہے اور اس کو جس بیماری میں مبتلا ہے اس کی علامتیں بتا دیتا ہے تو یہاں پر جو چیز اہم ہے وہ ڈاکٹر کا اس بیماری کی علت کو تشخیص دینا ہے اور پھر اس کا علاج معالجہ کرنا ہے، لیکن بیماری کی تشخیص کے بغیر ہی سر درد، پیٹ درد یا بلڈ پریشر کے زیادہ ہونے کا علاج کیا جائے تو یہ درست طریقہ نہیں ہے۔مثلا اگر کوئی کوئی چاہتا ہے کہ وہ خود نمائی اور جوانوں کی غرب زدگی کا علاج کرے جو خمس نہیں نکالتے ہیں یا نماز نہیں پڑھتے

ہیں یا فحاشی کرتے ہیں جیسے شراب پیتے ہیں یا لواط کرتے ہیں یا کہیں زیادہ تر لوگ شریعت کے احکامات پر عمل نہیں کرتے اوریا جان بوجھ کر ان احکام کی مخالفت کرتے ہیں تو ایسے لوگوں سے یہ کہنا کافی نہیں کہ یہ واجب ہے اسے انجام دویا یہ حرام ہے اسے ترک کردو کیونکہ وہ خود مسلمان ہیں اوریہ سب وہ جانتے ہیں، پس یہاں پر ضروری ہے کہ ہم اس مشکل کو تلاش کریں جو ان دینی امور کی انجام دہی میں رکاوٹ بنی ہوئی ہے اور اس کے بعد اس کا علاج کریں۔دینی اثر کے کمزور ہونے کا منشاء معاشرے کا اخلاقی اور اعتقادی پہلو ہے،لہذا قرآن نے مکے میں اپنی پوری توجہ- یعنی اپنے نزول کی شروعات میں - ان دو پہلوؤں پر دی تھی۔ یعنی اسلامی عقاید کو بیان کیا پھر مختلف دلائل کےذریعے ان کا دفاع کیا اور جو اشکالات وارد ہوئے ان کا جواب دیا،اور زیادہ تر فطری دلائل سے استفادہ کیا چونکہ کوئی بھی انسان ان کا انکار نہیں کرسکتا،روز قیامت پیش آنے والے مناظر انہیں بتایا، پچھلی امتوں میں خدا کی سنت کے بارے میں بتایا، ان کو وعظ و نصیحت کی تاکہ ان کی عقل بیدار ہوجائے اور ان کے دل پاک ہوجائیں، اور اس کے بعد ان پر احکام واجب کردیئے تو انہوں نے انہیں قبول کرلیا، ہر ہم جانتے ہیں کہ مکہ میں زمان تربیت مدینے کی نسبت زیادہ تھا، اوریہی سے ہم یہ سبق لیتے ہیں کہ معلولات کی نسبت علل و اسباب پر زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

۲۔ یہاں پر دوسرے سبق کے متعلق بات ہوگی جو نفس اور معاشرے کی اصلاح کےلیے قرآن کے بتائے ہوئے طریقہ کار سے لیا گیا ہے اور وہ کسی۔ مسلمان کی شخصیت کے اخلاقی اور نظریاتی پہلو کو تعمیر کرنے کی ضرورت ہے،اور اس اخلاقی اور اعتقادی تعمیر میں قرآن کریم نے مختلف اسالیب اور طریقوں پر اعتماد کیا ہے اور میں نے انہیں اپنے دروس میں (فلنرجع إلى الله) بیان کیا ہے اور وہاں پر ہم نے کہا: اس نے تین جہانوں کا راستہ اختیار کیا ہے جو انسان کے دسترس میں ہیں(العقل، القلب، الروح) مثلا آسمان سےنعمتوں کا عدم نزول،زمین کا اپنی برکتوں کو روک دینا، برے لوگوں کا معاشرے پر مسلط ہوجانا اور دعاوں کا قبول نہ ہونا، قرآن ان سب کی وجہ لوگوں کا اللہ کے قانون سے دوری اور فریضہ امر بمعروف اور نہی از منکر کا ترک قرار دیتا ہے،پس جو بھی ان برے نتائج سے بچنا چاہتا ہے تو اپنا یہ فیضہ ادا کرے۔حدیث میں ہے:(**إذا تركتم الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر نزعت عنكم البركات ونزلت عليكم البلّيات وسلطت عليكم شراركم ثم تدعون فلا يستجاب لكم**)()۔

"جب تم امر بمعروف اور نہی از منکر چھوڑ دیتے ہو تو آپ سے برکات چھین لی جاتی ہیں ،تمہارے اوپر مصیبتیں نازل کی جاتی ہیں اور تم پر تم سے ہی برے لوگ مسلط کردیئے جاتے ہیں پھر جب تم دعا کرتے ہو تو پھر تمھاری دعا قبول نہیں ہوتی۔"

()تهذيب الأحكام: ٦ / ١٧٦.

جن اسالیب اور طریقوں کی طرف ہم نے اشارہ کیا ان میں سے سرفہرست موت کے مناظر،موت کے بعد کے مناظر،قیامت کے دن کے مناظر، کافروں اور فاسقوں کی جہنم میں اور اپنے شیاطین کے ساتھ گفتگو اور جو لوگ اللہ تعالی کے قوانین سے منہ موڑتے ہیں ان کی سزا کی یاد دہانی، کو پیش کرنا ہے۔اللہ تعالی کا قول ہے: [**دَمَّرَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَلِلْكَافِرِينَ أَمْثَالُهَا**] (محمد: 10)،[**فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ**] (آل عمران: 11)، "جس طرح فرعون والوں اور اُن سے پہلے لوگوں کا معاملہ تھا، انہوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا پھر اللہ نے اُن کے گناہوں کے سبب سے انہیں پکڑا، اور اللہ سخت عذاب والا ہے۔"

اور اس فطری حقیقت کے اقرار کے بدلے ان پر بے حساب نعمتیں نازل کرنا: [**هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ**] (الرحمن: 60)، " نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا اور کیا ہے۔" پھر اس خوشی کا بیان جو انسانی دل ، زندگی اور معاشرے کو برقرار رکھتی ہے اگر وہ خدا کے قانون کے مطابق ہو۔[**وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَى آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ**](الأعراف:96)." اور اگر بستیوں والے ایمان لے آتے اور ڈرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین سے نعمتوں کے دروازے کھول دیتے۔"

عقیدہ اور اخلاق یہ دو، انسان کی زندگی کے مقصد کو بیان کرتے ہیں اور اس ہدف کے حصول کےلیے اس کےلیے راستہ بھی معین کرتے ہیں، مثال کے طور پر ، اگر میں کسی۔ رفاہی منصوبے کے لئے چندہ دینا چاہتا ہوں یا کسی۔ نادار شخص کی مدد کرنا چاہتا ہوں ، تو دو لوگوں میں سے

کون اس میں جلدی کرے گا: مومن جو اللہ تعالی کی رضا چاہتا ہے اور اس سے عوض چاہتا ہے یا وہ شخص جو دین سے دور ہے اور جس کا سارا ہم و غم اپنی دولت میں اور اضافہ کرنا ہے: [قَدْ يَئِسُوا مِنَ الآخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ أَصْحَابِ الْقُبُورِ] (الممتحنة: 13)، "تو آخرت سے ایسے نا امید ہو گئے کہ جیسے کافر اہلِ قبور سے نا امید ہو گئے۔"

پس پہلا شخص اس کام میں جلدی سے حصہ لے گا چونکہ اس کے پیچھے محرک اس کا عقیدہ اور اخلاق ہے اور مومن کا ہدف اللہ تعالی ہے، پس آخرت کے بیٹے بنو اور دنیا کے بیٹے مت بنو۔پس امت کے زوال کی وجہ زندگی کے اصلی ہدف کو فراموش کرنا ہے جس کی وجہ سے یہ سیدھے راستے سے ہٹ گئی: [وَأَنَّ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ ذَلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ] (الأنعام: 153). "اور بے شک یہی میرا سیدھا راستہ ہے سو اسی کا اتباع کرو، اور دوسرے راستوں پر مت چلو وہ تمہیں اللہ کی راہ سے ہٹا دیں گے، (اللہ نے) تمہیں اسی کا حکم دیا ہے تا کہ تم پرہیز گار ہو جاؤ۔"

پس ہم نے لوگوں کے دلوں اور ذہنوں میں موجود خلاء کو پر کرنا ہے تا کہ وہ لوگ صحیح راستے کا انتخاب کریں اور اللہ تعالی کی مرضی کے مطابق اپنی زندگی گزاریں اور ہمیں چاہیے کہ ہم دلوں کو زندہ کرنے کے لیے، انہیں نرم کرنے کے لیے، ان کی اصلاح کے لیے قرآن کے بتائے ہوئے

راستے کا انتخاب کریں یعنی پہلے ان کے عقاید کو ٹھیک کریں جو کہ حقیقت میں اخلاق فاضلہ کا منشاء ہیں:

[أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَن تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ] (الحدید: 16)."کیا ایمان والوں کے لیے اس بات کا وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی نصیحت اور جو دین حق نازل ہوا ہے اس کے سامنے جھک جائیں، اور ان لوگوں کی طرح نہ ہوجائیں جنہیں ان سے پہلے کتاب (آسمانی) ملی تھی پھر ان پر مدت لمبی ہو گئی تو ان کے دل سخت ہو گئے، اور ان میں سے بہت سے نافرمان ہیں۔"

یہ ایک ایسا دروازہ ہے جس میں مفکرین اور تربیت کرنے والوں کو داخل ہونا چاہئے اور وہ دروازہ وعظ و نصیحت میں ،دلوں کو زندہ کرنے میں قرآن کریم اور اس کی تمام آیات شریفہ ہیں اگر عاقل ان میں غور وفکر کرے گا تو اپنی زندگی گزارنے کے طور طریقوں پر ضرور نظر ثانی کرے گا، جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے: [كَمْ تَرَكُوا مِن جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ، وَزُرُوعٍ وَمَقَامٍ كَرِيمٍ، وَنَعْمَةٍ كَانُوا فِيهَا فَاكِهِينَ، كَذَلِكَ وَأَوْرَثْنَاهَا قَوْمًا آخَرِينَ، فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ وَمَا كَانُوا مُنظَرِينَ] (الدخان: 25 – 29).

"کتنے انہوں نے باغات اور چشمے چھوڑے ہیں۔اور کھیتیاں اور مقام عمدہ۔اور نعمت کے ساز و سامان جس میں وہ مزے کیا کرتے تھے۔اسی طرح ہوا، اور ہم نے ان کا ایک دوسری قوم کو وارث کر دیا۔پس ان پر نہ آسمان رویا اور نہ زمین اور نہ ان کو مہلت دی گئی۔"

اور میں آپ کو دو کتابوں (القلب السلیم) کو پڑھنے کی نصیحت کرتا ہوں جس کی دو جلدیں ہیں پہلی جلد عقاید کے بارے میں ہے اور دوسری جلد اخلاق کے متعلق ہے اور یہ دونوں ایک مخلص اور پاک دل سے نکلی ہیں۔

۳۔ لوگوں کی رہنمائی، ہدایت اور اصلاح آہستہ آہستہ کریں اور نرمی سے ان کا ہاتھ تھام لیں ،مثال کے طور پر، آہستہ آہستہ شراب پینے سے منع کرنا-اس لیے کہ یہ عادت اس معاشرے میں لوگوں کے دل دماغ میں رچ بس چکی تھی- تو قرآن نے اسے کئی مراحل میں حرام قرار دیا اور سب سے پہلا مرحلہ یہ تھا: [**يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ**] (**البقرة: 219**)، " آپ سے شراب اور جوئے کے متعلق پوچھتے ہیں، کہہ دو ان میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے کچھ فائدے بھی ہیں۔"ان میں سے بعض نے کہا ہم اسے نہیں پئیں گے چونکہ یہ گناہ ہے اور اللہ تعالی نے فحاشی حرام قرار دی ہے ان میں سے کچھ ظاہری گناہ ہیں اور کچھ باطنی گناہ ہیں، اور بعض نے کہا ہم تھوڑی سی پی لیتے ہیں چونکہ اس میں منافع موجود ہیں، پھر اللہ تعالی کا فرمان آیا: [**لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنتُمْ سُكَارَى**

حَتَّىٰ تَعْلَمُواْ مَا تَقُولُونَ] (النساء: 43)، " اے ایمان والو! جس وقت تم نشہ میں ہو تو نماز کے نزدیک نہ جاؤ یہاں تک کہ سمجھ سکو کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔" پھر کچھ لوگوں نے اسے ترک کردیا اور کہا ہم شراب نہیں پیئیں گے چونکہ یہ نماز کے منافی ہے، پھر سورہ مائدہ کی آیت نازل ہوئی جس نے پکا شراب پینا حرام قرار دیا: [يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالأَنصَابُ وَالأَزْلاَمُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ] (المائدة: 90). " اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور فال کے تیر سب شیطان کے گندے کام ہیں سو ان سے بچتے رہو تاکہ تم نجات پاؤ۔"

اور خود قرآن کریم ۲۳ سال کی طولانی مدت میں نازل ہوا جس کا ہدف مختلف زمانوں ، مکانوں اور مختلف حالات میں لوگوں کی مختلف صلاحیتوں اور لیول کے حساب سے ان کے امراض اور مشکلات کا درمان تھا۔

اور ممکن ہے اس درجہ بندی اور تدرج کی مختلف شکلیں ہوں مثلا جب ہم چاہتے ہیں کہ معاشرے کسی۔ ظاہری بیماری کا علاج کریں-جیسے کسی۔ قبیلے کے رسم و رواج- تو ہم پہلے مرحلے میں ہم ان کی صداقت ، افادیت کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کریں گے پھر ان کی جگہ پر دوسرے آپشنز پر بات کریں گے، جب ان کے ذہنوں میں یہ شکوک و شبہات اثر کریں گے تو وہ دوسرے آپشنز کی طرف متوجہ ہوجائیں گے اور انہیں تبدیل کرنے کے لیے آمادہ ہونگے، تو اس وقت انہیں توڑ دیا جائے گا لیکن اگر ایک دم سے بغیر کسی۔ مقدمے کے انہیں توڑنے کی

کوشش کی جائے تو یہ شروعات میں ہی ناکام ہوجائے گا۔اور یہ انسان کی فطرت میں شامل ہے کہ جو چیز اسے وراثت میں ملی ہے اور جس چیز سے وہ مانوس ہے اس کا احترام کرتا ہے اور اگر کوئی اسے بدلنا چاہے تو وہ سارے لوگ اس کے مخالف ہوجاتے ہیں جو اس سے مانوس ہیں اور اس کے لیے احترام کے قائل ہیں۔

جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ) رسالت پر مبعوث ہوئے تو انہوں نے براہ راست بتوں کو نہیں چھیڑا بلکہ انہوں (صلی اللہ علیہ وآلہ) علی (علیہ السلام) اور خدیجۃ (علیہا السلام) نے اللہ تعالی کی عبادت کی قریش کے سامنے لیکن اسے کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچایا، لیکن آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ) نے مختلف سوالات کے لیے دروازہ کھول دیا : کہ یہ تینوں کیا کررہے ہیں ؟ اور یہ کس کی عبادت کررہے ہیں؟ انہوں نے اپنی قوم کا طریقہ کیوں چھوڑ دیا ؟ اور ان میں یہ شجاعت اور ایمان راسخ کہاں سے آیا جس نے انہیں سب کے سامنے لا کر کھڑا کردیا۔ ان سوالوں کی وجہ سے کچھ لوگوں نے اسلام قبول کرلیا- کتاب سیرہ میں عبداللہ بن مسعود کے قصے کی طرف رجوع کریں- قریش نے اس کی مخالفت نہیں کی ، کیونکہ اس نے ان کو مشتعل نہیں کیا اور براہ راست ان کو نہیں چھیڑا۔

۴۔ امت کو دین کے اصول کی طرف متوجہ کرنا چونکہ امت کا وجود صرف انہیں کے ذریعے حفظ ہوتا ہے خاص طور پر جب معلوم ہو کہ ان (صلی اللہ علیہ وآلہ) کے بعد امت ان سے روگردانی

کرے گی اور انہیں نظر انداز کرے گی، لہذا انھوں نے ان پر بہت تاکید کی یعنی امر بمعروف و نہی از منکر، مومنین کے لیے امامت اور ولایت، کافروں سے جنگ، رشتہ داروں سے مودت، قرآن اور عترت سے تمسک، مساجد، نماز جماعت اور نماز جمعہ کی مواظبت کرنا، لیکن ابھی آنحضرت (صلی اللہ علیہ والہ) رخصت بھی نہیں ہوئے تھے امت نے سب کچھ بھلادیا اور انحراف کا شکار ہو گئ۔خیر ونیکی اور اصلاح کی معاشرے میں واپسی۔ کےلیے ضروری ہے مذکورہ امور کے کرادار کو مستقل بنیادوں پر امت کی زندگی میں واپس لایا جائے۔

۵۔ جو شخص معاشرے کی اصلاح چاہتا ہے، اس کی ہدایت چاہتا ہے، حامل قرآن ہے، مبلغ دین ہے تو جتنا ہوسکے اس کی مشکلات کو کم کیا جائے جن کا وہ سامنے کررہا ہے اور اس کو حوصلہ دینا چاہیے، اللہ تعالی کا فرمان ہے: [**المص، كِتَابٌ أُنزِلَ إِلَيكَ فَلاَ يَكُن فِي صَدرِكَ حَرَجٌ مِّنهُ لِتُنذِرَ بِهِ وَذِكرَى لِلمُؤمِنِين**](الأعراف: 1-2)، "ا ل م ص ۔یہ کتاب تیری طرف بھیجی گئی ہے تاکہ تو اس کے ذریعے سے ڈرائے اور اس سے تیرے دل میں تنگی نہیں ہونی چاہیے اور یہ ایمان والوں کے لیے نصیحت ہے۔"

و[**فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ بَعضَ مَا يُوحَى إِلَيكَ وَضَآئِقٌ بِهِ صَدرُكَ أَن يَقُولُواْ لَولاَ أُنزِلَ عَلَيهِ كَنزٌ أَو جَاء مَعَهُ مَلَكٌ**] (هود: 12)، "پھر شاید آپ اس میں سے کچھ چھوڑ بیٹھیں گے جو آپ کی طرف وحی

کیا گیا ہے اور ان کے اس کہنے سے آپ کا دل تنگ ہوگا کہ اس پر کوئی خزانہ کیوں نہ اتر آیا یا اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہ آیا۔"

[وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلاَّ بِاللّهِ وَلاَ تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلاَ تَكُ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُونَ، إِنَّ اللّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَواْ وَّالَّذِينَ هُم مُّحْسِنُونَ] (النحل: 127 – 128)، "اور صبر کر اور تیرا صبر کرنا اللہ ہی کی توفیق سے ہے، اور ان پر غم نہ کھا اور ان کے مکروں سے تنگ دل نہ ہو۔بے شک اللہ ان کے ساتھ ہے جو پرہیز گار ہیں اور جو نیکی کرتے ہیں۔"

[لَتُبْلَوُنَّ فِي أَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُواْ الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُواْ أَذًى كَثِيراً وَإِن تَصْبِرُواْ وَتَتَّقُواْ فَإِنَّ ذَلِكَ مِنْ عَزْمِ الأُمُورِ] (آل عمران: 186)، "البتہ تم اپنے مالوں اور جانوں میں آزمائے جاؤ گے، اور البتہ پہلی کتاب والوں اور مشرکوں سے تم بہت بد گوئی سنو گے، اور اگر تم نے صبر کیا اور پرہیز گاری کی تو یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے۔"

سب سے لطیف تعبیر اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے: **[وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا] (الطور: 48)**،" اور اپنے رب کا حکم آنے تک صبر کر، کیونکہ بے شک آپ ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں۔"

قرآن کی بہت ساری سورتوں کا ہدف نزول یہی تھا جیسے سورہ یوسف اس وقت نازل ہوئی جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ) ہجرت سے پہلے مکہ میں ایک مشکل دور سے گزر رہے تھے جب ان کے یارو مددگار ابو طالب اور حضرت خدیجہ (علیہما السلام) فوت ہوئے اور عملی طور پر قریش کے اسلام سے مایوس ہو گئے اور مکہ کو چھوڑ کر کہیں اور پناہ لینے کی کوشش کی جیسے طائف لیکن اس کی توفیق نہ ہوئی اور مومنین پر دنیا تنگ کر دی گئی، اس وقت ان پر سورہ یوسف نازل ہو گئی اور ان کو یہ قصہ سنایا کہ کیسے حضرت یوسف کے بھائیوں نے اپنے چھوٹے بھائی کے خلاف سازش کی اور اسے گڑھے میں پھینک دیا، جس کا مطلب فطری اسباب کے مطابق موت ہے۔ لیکن خداتعالیٰ ایک قافلہ بھیجتا ہے جو اسے بچاتا ہے اور اسے بادشاہ مصر کے گھر بیچا جاتا ہے پھر وہ عزیز مصر کی بیوی اور دوسری عورتوں کی سازش کا شکار ہوجاتا ہے پھر اسے زندان میں ڈال دیا جاتا ہے لیکن اللہ تعالی اسے زندان سے نجات دیتا ہے اور اسے خوابوں کی تعبیر سکھاتا ہے اور پھر اس کی برکت سے وہ مصر کا خزانچی بن جاتا ہے اور بعد میں اپنے اچھے اخلاق اور حسن تدبیر سے مصر کا بادشاہ بن جاتا ہے، یہاں پر اس کے سازشی بھائی پہنچ جاتے ہیں، اس کے سامنے ذلیل ہوجاتے ہیں اور یہ اپنے ،مہربان اور بڑے دل سے انہیں معاف کردیتا ہے اور ان سے کہتا ہے: [**لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ**] (یوسف: 92)، "

کہا آج تم پر کوئی الزام نہیں، اللہ تمہیں بخشے، اور وہ سب سے زیادہ مہربان ہے۔" اور خدا اسے اپنے باپ اور بھائی کے ساتھ دوبارہ جوڑ دیتا ہے۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ) نے انہیں کلمات کا استعمال کیا جب قریش نے ان کے ساتھ بھی یہی کیا یہاں تک کہ اللہ تعالی نے اس کی مدد کی اور اسے ان کے گھر مکہ میں ان پر فتح نصیب کی تو آنحضرت نے اپنے بھائی یوسف کی بات دہرائی اور کہا(صلی اللہ علیہ وآلہ): **(لا تثریب علیکم الیوم اذھبوا فانتم الطلقاء)**" آج تمہارے اوپر کوئی الزام نہیں تم آزاد ہو۔" یہ ان سے پوچھنے کے بعد بولا کہ تم کیا سوچ رہے ہو کہ میں تمہارے ساتھ کیا کرنے والا ہوں تو انہوں نے کہا: **(أخ کریم وابن عم کریم)**()، اور یہ ان کی طرف سے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ) کی بلند ذات کا اقرار تھا۔

۶۔ لوگوں کو سیکھنے سکھانے اور سوچنے کی ترغیب دینا اور ہر اس چیز کی تشویق کرنا جو انسان کو اللہ تعالی کے قریب کردے اور اس کے علم میں اضافہ کردے۔کہا جاتا ہے کہ قرآن مجید میں پانچ سو سے زیادہ آیتیں ہیں جو علم اور تفکر کی ترغیب دلاتی ہیں، علماء کی تعریف کرتی ہیں اور جہل و جاہلوں کی مذمت کرتی ہیں اور ان کے انجام کو بیان کرتی ہیں،یہاں تک کہ قرآن نے صفت علم ،فقه اور اللہ تعالی کی معرفت کو دشمنوں کے مقابلے میں مومنین کی قوت کو دس برابر قرار دیا ہے اور مندرجہ ذیل آیت سے اس بات کا استفادہ کیا گیا ہے: **[یَا أَیُّهَا النَّبِیُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِینَ عَلَی**

() تفسیر نور الثقلین: ۲ / ٤٦٠.

الْقِتَالِ إِن يَكُن مِّنكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُواْ مِئَتَيْنِ وَإِن يَكُن مِّنكُم مِّئَةٌ يَغْلِبُواْ أَلْفاً مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُواْ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لاَّ يَفْقَهُونَ] (الأنفال: 65)" اے نبی! مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دو، اگر تم میں بیس آدمی ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو وہ سو پر غالب آئیں گے، اور اگر تم میں سو ہوں گے تو ہزار کافروں پر غالب آئیں گے اس لیے کہ وہ لوگ کچھ نہیں سمجھتے۔" جبکہ صبر فتح کے اہم اراکین میں سے ہے اس کو قوت میں ایک برابر اضافہ قرار دیا۔ اللہ تعالی کا قول ہے:

[الآنَ خَفَّفَ اللّهُ عَنكُمْ وَعَلِمَ أَنَّ فِيكُمْ ضَعْفاً فَإِن يَكُن مِّنكُم مِّئَةٌ صَابِرَةٌ يَغْلِبُواْ مِئَتَيْنِ وَإِن يَكُن مِّنكُمْ أَلْفٌ يَغْلِبُواْ أَلْفَيْنِ بِإِذْنِ اللّهِ وَاللّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ](الأنفال: 66)." اب اللہ نے تم سے بوجھ ہلکا کر دیا اور معلوم کر لیا کہ تم میں کس قدر کمزوری ہے، پس اگر تم سو ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو دو سو پر غالب آئیں گے، اور اگر ہزار ہوں گے تو اللہ کے حکم سے دو ہزار پر غالب آئیں گے، اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔"

طاغوت اور کفار سے روبرو ہونے کی فقہ

یہ فقہ زندگی کے ہر پہلو کو شامل ہے۔ کفار اور طاغوت سے ارتباط برقرار رکھنے کے متعلق جسے کفار سے روبرو ہونے کی فقہ کا بھی نام دیا جاسکتا ہے قرآن کہتا ہے؟ اللہ تعالی کا فرمان ہے: [وَلاَ تَهِنُواْ فِي ابْتِغَاء الْقَوْمِ إِن تَكُونُواْ تَأْلَمُونَ فَإِنَّهُمْ يَأْلَمُونَ كَمَا تَأْلَمونَ وَتَرْجُونَ مِنَ اللّهِ مَا لاَ يَرْجُونَ

وَكَانَ اللَّهُ عَلِيماً حَكِيماً] (النساء: 104)، "اور ان (دشمن) لوگوں کا تعاقب کرنے سے ہمت نہ ہارو، اگر تم تکلیف اٹھاتے ہو تو وہ بھی تمہاری طرح تکلیف اٹھاتے ہیں، حالانکہ تم اللہ سے جس چیز کے امیدوار ہو وہ نہیں ہیں، اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے۔"

جہاں نقصان دونوں طرف برابر ہے تو ان کی ملاقات سے فرار کیوں؟ فرق یہ ہے کہ آپ آخرت میں اللہ کی طرف جو کچھ ملنے والا ہے اس سے پر امید ہو اور اس میں کوئی نقصان نہیں لیکن ان کے لیے اللہ کے پاس سوائے دردناک عذاب کے کچھ نہیں جس کی وہ امید رکھیں۔

اللہ تعالی کا قول ہے: [وَظَنُّوا أَنَّهُم مَّانِعَتُهُمْ حُصُونُهُم مِّنَ اللَّهِ فَأَتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوا وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُونَ بُيُوتَهُم بِأَيْدِيهِمْ وَأَيْدِي الْمُؤْمِنِينَ فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ] (الحشر: 2).
"حالانکہ تمہیں ان کے نکلنے کا گمان بھی نہ تھا، اور وہ یہی سمجھ رہے تھے کہ ان کے قلعے انہیں اللہ سے بچا لیں گے پھر اللہ کا عذاب ان پر وہاں سے آیا کہ جہاں کا ان کو گمان بھی نہ تھا، اور ان کے دلوں میں ہیبت ڈال دی، کہ اپنے گھروں کو خود اپنے اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے اجاڑنے لگے، پس اے آنکھوں والو عبرت حاصل کرو۔"

اللہ تعالی کا فرمان ہے: [مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ وَمَنْ حَوْلَهُم مِّنَ الْأَعْرَابِ أَن يَتَخَلَّفُوا عَن رَّسُولِ اللَّهِ وَلَا يَرْغَبُوا بِأَنفُسِهِمْ عَن نَّفْسِهِ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ لَا يُصِيبُهُمْ ظَمَأٌ وَلَا نَصَبٌ وَلَا مَخْمَصَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَطَؤُونَ مَوْطِئًا يَغِيظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُونَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا إِلَّا كُتِبَ لَهُم بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ

الْمُحْسِنِين، وَلاَ يُنفِقُونَ نَفَقَةً صَغِيرَةً وَلاَ كَبِيرَةً وَلاَ يَقْطَعُونَ وَادِياً إِلاَّ كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّهُ أَحْسَنَ مَا كَانُواْ يَعْمَلُونَ] (التوبة: 120 – 121)

"مدینہ والوں اور ان کے آس پاس دیہات کے رہنے والوں کےلیے یہ مناسب نہیں تھا کہ اللہ کے رسول سے پیچھے رہ جائیں اور نہ یہ کہ اپنی جانوں کو اس کی جان سے زیادہ عزیز سمجھیں، یہ اس لیے ہے کہ انہیں اللہ کی راہ میں جو تکلیف پہنچتی ہے پیاس کی یا ماندگی کی یا بھوک کی یا وہ ایسی جگہ چلتے ہیں جو کافروں کے غصہ کو بھڑکائے اوریا کافروں سے کوئی چیز چھین لیتے ہیں ہر بات پر ان کے لیے عمل صالح لکھا جاتا ہے، بے شک اللہ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔اور جو وہ تھوڑا یا بہت خرچ کرتے ہیں یا کوئی میدان طے کرتے ہیں تو یہ سب کچھ ان کے لیے لکھ لیا جاتا ہے تاکہ اللہ انہیں ان کے اعمال کا اچھا بدلہ دے۔"

پھر کیوں اللہ تعالی نے جو چیز ہم سے مانگی ہے؛ کوشش،مال وغیرہ اس کی ادائیگی میں ہم سستی کا مظاہرہ کرتے ہیں؟ کیوں لوگوں سے جب ان کے ذمے شرعی حقوق مانگے جاتے ہیں جیسے خمس و ذکات تو اسے ادا کرنے میں قیل وقال سے کام لیتے ہیں اور اللہ تعالی پر بھروسہ نہیں کرتے؟

اللہ تعالی کا فرمان ہے: [ثُمَّ نُنَجِّي رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا كَذَلِكَ حَقًّا عَلَيْنَا نُنجِ الْمُؤْمِنِينَ] (یونس: 103)۔" پھر ہم بچا لیتے ہیں اپنے رسولوں کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لاتے ہیں، اسی طرح ہمارا ذمہ ہے کہ ایمان والوں کو بچا لیں۔"

اور ان میں سے کچھ آیات سورہ مبارکہ محمد میں سے ہیں، اور اگر آپ اپنی روح، فکر اور دل کو بنی نوع انسان کی زندگی کے اس خوشگوار وقت کی طرف منتقل کرسکیں اور یہ تصور کرسکیں کہ آپ رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور انکے آس پاس کی اس مومن جماعت میں شامل ہیں جو اس رسالت کے آغاز سے ہی اس مشکل وقت میں ان کے ساتھ تھے اور جب قریش کے مقابلے میں ان کی تعداد کم تھی اور قریش بہت تکلیف دیتے تھے یہاں تک کہ جنگ احزاب کے بعد مشرکین دب گئے اور مایوسی کا شکار ہو گئے اور پہل کرنے کی ڈور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ) کے ہاتھ آگئی اور فتوحات کا سلسلہ جاری رہا،؛ فتح خیبر سے لے کر فتح مکہ اور طائف تک پھر یمن اور پھر پورے جزیرہ کی فتح تک،آپ تصور کریں کہ آپ وہاں پر موجود ہیں اور آپ پر یہ عظیم قرآنی خطاب نازل ہوتا ہے،آپ کے رب کی طرف سے جو کہ آپ کے امور کی تدبیر کرتا ہے اور زمین و آسمانوں کا خالق ہے، آپ سے براہ راست گفتگو کرتا ہے:

[بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ] [الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ أَضَلَّ أَعْمَالَهُمْ، وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَآمَنُوا بِمَا نُزِّلَ عَلَى مُحَمَّدٍ وَهُوَ الْحَقُّ مِن رَّبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَأَصْلَحَ بَالَهُمْ، ذَلِكَ بِأَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَأَنَّ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِن رَّبِّهِمْ كَذَلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ لِلنَّاسِ أَمْثَالَهُمْ، فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتَّى إِذَا أَثْخَنتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً حَتَّى تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا ذَلِكَ وَلَوْ يَشَاءُ اللَّهُ لَانتَصَرَ مِنْهُمْ وَلَكِن لِّيَبْلُوَ بَعْضَكُم بِبَعْضٍ وَالَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَلَن يُضِلَّ أَعْمَالَهُمْ، سَيَهْدِيهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ، وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ، يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ، وَالَّذِينَ كَفَرُوا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَأَضَلَّ أَعْمَالَهُمْ، ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ كَرِهُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ، أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ دَمَّرَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَلِلْكَافِرِينَ أَمْثَالُهَا، ذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ مَوْلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَأَنَّ الْكَافِرِينَ لَا مَوْلَى لَهُمْ ()، إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يَتَمَتَّعُونَ وَيَأْكُلُونَ كَمَا تَأْكُلُ الْأَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ، وَكَأَيِّن مِّن قَرْيَةٍ هِيَ أَشَدُّ قُوَّةً مِّن قَرْيَتِكَ الَّتِي أَخْرَجَتْكَ أَهْلَكْنَاهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ، أَفَمَن كَانَ عَلَى بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّهِ كَمَن زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُم] (محمد: 1-14)

()یہ آیت مومنین کے رو برو ہونےکے عمومی ڈھانچے کو بیان کرتی ہے کہ ان کا ایک مولی ہے ان کا ایک مالک ہے جو ان کی دیکھ بھال کرتا ہے اور ان کی پرورش ، خوشی اور کامیابی کا خیال رکھتا ہے اور وہ اللہ تعالی و تبارک ہے جبکہ کفار کا کوئی سرپرست نہیں بلکہ ان کا سرپرست شیطان ہے جو کہ کمزور ہے،جب سامنا ہوتا ہے تو فرار کرجاتا ہے اور ان کو ذلیل کرتا ہے۔ اور جس وقت شیطان نے ان کے اعمال کو ان کی نظروں میں خوشنما کر دیا اور کہا کہ آج کے دن لوگوں میں سے کوئی بھی تم پر غالب نہ ہوگا اور میں تمہارا حمایتی ہوں، پھر جب دونوں فوجیں سامنے ہوئیں تو وہ اپنی ایڑیوں پر الٹا پھرا اور کہا میں تمہارے ساتھ نہیں ہوں میں ایسی چیز دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے میں اللہ سے ڈرتا ہوں، اور اللہ سخت عذاب کرنے والا ہے۔

" وہ لوگ جو منکر ہوئے اور انہوں نے لوگوں کو بھی اللہ کے راستہ سے روکا تو اللہ نے ان کے اعمال برباد کر دیے۔اور وہ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے اور جو کچھ محمد پر نازل کیا گیا اس پر بھی ایمان لائے حالانکہ وہ ان کے رب کی طرف سے برحق بھی ہے، تو اللہ ان کی برائیوں کو مٹا دے گا اور ان کا حال درست کرے گا۔یہ اس لیے کہ جو لوگ منکر ہیں انہوں نے جھوٹ کی پیروی کی اور جو لوگ ایمان لائے انہوں نے اپنے رب کی طرف سے حق کی پیروی کی، اسی طرح اللہ لوگوں کے لیے ان کی مثالیں بیان کرتا ہے۔پس جب تم ان کے مقابل ہو جو کافر ہیں تو ان کی گردنیں مارو، یہاں تک کہ جب تم ان کو خوب مغلوب کرلو تو ان کی مشکیں کس لو، پھر یا تو اس کے بعد احسان کرو یا تاوان لے لو یہاں تک کہ لڑائی والے اپنے ہتھیار ڈال دیں، یہی (حکم) ہے، اور اگر اللہ چاہتا تو ان سے خود ہی بدلہ لے لیتا لیکن وہ تمہارا ایک دوسرے کے ساتھ امتحان کرنا چاہتا ہے، اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہیں اللہ ان کے اعمال برباد نہیں کرے گا۔جلدی انہیں راہ دکھائے گا اور ان کا حال درست کر دے گا۔اور انہیں بہشت میں داخل کرے گا جس کی حقیقت انہیں بتا دی ہے۔اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جمائے رکھے گا۔اور جو منکر ہیں سو ان کے لیے تباہی ہے اور وہ ان کے اعمال اکارت کر دے گا۔یہ اس لیے کہ انہیں نے ناپسند کیا جو اللہ نے اتارا ہے، سو اس نے ان کے اعمال ضائع کر دیے۔کیا انہوں نے زمین میں سیر نہیں کی کہ وہ دیکھتے

ان کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے، اللہ نے انہیں ہلاک کر دیا اور منکروں کے لیے ایسی ہی (سزائیں) ہیں۔یہ اس لیے کہ اللہ ان کا حامی ہے جو ایمان لائے اور کفار کا کوئی بھی حامی نہیں۔بے شک اللہ انہیں داخل کرے گا جو ایمان لائے اور نیک کام کیے بہشتوں میں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، اور جو کافر ہیں وہ عیش کر رہے ہیں اور اس طرح کھاتے ہیں جس طرح چار پائے کھاتے ہیں اور دوزخ ان کا ٹھکانہ ہے۔اور کتنی ہی بستیاں تھیں جو آپ کی اس بستی سے طاقت میں بڑھ کر تھیں جس کے رہنے والوں نے آپ کو نکال دیا ہے، ہم نے انہیں ہلاک کر دیا تو ان کا کوئی بھی مددگار نہ ہوا۔پس کیا وہ شخص جو اپنے رب کی طرف سے واضح دلیل پر ہو وہ اس جیسا ہو سکتا ہے جسے اس کے برے عمل اچھے کر کے دکھائے گئے ہوں اور انہوں نے اپنی ہی خواہشوں کی پیروی کی ہو۔"

[وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُم فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا وَمَن كَفَرَ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ] (النور: 55).

"اللہ نے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے جو تم میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کیے کہ انہیں ضرور ملک کی حکومت عطا کرے گا جیسا کہ ان سے پہلوں کو عطا کی تھی، اور ان کے لیے جس دین کو پسند کیا ہے اسے ضرور مستحکم کر دے گا اور البتہ ان کے خوف کو امن سے بدل

دے گا، بشرطیکہ میری عبادت کرتے رہیں اور میرے ساتھ کسی۔ کو شریک نہ کریں، اور جو اس کے بعد ناشکری کرے وہی فاسق ہوں گے۔"

اس دوران میں، وہ ان منافقین کی کوششوں سے آگاہ کرتا ہے جو مومنین کا کفار سے روبرو ہونے کا مذاق اڑاتے ہیں اور ان کے کم امکانات کا مسخرہ کرتے ہیں لیکن اس بات سے غافل ہیں کہ مومنین کی طاقت کا راز ان کا اللہ تعالی سے ارتباط ہے،اللہ تعالی فرماتا ہے: [**إِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ غَرَّ هَؤُلاءِ دِينُهُمْ وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّهِ فَإِنَّ اللّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ**](**الأنفال**: 49). "اس وقت منافق اور جن کے دلوں میں مرض تھا کہتے تھے کہ انہیں ان کے دین نے مغلوب کر رکھا ہے، اور جو کوئی اللہ پر بھروسہ کرے تو اللہ زبردست حکمت والا ہے۔"

اور اسی سیاق میں مندرج ہیں: کفار کے ساتھ روبرو ہونے کی فقہ- اللہ تعالی کی مدد، غلبہ اور زمین کی وراثت کے سارے وعدے، کہ عاقبت انہی کی ہے، اور اللہ تعالی انہی کے ساتھ ہے، اور اللہ تعالی کی طرف سے سکون لے کر فرشتے ان پر نازل ہوتے ہیں، ان سے ڈر اور خوف کا رفع کرنا، ان سے معاملہ کرنا اور ان سے جنت کے بدلے ان کے نفوس کو خریدنا، اس کے ساتھ ہی خداتعالی پر قرض دوگنا کرنا اور اس کے لئے خرچ کرنا۔ یہ مختصر کتاب ہے ان تمام تفصیلات کی یہاں گنجائش نہیں۔

سب سے بڑی حقیقت جسے قرآن اس مورد میں ثابت کرتا ہے وہ یہ ہے کہ فتح اور شکست خارجی دشمن - کفار- کے سامنے حقیقت میں اپنے داخلی دشمن یعنی نفس امارہ جو کہ شیطان ہے، کی فتح اور شکست کی فرع ہے،آپ دیکھتے ہو کہ جب مومنین سے زمین کی خلافت اور اس کی وراثت کی بات ہوتی ہے اور جو کچھ اس میں ہے، تو سب سے پہلی بات اصلاح نفس کی ہوتی ہے اور احکام الیہ کو اپنے نفس پر نافذ کرنے کی ہوتی ہے، اللہ تعالی فرماتا ہے: [**وَنُرِيدُ أَن نَّمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ، وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا مِنْهُم مَّا كَانُوا يَحْذَرُونَ**](**القصص**: 5 – 6)، "اور ہم چاہتے تھے کہ ان پر احسان کریں جو ملک میں کمزور کیے گئے تھے اور انہیں سردار بنا دیں اور انہیں وارث کریں۔اور انہیں ملک پر قابض کریں اور فرعون اور ہامان اور ان کے لشکروں کو وہ چیز دکھا دیں جس کا وہ خطرہ کرتے تھے۔"

پس پہلے ان کو آئمہ قرار دیا یعنی ان کی ذات کو پاک کیا اور اس بات پر زور لگایا کہ کفار پر فتح کی کوئی قیمت نہیں جب یہ فتح شیطان پر فتح سے متصل نہ ہو اور عمل اللہ تعالی کے لیے خالص نہ ہو، چونکہ اگر عمل اللہ تعالی کی رضا کے لیے نہ ہو تو ان میں اور کفار میں کوئی فرق نہیں، دونوں کے دونوں اہل دنیا ہیں اور آخرت میں ان کے لیے کوئی نصیب نہیں۔

مثال کے طور پر، احد کی لڑائی میں مسلمانوں کی شکست اور ان کو جو تکلیف دہ نقصان پہنچا، اس دوران اللہ سبحانہ ان سے مخاطب ہوا: **[إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْاْ مِنكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُواْ](آل عمران: 155)** "بے شک وہ لوگ جو تم سے پیٹھ پھیر گئے جس دن دونوں فوجیں ملیں سو شیطان نے ان کے گناہ کے سبب سے انہیں بہکا دیا تھا،"

پس ان کی شکست اور ان کا پیٹھ دکھانا یہ سب کچھ ان گناہوں کی وجہ سے تھا جن کا یہ مرتکب ہوچکے تھے،اس کے مقابلے میں اللہ تعالی فرماتا ہے: **[إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ](محمد: 7)**،" اگر تم اللہ کی مدد کروگے تو اللہ بھی تمہاری مدد کرے گا"

اور اللہ کی مدد اس کی اطاعت کے ساتھ ہوتی ہے ورنہ وہ ہر چیز سے غنی ہے، جو آیت گزر چکی **[وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ]**،

یہاں پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) مجاہدین کے ایک گروہ سے جو کہ جنگ سے واپس آرہے تھے، مخاطب ہوئے اور فرمایا: **(مرحبا بكم، قضيتم الجهاد الأصغر وبقي عليكم الجهاد الأكبر. قيل: وما هو يا رسول الله؟ قال: جهاد النفس)()**.

" خوش آمدید ابھی تم جہاد اصغر سے لوٹ رہے ہو ابھی جہاد اکبر باقی ہے تو کہا گیا وہ کیا ہے یا رسول اللہ ؟ فرمایا: وہ جہاد النفس ہے۔"

() الكافي: ١٢/٥ ، باب: وجوه الجهاد.

صہیونی وجود ،بیماری کی ایک علامت ہے ، لہذا بیماری کی جڑ کا علاج کریں

جب مسلمان ناجائزصیہونی حکومت کی بات کرتے ہیں اور اسے مٹانے کی کوشش کرتے ہیں تو انہیں اس بات پر توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ یہ بیماری کی علامتوں میں سے ایک علامت کے سوا کچھ نہیں جوکہ امت اسلامی کے بدن پر ظاہر ہوچکی ہے اور ایک مرض کی نشاندہی کررہی ہے جو کہ اس بدن میں چھپا ہوا ہے وہی ان علامتوں کی اصل ہے،اور وہ مرض مسلمانوں کا الہی تعلیمات کی روشنی میں زندگی گزارنے سے دوری ہے،پس انہیں مرض کو چھوڑ کر فقط علامتوں کا علاج نہیں کرنا چاہیے، ان کی مثال ایسے ہی ہوگی جیسے کوئی بلفائٹینگ گرونڈ میں جارہا ہو- یہ مفکرین میں سے ایک کی تشبیہ ہے[1]-

اور بپھرا ہوا بیل اپنا پورا زور، غصہ اور طاقت سرخ کپڑے پر لگاتا ہے اور اس پہلوان سے غافل ہے جس نے وہ سرخ کپڑا اٹھا یا ہوا ہے یہاں تک کہ بہت آسانی سے یہ پہلوان اس کی گردن میں خنجر سے وار کرتا ہے اور اسے مار دیتا ہے اور اس بیل کو پتہ تک نہیں چلتا اور وہ مرجاتا ہے-ہماری حالت وہ بیل والی حالت نہیں ہونی چاہیے-پس آپ دیکھتے ہو کہ امت دشمن پر فتح کے اتنا ہی قریب ہوتی ہے جتنا وہ اپنے نفس پر فتح کے قریب ہوتی ہے اور جتنی مقدار میں وہ اللہ تعالی کی طرف لوٹتی ہے-

---

(1) وهو: الشيخ جودة سعيد.

قرآن مجید میں داستانیں دہرانے کا فائدہ

امت کے افکار،عقاید اور سلوک میں اگر کوئی خلل موجود ہے یا کسی۔ خراب حالت کو سدھارنا ہے یا کوئی نقص ہے اسے دور کرنا ہے تو اس پر مسلسل اور استمرار کے ساتھ توجہ دینے کی ضرورت ہے،ایک دفعہ اس کے علاج معالجے پر توجہ دینا کافی نہیں، آپ کو قرآن میں بعض انبیاء کے قصے ملیں گے جو دس دس دفعہ تکرار ہوچکے ہیں لیکن ہر ایک کا ذائقہ، اثر اور کردار ھدف کے حصول میں مختلف ہے اگرچہ سب کا مضمون ایک ہی کیوں نہ ہو۔

جب ہم مردوں کے سامنے عورت کی بے پردگی کا مسئلہ حل کرنا چاہتے ہیں جو شیطان کا روپ دھار چکی ہے ، شیطان جو لوگوں کو اللہ تعالی کی اطاعت اور ذکر سے روک دیتا ہے،وہ ابلیس کے اس قول کی حقیقی مصداق بن چکی ہے: [**لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ، ثُمَّ لَآتِيَنَّهُمْ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ**] (**الأعراف**: 16 – 17)،" کہا جیسا تو نے مجھے گمراہ کیا ہے میں بھی ضرور ان کی تاک میں تیری سیدھی راہ پر بیٹھوں گا۔ پھر ان کے پاس ان کے آگے ان کے پیچھے ان کے دائیں اور ان کے بائیں سے آؤں گا، اور تو اکثر کو ان میں سے شکر گزار نہیں پائے گا۔"

یہ فاسق اور فاحشہ عورتیں مردوں کو گمراہ کرنے کےلیے مختلف طریقے اپناتی ہیں اور انہیں گناہ میں ڈال دیتی ہیں، جیسے بن سنور کر راستے میں بیٹھ جانا،یونیورسٹیز کے اندر پرکشش

حرکتیں،اپنے جسم کی نمائش، کھیل اور فن کے نام سے فحش مناظر پیش کرنا۔ جب ہم معاشرے کی اس مہلک بیماری کا علاج کرنا چاہتے ہیں تو اس کے علاج معالجہ کے اوپر کئی کتابیں لکھنے کی ضرورت ہے: منحرف معاشرتی مظاہر پر ایک کتاب، خواتین کے مسائل پر ایک کتاب ،معاشرے کی اخلاقیات کو ختم کرنے میں کھیل اور فن کے اثرات پر ایک کتاب، یونیورسٹی کے طلباء کے مسائل ، ان کے تحفظات اور امنگوں پر ایک کتاب ، جوانی پر انہی مضامین کے ساتھ ایک کتاب، خاندانی فقہ پر ایک کتاب جس میں شریعت کی تعلیمات کے مطابق خاندانی اور معاشرتی تعلقات شامل ہوں وغیرہ، کیونکہ یہ ایک بہت ہی سنگین مشکل ہے اور زندگی کے ہر شعبے میں یہ موجود ہے اور ہر شعبے میں اس کی شکل و صورت دوسرے شعبے میں موجود شکل و صورت سے مختلف ہوتی ہے، معاشرے کے جن طبقات کو یہ کتابیں مخاطب کرتی ہیں ان سے یہ مشکلات کم نہیں، نتیجے کے طور پر جب تمام جہات سے اس پر کام ہوگا تو اس کی صورت بھی کامل اور واضح ہوجائے گی[1].

۸۔ انسان کی ہدایت کے لیے مختلف طریقے استعمال کرنا اور چونکہ انسان کے لیے تین عالم ہیں؛ نفس ،عقل اور قلب لہذا آپ دیکھتے ہیں کہ حضرت انسان کبھی ان تینوں پر مسلط ہوجاتا ہے اور ان تینوں کے ذریعے کوشش کرتا ہے کہ وہ اپنے جیسے دوسرے انسانوں کو

[1] () تم إصدار كتيبات ونشرات تغطي كل هذه المحاور المذكورة بفضل الله تبارك وتعالى.

اللہ تعالی کی اطاعت کے قریب کردے اور میں نے اس حوالے سے اپنے دروس میں کافی کچھ بیان کیا ہے۔(پس قرآن کی طرف لپٹتے ہیں).

اور آپ دیکھتے ہیں کہ وہ فطرت کے بارے میں بات کرتا ہے اور اس طرف متوجہ کرتا ہے اور کچھ احادیث میں قرآن کے نزول کی وجہ(**ليستثير كوامن فطرتهم**)،"انسان میں پوشید فطرت کو جگانا بتایا گیا ہے۔"وجدان اس کی واضح اور معتبر دلیل ہے اور اس میں کسی۔ قسم کی بحث اور مناقشہ نہیں،،پس اللہ تعالی کی بات غور سے سنو جب وہ اثبات صانع کے سلسلے میں فطرت سے مخاطب ہے: [**أَفَرَأَيْتُم مَّا تُمْنُونَ، أَأَنتُمْ تَخْلُقُونَهُ أَمْ نَحْنُ الْخَالِقُونَ**]،[**أَفَرَأَيْتُم مَّا تَحْرُثُونَ، أَأَنتُمْ تَزْرَعُونَهُ أَمْ نَحْنُ الزَّارِعُونَ**]،[**أَفَرَأَيْتُمُ الْمَاءَ الَّذِي تَشْرَبُونَ، أَأَنتُمْ أَنزَلْتُمُوهُ مِنَ الْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ الْمُنزِلُونَ**]،[**أَفَرَأَيْتُمُ النَّارَ الَّتِي تُورُونَ، أَأَنتُمْ أَنشَأْتُمْ شَجَرَتَهَا أَمْ نَحْنُ الْمُنشِؤُونَ**](**الواقعة: 58 – 72**)،

"بھلا دیکھو (تو) (منی) جو تم ٹپکاتے ہو۔ کیا تم اسے پیدا کرتے ہو یا ہم ہی پیدا کرنے والے ہیں۔ بھلا دیکھو جو کچھ تم بوتے ہو۔ کیا تم اسے اگاتے ہو یا ہم اگانے والے ہیں۔ بھلا دیکھو تو سہی وہ پانی جو تم پیتے ہو۔ کیا تم نے اسے بادل سے اتارا ہے یا ہم اتارنے والے ہیں۔ بھلا دیکھو تو سہی وہ آگ جو تم سلگاتے ہو۔ کیا تم نے اس کا درخت پیدا کیا ہے یا ہم پیدا کرنے والے ہیں۔"

اللہ تعالی تعالی فرماتا ہے جب وہ گنہگار انسان کی مذمت کرتا ہے: **[هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ]** **(الرحمن: 60)**،"اور جب انسان اللہ تعالی کی نعمتوں سے غافل ہوتا ہے تو فرماتا ہے: **[وَإِن تَعُدُّواْ نِعْمَتَ اللّهِ لاَ تُحْصُوهَا]** **(ابراهيم: 34)**." اور اگر اللہ کی نعمتیں شمار کرنے لگو تو انہیں شمار نہ کرسکو گے،"

قرآن کے کردار کو کیسے بحال کیا جائے؟

اور اب میں اپنے اس سوال کی طرف آتا ہوں جسے میں نے بیان کیا ہے کہ انسان کی زندگی میں قرآن کو کیسے واپس لے کر آئیں اور اس سے استفادہ کریں۔ یہ ذمہ داری دو طرفہ ہے: معاشرہ اور حوزہ جو کہ امت کی بیداری ،اس کی سوچ اور اس کی دینی سطح کی علامت ہے۔ جیسا کہ ہم نے پہلے بھی کہا ہے کہ معاشرے کے اندر حوزہ علمیہ کی سب سے اہم ذمہ داری معاشرے کے اندر صحیح طریقے سے جس طرح سے قرآن چاہتا ہے، قرآن کے مفاہیم ،نظریات، اخلاقیات اور اعتقادات کو بیان کرنا ہے- جن میں سے بعض کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے- تاکہ قوم کی زندگی میں وہ فعال کرادار ادا کرسکے اور یہ کام کئی چینلز کے ذریعے ہوسکتا ہے جیسے منبر حسینی ،لیکچرز،سیمینارز، جمعے کے خطبے، جماعت، کتب ، میگزینس اور پمفلٹس وغیرہ۔

لیکن اس سے پہلے قرآن کو لازمی طور پر حوزوی نصاب میں واپس لانا ہوگا اور یہ دو لیولز پر ہوگا:

پہلا لیول: ابتدائی علوم یعنی مقدمات اور سطوح ابتدائی، ان کے لیے قرآنی نصاب مندرجہ ذیل ہوگا ():

۱۔ قرآن مجید کو حفظ کرنا اور تلاوت کرنا، عربی زبان کے قواعد کے مطابق اسے ریکارڈ کرنا، اور قانونی ڈھانچے کے اندر اس کی تجوید کے قواعد پر عبور حاصل کرنا۔

۲۔ الفاظ کی اجمالی تفسیر کرنا اگرچہ مفردات کی شرح کی حد تک ہو جیسا کہ تفسیر شبر اور اس جیسی دوسری تفاسیر، تاکہ طالب علم قرآن کے معانی سے افکار عمومی حاصل کرسکے۔

۳۔ علوم قرآن کا مطالعہ اور اس کے لیے بہترین کتاب (البیان) ہے یا مقدمۃ کتاب آلاء الرحمن جو کہ تفسیر شبر کی پہلی چھاپ میں بیان ہوا ہے۔

۴۔ قرآن کے مختلف علوم میں مقابلے کروانا اور کامیاب ہونے والوں میں انعام تقسیم کرنا۔

دوسرا لیول: ہائر سٹڈیز اور یہ کئی مراحل میں ہوگا:

() أدخل سماحة الشيخ هذه المفردات كلها في برامج الدراسة في جامعة الصدر الدينية التي يشرف عليها.

۱۔علوم قرآن میں سپیشل سٹڈیز کا دروازہ کھول دینا،اور اس کے لیے بہترین وقت ہائر سٹڈیز کی تکمیل کے بعد کا زمانہ ہے تاکہ متخصص طالب علم اپنا نصاب خود ہی تیار کر سکے اور کچھ موجودہ کتابیں اس طالب علم کی اہلیت کو دریافت کرنے کے لئے ایک خاص ٹیسٹ کے انعقاد کے بعد استعمال کی جاسکتی ہیں جو اس شعبے میں مہارت حاصل کرنا چاہتا ہے۔اور اس پڑھائی کے لیے بھر پور وقت نکالے اور ساتھ متعلقہ وسائل اور امکانات بھی میسر ہوں تاکہ وہ مدرس قرآن،مفسر قرآن یا محقق قرآن بن سکے۔

۲۔ قرآن کی تفسیر کا گہرائی سے مطالعہ جہاں تک تمام قرآن یا آیات اور اس سے منتخب کردہ حصئوں کا تعلق ہے تو ، وہ ایک خاص مقصد کو پورا کرتے ہیں یا ممکن ہے متن کے عنوان سے تفاسیر میں سے کسی۔ ایک تفسیر کا انتخاب کرے اور استاد اس کی تشریح کرے اور اس پر اظہار نظر کرے اور جہاں تک ممکن ہے دوسری تفاسیر اور مصادر سے مفید معلومات بھی اضافہ کرے۔میری ناقص رای کے مطابق دو بہترین مصدر المیزان اور فی ظلال القرآن ہیں چونکہ تفسیر میں ان میں سے ہر ایک کی ایک خاص جہت ہوتی ہے جو دوسری میں نہیں ہوتی اور یہ بات وہ جانتا ہے جسے ان دونوں کی معرفت ہو۔

۳۔ کائنات اور زندگی میں قرآن کے مفاہیم،اس کے تصورات، نظریات اور اس کے فلسفے پر مشتمل نصاب تیار کرنا جب طالب علم نے گذشتہ مطالعہ میں قرآن کے الفاظ کی اجمالی تفسیر پڑھی ہو، اور یہ چیزیں قرآن کا موضوعاتی مطالعہ کرنے سے حاصل ہوتی ہیں نہ تحلیلی اور تجزیاتی اگرچہ یہ طریقہ ہی اس کےلیے بنیاد اور اساس ہے، میں نے اپنی دستخطی کتاب (مدخل إلی تفسیر القرآن) میں ان دو طریقوں کا موازنہ کیا ہے ، جس کے لئے یہ تحقیق ایک تعارف ہے۔

یہ علمی موضوعات پر فوکس کرتا ہے یعنی وہ موضوعات جن کا حقیقی زندگی سے سرو کار ہے چاہے وہ عقاید ہوں،اخلاق ہو یا فکر ہو، مثال کے طور پر تقوی،صبر،فقه،توحید، امامت، ولایت،شیطان،معاد،مسلم معاشرے کی بنیادیں اور اس کی تباہی کے عوامل ، امید،موعظہ و عبرت، معاشروں میں اور امتوں میں اللہ تعالی کی سنتیں۔ وغیرہ،تب ہمارے بہت سارے افکار بدل جائیں گے چونکہ موجودہ زمانے میں قرآن کے الفاظ کےلیے جو عادی معانی ہیں یہ ان معانی پر لاگو نہیں ہوتے اور اس کی وجہ من گھڑت تاویلیں، اپنی من پسند تفسیریں،ہوا و ہوس کا غلبہ،تعصبات اور بد خواہوں کے حملے وغیرہ ہیں۔

قرآنی اصطلاح میں فقه اور فقیه

ہم نے تھوڑی دیر پہلے قرآن کی اصطلاح میں جاہلیت کا مفہوم ،جاہل معاشرے کی صفات و خصوصیات اور ان کے مقابلے میں الہی صفات جنہیں قرآن بیان کرتا ہے، بیان کیا ۔اور اب

میں حوزوی لفظ (**الفقہ**) کی قرآنی فہم بیان کروں گا۔ہمارے نزدیک فقہ کا جو رائج معنی ہے وہ ہے احکام شرعیہ کا علم جبکہ قرآن کی اصطلاح میں فقہ سے مراد اللہ تعالی کی معرفت ہے اور ان دونوں کے درمیان کسی۔ قسم کا ملازمہ نہیں ہے ان کے درمیان نسبت عام و خاص من وجہ کی ہے۔

قرآن کی آیت ہے: [**فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ** (۱۲۲ **سورہ توبہ**) "سو کیوں نہ نکلا ہر فرقے میں سے ایک حصہ تاکہ دین میں سمجھ پیدا کریں اور جب اپنی قوم کی طرف واپس آئیں تو ان کو ڈرائیں تاکہ وہ بچتے رہیں۔"ہم جانتے ہیں کہ تقوی معرفت الہی سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ اس کا منشاء روح،نفس اور عقل ہے اور دل میں تقویٰ اورعلم کے حصول کے بعد، وہ شرعی احکام کو سیکھنے اور اس کا اطلاق کرنے کی ترغیب دیتا ہے،آپ خود ہی اس کا تجربہ کرسکتے ہیں۔فقہ کی کتابیں پڑھو اور شروع سے لے کر آخر تک اس میں دقیق غور وفکر کرو اور پھر دیکھو کہ اس سے کچھ حاصل ہوا یا آپ کے تقوی میں کچھ اضافہ ہوا کہ نہیں؟ہم نے بہت سارے فقیہ دیکھے،اصطلاحی معنی میں، جو دنیا میں غرق تھے اور اللہ تعالی سے کوسوں دور۔

قرآن اس طرح کے فقیہ کے بارے میں قصہ بیان کرتا ہے: [وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِي آتَيْنَاهُ آيَاتِنَا فَانسَلَخَ مِنْهَا فَأَتْبَعَهُ الشَّيْطَانُ فَكَانَ مِنَ الْغَاوِينَ، وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَاهُ بِهَا وَلَكِنَّهُ أَخْلَدَ إِلَى الْأَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِن تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَث ذَّلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ] (الأعراف: 175 – 176). "اور انہیں اس شخص کا حال سنا دے جسے ہم نے اپنی آیتیں دی تھیں پھر وہ ان سے نکل گیا پھر اس کے پیچھے شیطان لگا تو وہ گمراہوں میں سے ہو گیا۔اور اگر ہم چاہتے تو ان آیتوں کی برکت سے اس کا رتبہ بلند کرتے لیکن وہ دنیا کی طرف مائل ہو گیا اور اپنی خواہش کے تابع ہو گیا، اس کا تو ایسا حال ہے جیسے کتا، اس پر تو سختی کرے تو بھی ہانپے اور اگر چھوڑ دے تو بھی ہانپے، یہ ان لوگوں کی مثال ہے جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا، سو یہ حالات بیان کر دے شاید کہ وہ فکر کریں۔"

شواہد بتا رہے ہیں کہ فقہ کا معنی اللہ تعالی کی معرفت ہے اور آیات شریفہ میں اس کا محل قلب بیان ہوا ہے، جبکہ احکام شرعیہ کا محل عقل ہے، اللہ تعالی فرماتا ہے: [رَضُوا بِأَن يَكُونُوا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لاَ يَفْقَهُونَ] (التوبة: 87)، "وہ خوش ہیں کہ پیچھے رہ جانے والی عورتوں کے ساتھ رہ جائیں اور ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی ہے سو وہ نہیں سمجھتے۔" اسی طرح اللہ تعالی کا فرمان ہے: [لَهُمْ قُلُوبٌ لاَّ يَفْقَهُونَ بِهَا] (الأعراف: 179). "ان کے دل ہیں کہ ان سے سمجھتے نہیں۔"

لہذا آیت نے اس فقہ کو یعنی اللہ تعالی کی معرفت،مبدا اور معاد کی معرفت کو طاقت میں دس گنا اضافے کا سبب قرارر دیا۔اللہ تعالی کافرمان ہے: **[يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ إِن يَكُن مِّنكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُواْ مِئَتَيْنِ وَإِن يَكُن مِّنكُم مِّئَةٌ يَغْلِبُواْ أَلْفاً مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُواْ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لاَّ يَفْقَهُونَ] (الأنفال: 65).** " اے نبی ! مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دو، اگر تم میں بیس آدمی ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو وہ سو پر غالب آئیں گے، اور اگر تم میں سو ہوں گے تو ہزار کافروں پر غالب آئیں گے اس لیے کہ وہ لوگ کچھ نہیں سمجھتے۔"

رسول اللہ(صلى الله عليه وآله) کی حدیث بھی اسی معنی پر تاکید کرتی ہے، فرمایا: **(ألا أخبركم بالفقيه حقاً؟ من لم يقنط الناس من رحمة الله ولم يؤمنهم من عذاب الله ولم يؤيسهم من روح الله، ولم يرخص في معاصي الله ولم يترك القرآن رغبة عنه إلى غيره، ألا لا خير في علم ليس فيه تفهم، ألا لا خير في قراءة ليس فيها تدبر، ألا لا خير في عبادة ليس فيها تفقه)**()

" کیا میں تمھیں حققی فقیہ کے بارے میں نہ بتاوں؟ فقیہ ایسا شخص ہے جو لوگوں کو خدا سے مایوس نہیں کرتا،لوگوں کو عذاب الہی سے امن میں نہیں رکھتا،انہیں گناہ کرنے کی اجازت نہیں دیتا،دوسری چیزوں میں ان کی دلچسپی کی وجہ سے انہیں قرآن ترک کرنے کی اجازت نہیں دیتا،پس ہوشیار رہو: جس علم میں فہم نہ اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے،ہوشیار رہو:

() بحار الأنوار: ٤٩/٢، باب: صفات العلماء وأصنافهم، حديث ٨.

جس پڑھائی میں تدبر نہ ہواس کا کوئی فائدہ نہیں،ہوشیار رہو جس عبادت میں تفقہ نہ ہو اس کا کوئی فائدہ نہیں۔"یہ کتاب وسائل میں تھی۔دوسرے مصادر () میں اس حدیث کا بقیہ بھی ہے:

(فإنه إذا كان يوم القيامة نادى مناد: يا أيها الناس إن أقربكم من الله تعالى مجلساً أشدكم له خوفاً، وإن أحبكم إلى الله أحسنكم عملاً، وإن أعظمكم عند الله نصيباً أعظمكم فيما عنده رغبة، ثم يقول عز وجل: لا أجمع لكم اليوم خزي الدنيا وخزي الآخرة، فيأمر لهم بكراسي فيجلسون عليها، وأقبل عليهم الجبار بوجهه وهو راض عنهم وقد أحسن ثوابهم).

"بے شک قیامت کے دن ایک منادی آواز دے گا:ائے لوگو تم میں سے سب سے زیادہ اللہ تعالی کے قریب وہ شخص ہے جو اللہ تعالی سے سب سے زیادہ ڈرتا ہے اور تم میں سے سب سے زیادہ اللہ تعالی کو وہ شخص پسند جس کا عمل سب سے زیادہ اچھا ہو اور تمہارا نصیب اللہ تعالی کے پاس سب سے زیادہ اس چیز میں ہوگا جو اللہ تعالی کو سب سے زیادہ پسند ہے، پھر اللہ تعالی فرمائے گا:آج میں آپ کو دنیا وآخرت کی ذلت نہیں دونگا ، پھر حکم دے گا ان کے لیے کرسیاں لے کر آو پھر وہ ان میں بیٹھ جائیں گے اور اللہ تعالی اس حال میں انکی طرف رخ کرے گا کہ وہ ان سے راضی ہوگا اور ان کو بہترین ثواب دے گا۔"

() مدينة البلاغة: صفحة ٩٨، عن كتاب الجعفريات.

پس آپ نے دیکھا کہ ہر وہ چیز فقیہ کی صفات میں سے ہے جو اللہ کے قریب کردے،ایک اور حدیث میں امیر المومنین(علیہم السلام) نے فرمایا ہے: **(كانت الفقهاء والحكماء إذا كاتب بعضهم بعضاً كتبوا ثلاثاً ليس معهن رابعة: من كانت الآخرة همته كفاه الله همه من الدنيا، ومن أصلح سريرته أصلح الله علانيته، ومن أصلح فيما بينه وبين الله عز وجل أصلح الله فيما بينه وبين الناس)(1).**

"فقہاء اور حکماء جب ایک دوسرے کو خط لکھتے تھے تو اس میں تین چیزیں ضرور بیان کرتے تھے جن کی چھوتھی نہیں ہوتی تھی: جس شخص کا ہدف آخرت ہو خداوند اس کے دنیوی اہداف خود پورے کرتا ہے، جوشخص اپنے باطن کی اصلاح کرتا ہے اللہ تعالی اس کے ظاہر کی اصلاح کرتا ہے،اور جو شخص اپنے اور خدا کے درمیان معاملات کو ٹھیک رکھتا ہے اللہ تعالی اس کے اور لوگوں کے درمیان معاملات کو درست رکھتا ہے۔"

ابا الحسن (علیہ السلام) سے حدیث ہے: **(من علامات الفقه الحلم والعلم والصمت، إن الصمت باب من أبواب الحكمة وإن الصمت يكسب المحبة وإنه دليل على كل خير)(2).**

" فقاہت کی علامات میں سے بردباری،علم اور خاموشی ہے،یقینا خاموشی حکمت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے، بے شک خاموشی محبت لے آتی ہے اور ہر نیکی کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔"

---

(1) الخصال: صفحة ١٢٩ باب الثلاثة.
(2) الاختصاص: ٢٣٢.

اور اس معنے کا استفادہ دوسری دو حدیثوں سے بھی ممکن ہے۔خصال میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے نقل ہے: (**صنفان من أمتي إذا صلحا صلحت أمتي وإذا فسدا فسدت أمتي: الأمراء والفقهاء**)()" میری امت کے دو گروہ جب بھی ٹھیک ہونگے میری امت ٹھیک ہوگی اور اگر یہ دونوں فاسد ہوجائیں تو پوری امت فاسد ہوجائے گی، پوچھا گیا، وہ کون ہیں؟ فرمایا: فقہا اور حکمران۔"

اور وسائل میں امالی سے:علماء کی جگہ قراء آیا ہے، جب قراء کے ساتھ آنے والی حدیث کو شامل کریں گے تو ہمیں معنی مذکور مل جائے گا۔

پس واضح ہو گیا کہ قرآنی اصطلاح میں فقیہ اور حوزوی اصطلاح میں فقیہ کے درمیان عام و خاص من وجہ کی نسبت ہے۔ممکن ہے ایک شخص قرآنی اصطلاح میں فقیہ ہو لیکن حوزوی اصطلاح میں فقیہ نہ ہو کیونکہ بہت سارے عرفا ایسے ہیں جو صاحب کرامات ہیں لیکن علوم حوزوی میں اجتہاد کے درجے تک نہیں پہنچے اور کبھی اس کے برعکس پس ایک شخص ممکن ہے ایسا ہو جس کا دماغ اصولی ، عقلی، اورفقہی علوم سے بھرا ہو حتی دقیق مسائل میں وہ ماہر ہو لیکن اس کا دل یاد خدا سے خالی ہو، اگر اس سے آپ تہذیب نفس،سیر و سلوک الی اللہ ، تصفیہ باطن اور تطہیر قلب کے بارے میں پوچھیں گے تو حیران رہ جائے گا،اس کا بندہ قرآن

() تقدم مصدره في بداية الكتاب.

کی اصلاح میں فقیہ نہیں ہے اور ان میں کامل وہ جس میں دونوں معنے اکھٹے ہوں جیسے ہمارے علما ہیں جو فقہ و اصول و عرفان میں بہت ہی بڑے مقام تک پہنچے ہیں اور اس حدیث شریف: (**الفقهاء أمناء الرسل**)() میں فقہا سے مراد یہی فقہاء ہیں۔ اس قرآنی نظر کے ساتھ ، ہمیں احادیث کو سمجھنا چاہئے تا کہ ہم ان بلند معانی سے محروم نہ ہوں۔

قرآن کے کردار کو فعال کرنے میں حوزہ کی مسؤولیت

میں یہاں پر صرف ایک حدیث کی طرف اشارہ کرتا ہوں جو معاشرے کی تعلیم و تربیت، رہنمائی اور اصلاح کے متعلق حوزہ علمیہ کی ذمہ داری بیان کرتی ہے۔رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) سے روایت ہے:

" انہوں نے خطاب کیا ،اللہ تعالی کی کی تعریف کی پھر مسلمانوں کے کچھ فرقوں کا ذکر کیا ،ان کی تعریف کی ، پھر کہا: یہ کیسے لوگ ہیں جو اپنے ہمسایوں سے نہیں سیکھتے، ان کے بارے میں غور وفکر نہیں کرتے، انکی احوال پرسی نہیں کرتے؟ خدا کی قسم یا تو یہ اپنے ہمسائیوں کو تعلیم دیں،ان کی احوال پرسی کریں ، ان کی خبر رکھیں یا پھر اسی دنیا میں ان کو سخت سزا مل جائے گی، پھر وہ اترے اور اپنے گھر چلے گئے،اس کے بعد اصحاب رسول اللہ(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے کہا اس کلام سے مراد کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا: ہم نہیں جانتے کہ

() بحار الأنوار: ٣٦/٢ حديث ٣٨.

اس سے مراد کون لوگ ہیں البتہ اشعری فقہا اور علماء ہیں جنہیں اپنے ہمسایوں کی کوئی خبر نہیں۔ تو اشاعرہ کی ایک جماعت جمع ہو گئی اور رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آئی اور کہا: آپ نے مسلمانوں کے کچھ طائفوں کی تعریف کی اور ہماری ملامت کی ،بات کچھ سمجھ میں نہیں آئی؟ پس رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ) نے کہا: اپنے ہمسایوں کو تعلیم دو ،ان کی احوال پرسی کرو، انہیں امر بمعروف اور نہی از منکر کرو وگرنہ اس دنیا میں ہی تمہیں سزا مل جائے گی، تو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ ہمیں ایک سال کی مہلت دو ،ایک سال میں ہم انہیں تعلیم دیں گے اور وہ تعلیم حاصل کریں گے، پس ان کو ایک سال کی مہلت دی پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ) نے اس آیت کی تلاوت کی: [**لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَىٰ لِسَانِ دَاوُودَ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذَلِكَ بِمَا عَصَوا وَّكَانُوا يَعْتَدُونَ، كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَن مُّنكَرٍ فَعَلُوهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ**])(1).

"بنی اسرائیل میں سے جو کافر ہوئے ان پر داؤد اور مریم کے بیٹے عیسیٰ کی زبان سے لعنت کی گئی، یہ اس لیے کہ وہ نافرمان تھے اور حد سے گزر گئے تھے۔آپس میں برے کام سے منع نہ کرتے تھے جو وہ کر رہے تھے، کیسا ہی برا کام ہے جو وہ کرتے تھے۔"

() الميزان في تفسير القرآن: ٦ / ٨٤ في تفسير الآية، عن كتاب الدر المنثور.

یہ کچھ تجاویز ہیں جو میں حوزہ علمیہ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں ، پابندی کے ساتھ قرآن پاک کی تلاوت کرنا اور دن رات اس سے استفادہ کرنا سب کی مشترکہ زمہ داری ہے۔اس حوالے سے کچھ احادیث آگے بیان ہونگی جن سے آپ کو بہت کچھ سیکھنے کو ملے گا۔

اور حوزہ کی یہ ذمہ داری صرف انہی کے ساتھ مختص نہیں بلکہ ہم نے ان کو جو مخاطب کیا وہ اس لیے کہ دوسروں کی نسبت ان کی ذمہ داری زیادہ بنتی ہے، و گرنہ پورے معاشرے کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان اقدامات کی پیروی کرے، اور جو لوگ علمی حوالے سے کمزور ہیں وہ آسان تفاسیر پڑھنا شروع کریں جیسے تفسیر شبر۔

اور میں ہر مسلمان کو نصیحت کرتا ہوں- جو میں نے تجربہ کیا ہے- کہ اپنی زندگی کی شروعات قرآن سے کرے یعنی اس کی تلاوت کرے تفسیر کے ساتھ جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے تاکہ اس دوران اس کو قرآن کے مفردات کی سمجھ بھی آجائے، اور چند بار قرآن کو استمرار کے ساتھ ختم کرے۔پھر دوبارہ قرآن کی طرف رجوع کرے ، اس کی تلاوت کرے لیکن اس بار اپنی قابلیت بڑھانے کےلیے کچھ پیشرفتہ تفسیروں کا مطالعہ کرے جیسے میزان اور فی ظلال القرآن اور ایسی کتابیں پڑھے جو قرآن کے مفاہیم کی تشریح کرتی ہیں یا موضوعات کے مطابق اس کی تشریح کرتی ہیں، اس طرح سے کہ ایک موضوع کا انتخاب کرے پھر قرآن کا مطالعہ کرے اور اس موضوع سے متعلق جتنی بھی آیات ہیں ان کو جمع کرے پھر اس مجموع سے قرآنی نظریات اور تصورات کو

اخذ کرے- میں ان فطری اصطلاحات کا استعمال کرتا ہوں تاکہ اذہان سے مانوس ہوجائیں البتہ بعض تحفظات کے ساتھ -جس موضوع کے انتخاب کا مقصد معاشرے کی کسی مشکل کو حل کرنا تھا چاہے وہ مشکل اخلاقی ہو، اعتقادی ہو یا فکری وغیرہ۔

بہتر ہو گا کہ اس سلسلے میں حوزہ علمیہ کے فضلا اور علمائے کرام کی پیروی کی جائے تاکہ وہ ان کی رہنمائی اور ہدایت کریں ، ان کے سوالوں کا جواب دیں جو ان کے لیے مفید ہو چونکہ معاشرہ اور حوزہ ایک دوسرے کو مکمل کرتے ہیں؛ حوزہ معاشرے کی ہدایت کرتا ہے اور معاشرہ حوزہ پر پریشر۔ ڈویلپ کرتا ہے تاکہ وہ اپنی مسوولیت زمانے کے تقاضے،امت کی امنگوں اور اس کی ضرورتوں کے مطابق انجام دے اور اس کی وجہ سے حوزہ کے صالح،نیک اور مناسب لوگ لوگوں کے سامنے آجائیں گے اور امت کو بھی ان کی شناخت ہو گی۔

قرآن کو سمجھنے کا حق ادا نہیں ہوتا مگر یہ کہ انسان اس کو ایک پیغام کے طور پر لے اس کے توسط سے اپنی اصلاح کرے،جو اس کے ارد گرد ہیں ان کی اصلاح کرے اور اسی کے ساتھ انسانیت کو نقصان اور منحرف کرنے والے عناصر کا مقابلہ کرے، تب وہ اسی حالت میں رہے گا جس میں وہ اترا تھا ، اور پھر اس کے اسرار اس کے لئے کھول دیئے جائیں گے۔ صرف تبرک کی خاطر اس کی تلاوت کرنا کافی نہیں اگرچہ اس بات کا انکار نہیں کہ اس کی بھی فضیلت ہے۔

اور ضروری ہے کہ قرآن مجید کا ایک دورہ اس کی آیات کے نزول کی تاریخ کے مطابق کریں اگرچہ اس کا تفصیلی علم حاصل کرنا کافی سخت کام ہے کیونکہ اس پر کوئی قطعی دلیل موجود نہیں مگر کچھ مصادر کا حصول علم ممکن ہے اور معاشرے کی اصلاح کے لیے قرآن مجید نے جو اقدامات کیے ہیں ان کی معرفت حاصل ہوگی اس اعتبار سے کہ قرآن واقعات اور حادثات کے مطابق تدریجا نازل ہوا ہے۔

قرآن مجید کا ایک ہی دفعہ نزول کے بجائے تدریجی نازل ہونا اہمیت کا حامل ہے چونکہ یہ جن حالات کا علاج و معالجہ کرتا ہے ان پر براہ راست اثر انداز ہوجاتا ہے، اللہ تعالی فرماتا ہے: [**وَقُرْآناً فَرَقْنَاهُ لِتَقْرَأَهُ عَلَى النَّاسِ عَلَى مُكْثٍ وَنَزَّلْنَاهُ تَنزِيلاً**] (الإسراء: 106)، "اور ہم نے قرآن کو تھوڑا کر کے اتارا تاکہ تو مہلت کے ساتھ اسے لوگوں کو پڑھ کر سنائے اور ہم نے اسے آہستہ آہستہ اتارا ہے۔"

چونکہ یہ ہدایت، تربیت اور زندگی دینے والی کتاب ہے تو اس حساب سے اس کا تدریجی ہونا لازمی ہے اور اللہ تعالی کے لطف و کرم سے یہ کتاب صحیح وقت میں صحیح خوراک کے ساتھ نہ کم نہ زیادہ، نہ وقت سے پہلے نہ وقت کے بعد علاج کرتی ہے، اسی طرح آہستہ سے قرآن مجید کا اس امت کے ہاتھ کو تھام لینا یہ سبب بنے گا کہ یہ امت دو دہائیوں بعد اپنے آپ کو عزت، کمال ،عظمت اور طاقت کی بلند پر پائے گی۔

تلاوت قرآن مجید کے بعض آداب و مستحبات

میں یہاں قرآن مجید کی تلاوت کے بعض آداب اور مستحبات بیان کرنا چاہتا ہوں جو احادیث سے استفادہ شدہ ہیں:

۱۔ ایک مہینے میں ایک بار قرآن مجید مکمل کرنا مستحب ہے اور چار ماہ سے زیادہ کا ٹائم نہیں لگنا چاہیے ، یعنی سال میں تین بار مکمل کرنا ، اس اضافے کے علاوہ جو رمضان کے بابرکت مہینے میں شامل کیا جانا چاہئے۔

۲۔ یہ کہ اس کا مطالعہ اختتام کے انداز سے ہو ، یعنی قرآن مجید ابتداء سے شروع کریں اور آخر تک پڑھیں، متفرق اور مختلف سورتیں نہ پڑھیں ان کی اہمیت چاہے جتنی بھی ہو ، تاکہ پورے قرآن مجید کا مرور ہوسکے اور اس کی ساری برکتیں حاصل ہوسکیں اور آنے والی حدیث شریف میں اس کی تعبیر یوں ہوئی ہے: (الحالّ المرتحل)().

۳۔ یہ کہ ختم جمعے کے دن کے موافق ہو اور جب قرآن ختم ہوجائے تو قرآن سے مختص دعا پڑھے اور یہ دعا صحیفہ سجادیہ میں موجود ہے۔

() الكافي: ٢ / ٦٠٥.

۴۔ جب قرآن ختم کرے تو پھر توقف نہ کرے بلکہ فورا نیا ختم شروع کرے اگر چہ سورہ فاتحہ کے ساتھ سورہ بقرہ کی پہلی پانچ آیات کی تلاوت کرے۔

۵۔ قرآن مجید کی تلاوت طہارت کے ساتھ، مصلے پر بیٹھ کر اور قبلہ رخ ہو کر کرے۔

۶۔ اللہ تعالی کے اس قول کی تفسیر میں وارد ہوا ہے: [**يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ اصْبِرُواْ وَصَابِرُواْ وَرَابِطُواْ**] (**آل عمران: 200**)، "اے ایمان والو! صبر کرو اور مقابلہ کے وقت مضبوط رہو اور لگے (ڈٹے) رہو، اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم نجات پاؤ۔" بے شک مرابطین میں سے ہے وہ شخص جو اپنے مصلے پر بیٹھا ہے اور نماز واجب کے وقت کا انتظار کر رہا ہے،پس مرابطین کا مرتبہ پانے کے لیے مومن یہ حالت اپنا لیتا ہے اور وہ نماز کے لیے انتظار وقت ہے جس میں وہ قرآن تلاوت کرتا ہے اور اس کا اجر بہت زیادہ ہے اگر یہ انتظار نماز جمعات کے لیے مسجد میں ہو۔

۷۔ سونے سے پہلے مومن کا طہارت اور قرآن تلاوت کرنا مستحب ہے۔حدیث میں آیا ہے: (**من أحدث ولم يتوضأ فقد جفاني ومن توضأ ولم يصل ركعتين فقد جفاني ومن صلى ركعتين ولم يدعني فقد جفاني ومن دعاني ولم أجبه فقد جفوته ولست بربٍ جاف**)()،

() وسائل الشيعة: كتاب الطهارة، أبواب الوضوء، باب ١١، حديث٢.

"جس سے حدث سرزد ہو اور وہ وضو نہ کرے تو اس نے میرے ساتھ ظلم کیا اور جس نے وضو کیا اور دو رکعت نماز نہیں پڑھی تو اس نے میرے ساتھ ظلم کیا اور جس نے دو رکعت نماز پڑھی اور مجھ سے دعا نہیں مانگی اس نے میرے ساتھ ظلم کیا اور جس نے مجھ سے دعا مانگی اور میں نے اس کا جواب نہیں دیا تو پھر میں نےاس کے ساتھ ظلم کیا اور میں ظالم رب نہیں ہوں۔"

اور اگر اس کے ساتھ نماز تہجد بھی پڑھے جس کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے، سونے سے پہلے بیت الخلا بھی جائے،مسواک بھی کرے،اس مجموعے سے ایک اہم ورد ہمارے ہاتھ آیا اور وہ یہ کہ مومن سونے سے پہلے واش روم جاتا ہے، برش کرتا ہے پھر وضو کرتا ہے پھر نماز شب پڑھتا ہے یا پوری پڑھتا ہے یا کم پڑھتا ہے اور جو رہ جاتی ہے وہ طلوع فجر سے پہلے پڑھتا ہے پھر قرآن مجید کی کچھ تلاوت کرتا ہے، پھر اللہ سے اپنے لیے اور مومنین کےلیے دعا مانگتا ہے تو بے شک اس نے سارے مستحبات انجام دیئے۔لیکن جو انسان ساری رات جاگتا ہے، خراب فیلمیں دیکھتا ہے جو اسے تھکا دیتی ہیں تو وہ تکلیف میں زندگی گزارے گا۔

۸۔ تلاوت قرآن خاص طور پر تازہ شروع کرنے والوں کےلیے تفسیر شبر بہت بہتر ہے جس کے کئی سارے فوائد ہیں؛ اس میں قرآن کا ایک نسخہ ہے،اس میں معانی قرآن کی اجمالی تفسیر ہے،اور یہ بات ہم نے پہلے کہی ہے کہ یہ قرآن کی ابتدائی تعلیم کے نصاب میں شامل ہو،اس میں علوم قرآن کا ایک مقدمہ ہے یہ ایک اور درس ہے،اس میں قرآنی الفاظ اور

اصطلاحات کی ایک فہرست بھی شامل ہے جس کے توسط سے آپ کسی۔ بھی آیت یا کلمہ کی موقعیت کو جان سکتے ہیں،اور اس میں ایک ہی لفظ کی کئی قرائتیں ہیں اگر ہونگی تو حاشیہ میں مل جائیں گی،اس میں سورتوں کے نزول کی ترتیب موجود ہے، ہر سورہ کے عنوان میں ہی بتا دیتی ہے کہ یہ فلاں سورہ کے بعد نازل ہوئی ہے، یہ سارے فائدے اسی جلیل القدر کتاب میں موجود ہیں۔

۹۔ قرآن کا پہلا ختم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ) کو ہدیہ کریں پھر دوسرا امیر المومنین (علیہ السلام) کو اسی طرح سے تمام چہاردہ معصومین (علیہم السلام) کو،اس حوالے سے ایک روایت بھی ہے کہ وہ سب سے زیادہ سخی ہیں ، لہذا قیامت کے دن وہ اپنی فیاضی کے مطابق تحفہ واپس کردیں گے۔

۱۰۔ قرآن مجید کی بلند آواز سے تلاوت کریں،تلاوت کے دوران انسان حزین ہو اور قران کے معانی میں غور وفکر کرے اور آپ میں سے کسی۔ کو یہ فکر لاحق نہیں ہونی چاہیے کہ یہ سورہ کب ختم ہو گی، جیسا کہ حدیث میں بھی اس طرف اشارہ ہے۔

۱۱۔ قرآن مجید میں دیکھ کر قرآن کی تلاوت کرنا مستحب ہے چاہے انسان جو پڑھ رہا ہے وہ اسے حفظ ہی کیوں نہ ہو ،اور اسی طرح مستحب ہے فیملی کے ہر فرد کےلیے ایک الگ قرآن ہو جس میں وہ علامت رکھے۔

۱۲۔ قرآن کو خاموشی سے سنیں اور جب بھی فرصت ملے جو آیت سنی ہے اس میں تدبر کریں۔

اللہ تعالی سے دعا گو ہوں کہ قرآن کا کردار ہماری زندگی میں بحال کردے اور ہمیں اس کی شفاعت نصیب کرے اور ہمیں ان لوگوں میں سے قرار دے جو قرآن سے ہدایت لیتے ہیں اور اس کے نور سے اپنے آپ کو منور کرتے ہیں، وہ نعمتوں کا ولی ہے،اپنے بندوں کے ساتھ نرمی سے پیش آتا ہے اور ہم پر اس کا لطف و کرم ہے کہ اس نے اپنے دین کی طرف ہماری رہنمائی کی اوراپنی کتاب کریم ، اپنے نبی عظیم اور اہل البیت کو ہمیں تحفے میں دے دیا۔

(الحمد لله الذي هدانا لهذا وما كنا نهتدي لولا أن هدانا الله) .

اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں یہاں تک پہنچایا اور ہم راہ نہ پاتے اگر اللہ ہماری رہنمائی نہ فرماتا

محمد اليعقوبي

محرم 1422

قرآن کی فضیلت ، اس کے اثرات اور اس کی تلاوت کے آداب میں چالیس حدیثیں

یہاں پر میں احادیث کی نصوص کو ایک مناسب عنوان کے ساتھ بیان کرنے اور ان کو ان کے مضمون کے مطابق تقسیم کرنے پر اکتفا کرتا ہوں،لیکن جہاں تک ان کی تشریح اور ان میں موجود نکات کے بیان کا تعلق ہے تو وہ کسی۔اور محل میں انشااللہ۔اور میں صرف چالیس احادیث پر ہی اکتفاء نہیں کروں گا چونکہ جو روایات چالیس حدیثیں حفظ کرنے کی تشویق کرتی ہیں تو ان سے یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ چالیس سے زیادہ حفظ نہیں کرسکتے پس زیادہ بہتر ہے۔

۱۔قرآن مجید پڑھنے کی ضرورت

ابی عبداللہ (علیہ السلام) سے منقول ہے، انہوں نے فرمایا: **(ینبغي للمؤمن أن لا یموت حتی یتعلم القرآن أو أن یکون في تعلیمه)**(). "مومن کو چاہیے کہ وہ نہ مرے مگر یہ کہ قرآن سیکھ چکا ہو یا سیکھ رہا ہو۔"

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ) سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: **(لا یعذب الله قلباً وعی القرآن)**(2)

"اللہ تعالی اس دل پر عذاب نازل نہیں کرتا جس میں قرآن بسا ہو"

اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ) نے فرمایا: **(خیارکم من تعلم القرآن وعلمه)**(3). "تم سب سے بہترین وہ ہے جو قرآن کی تعلیم حاصل کرے اور دوسروں کو بھی تعلیم دے۔"

اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ) نے فرمایا: **(حملة القرآن في الدنیا عرفاء أهل الجنة یوم القیامة)**(4) "

"دنیا میں حاملان قرآن قیامت کے دن جنت کے عرفاء ہیں"

اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ) نے فرمایا: **(القرآن غنیً لا غنی دونه ولا فقر بعده)**(5). "قرآن ایسا امیر ہے جس کے بعد کوئی امیری نہیں اور جس کے بعد کوئی غریبی نہیں۔"

() و(٢) و(٣) و(٤) و(٥) و(٦) وسائل الشیعة: كتاب الصلاة، أبواب قراءة القرآن ولو في غیر الصلاة، باب١، الأحادیث ٤، ٥، ٦، ١٥، ١١، ١٦ بحسب الترتیب.

اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ) نے فرمایا: **(إذا قال المعلم للصبي: بسم الله الرحمن الرحيم فقال الصبي بسم الله الرحمن الرحيم كتب الله براءة للصبي وبراءة لأبويه وبراءة للمعلم)(6).** " جب معلم بچے سے کہتا ہے: بسم اللہ الرحمن الرحیم اور بچہ بھی بسم اللہ الرحمن الرحیم کہتا ہے تو اللہ تعالی بچے کےلیے، اس کے والدین کےلیے اور معلم کےلیے جہنم سے دوری لکھتا ہے۔"

ابی عبداللہ (علیہ السلام) سے منقول ہے: **(الحافظ للقرآن العامل به مع السفرة الكرام البررة)().**

" قرآن پر عمل پیرا حافظین قرآن ان فرشتوں کے ہم نشین ہیں جو خدا کے سفیر اور عزت دار اور نیک کردار ہیں۔"

۲۔ قرآن سیکھنا بہت بڑی نعمت ہے

نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ) سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا:

2 **(من قرأ القرآن فظن أن أحداً أعطي أفضل مما أعطي فقد حقّر ما عظّم الله، وعظّم ما حقّر الله)().**

" جس نے قرآن پڑھا اور یہ گمان کیا کہ اس سے بڑھ کر بھی کوئی اجر ہے تو مطلب یہ ہوا کہ خدا نے جسے بڑا قرار دیا ہے اس نے اسے چھوٹا کر دیا اور جسے خدا نے حقیر اور چھوٹا قرار دیا اسے اس نے بڑا قرار دیا۔"

() المصدر السابق، باب ٥، حديث ١.
() المصدر، باب٢، حديث٣.

۳۔ قرآن ایسا شافع ہے جس کی شفاعت قبول کی گئی ہے اور ایسا گواہ ہے جس کی گواہی قبول کی گئی ہے

نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ) سے روایت ہے ،انہوں نے فرمایا:

(إذا التبست عليكم الفتن كقطع الليل المظلم فعليكم بالقرآن فإنه شافع مشفّع وماحِلٌ مصدق، ومن جعله أمامه قاده إلى الجنة، ومن جعله خلفه ساقه إلى النار، وهو الدليل يدل على خير سبيل، وهو كتاب فيه تفصيل وبيان تحصيل - إلى أن قال - لا تحصى عجائبه ولا تبلى غرائبه،مصابيح الهدى ومنار الحكمة)[1].

" جب فتنے ہر طرف سے آپ کو گھیر لیں اور معاشرے کا ماحول اندھری رات کی مانند سیاہ ہوجائے تو اس وقت آپ قرآن سے تمسک کروچونکہ قرآن ایسا شفیع ہے جس کی شفاعت قبول کی گئی ہے اور ایسا گواہ ہے جس کی گواہی قبول کی گئی ہے، پس جو قرآن کو اپنا رہنما بنائے گاتو یہ اسے جنت تک پہنچائے گا اور جو بھی اسے ترک کردے گا اور اپنے پیچھے چھوڑ دے گا یہ اسے جہنم تک پہنچائے گا، قرآن ایسا رہنما ہے جو بہترین راستے کی طرف ہدایت کرتا ہے،یہ ایسی کتاب ہے جس میں تفصیل اور تحصیل ہے- یہاں تک کہ کہا-اس کے عجائبات کا شمار ممکن نہیں اور اس کے اسرار کبھی فرسودہ نہیں ہوتے، وہ ہدایت کا چراغ ہے اور حکمت کا منار ہے۔"

() و(٤) و (٥) المصدر، باب ٣، الأحاديث ٣، ٢، ٦ بحسب الترتيب.

۴۔ قرآن مجید کی تلاوت کرنے والوں کی صفت

ابی عبداللہ (علیہ السلام) سے منقول ہے، انہوں نے فرمایا: **(ینبغي لمن قرأ القرآن إذا مرّ بآیة من القرآن فیها مسألة أو تخویف أن یسأل عند ذلک خیر ما یرجو و یسأله العافیة من النار ومن العذاب)**(4).

"جو شخص قرآن تلاوت کرتا ہے اور ایسی۔ آیت میں پہنچتا ہے جس میں کوئی اہم مسئلہ بیان ہوا ہے یا اس میں انتباہ کیا گیا ہے تو اس کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالی سے طلب خیر کرے اوراس سے آگ و عذاب کی عافیت مانگے۔"

نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ) سے روایت ہے ،انہوں نے فرمایا: **(إني لأعجب کیف لا أشیب إذا قرأت القرآن)**(5)

"میں تعجب کرتا ہوں کہ جب میں قرآن پڑھتا ہوں تومیں کیوں بوڑھا نہیں ہوتا۔"

امیر المومنین(علیہ السلام) نے اپنے ایک خطبے میں متقین کے وصف میں فرمایا: **(أما اللیل فصافون أقدامهم تالین لأجزاء الکتاب یرتلونه ترتیلاً، یحزّنون به أنفسهم و یستثیرون به تهیج أحزانهم، بکاء علی ذنوبهم، ووجع کلوم جراحهم، وإذا مروا بآیة فیها تخویف أصغوا إلیها مسامع قلوبهم وأبصارهم**

فاقشعرت منها جلودهم ووجلت قلوبهم فظنوا أن صهيل جهنم وزفيرها وشهيقها في أصول آذانهم، وإذا مروا بآية فيها تشويق ركنوا إليها طمعاً وتطلعت أنفسهم إليها شوقاً، وطنوا أنها نصب أعينهم)().

رات ہوتی ہے تو اپنے پیروں پر کھڑے ہو کر قرآن کی آیتوں کی ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کرتے ہیں،جس سے اپنے دلوں میں غم و اندوہ تازہ کرتے ہیں اور اپنے مرض کا چارہ ڈھونڈتے ہیں۔اور جب کسی ایسی آیت پر ان کی نظر پڑتی ہے کہ جس میں (دوزخ سے)ڈرایا گیا ہو،تو اس کی جانب دل کے کانوں کو جھکا دیتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ جہنم کے شعلوں کی آواز اور وہاں کی چیخ و پکار ان کے کانوں کے اندر پہنچ رہی ہے،جب کسی ایسی آیت پر ان کی نگاہ پڑتی ہے جس میں جنت کی ترغیب دلائی گئی ہو،تو اس کے طمع میں ادھر جھک پڑتے ہیں اور اس کے اشتیاق میں ان کے دل بے تابانہ کھنچتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ (پر کیف) منظر ان کی نظروں کے سامنے ہے۔

۵۔ حاملان قرآن کا احترام واجب ہے اور ان کی بے حرمتی حرام ہے

نبی اکرم (صلى الله عليه وآله) سے روایت ہے ،انہوں نے فرمایا: **(إن آهل القرآن في أعلى درجة من الآدميين ما خلا النبيين والمرسلين فلا تستضعفوا أهل القرآن حقوقهم، فإن لهم من الله العزيز الجبار لمكاناً)().**

() المصدر، نفس الباب، حديث ٦.

"بے شک قرآن والے انسانوں کے بلندترین درجات پر فائز ہیں سوائے انبیاء اور مرسلین علیہم السلام کے؛ پس قرآن والوں کے حقوق کو کم اور ناچیز مت سمجھو کیونکہ خدائے عزیز و جبار کی بارگاہ میں بہت اونچے مقام پر فائز ہیں۔"

۶۔ جس کے لیے قرآن مجید سیکھنا اور حفظ کرنا مشکل ہے اس کے لیے ثواب

امام صادق (علیہ السلام) سے روایت ہے،وہ فرماتے ہیں: **(من شُدّد علیه القرآن کان له أجران ومن یسر علیه کان مع الأولین)**(2). "جو شخص قرآن کو سختی کے ساتھ سیکھے اس کے لئے دو اجر ہیں اور جو شخص آسانی سے سیکھ لے وہ اولین کا ہم نشین ہے۔"

اور انہی (علیہ السلام) سے نقل ہے: **(إن الذي یعالج القرآن ویحفظه بمشقة منه وقلة حفظ له أجران)**(3). "جو شخص قرآن کے سلسلے میں رنج و مشقت برداشت کرے اور حافظے کی کمزوری کے باوجود اسے حفظ کرے اس کے لئے دو اجر ہیں۔"

۷۔سورہ پڑھنے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا واجب ہے

امام صادق (علیہ السلام) فرماتے ہیں: **(إذا أمّ الرجل القوم جاء شیطان إلی الشیطان الذي هو قرین الإمام فیقول: هل ذکر الله یعني هل قرأ بسم الله الرحمن الرحیم فإن قال نعم هرب وإن**

() المصدر، باب ٤، حدیث ١.
(2) المصدر، باب ٥، ح٣.
(3) المصدر، حدیث٢.

قال لا ركب عنق الإمام ودلى رجليه في صدره فلم يزل الشيطان أمام القوم حتى يفرغوا من صلاتهم)(1).

" جب کوئی شخص لوگوں کی امامت کرتا ہے تو ایک شیطان اس شیطان کے پاس آتا ہے جو امام کا ساتھی ہوتا ہے اور اس سے پوچھتا ہے: کیا اس نے اللہ کا ذکر کیا ہے یعنی کیا اس نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی ہے اگر وہ بولے جی تو وہ بھاگ جاتا ہے اور اگر وہ بولے نہیں تو وہ امام کی گردن پر سوار ہوجاتا ہے اور اپنی ٹانگیں اس کے سینے پر ڈال دیتا ہے اور جب تک قوم نماز سے فارغ نہیں ہوتی شیطان اس کے سامنے سے نہیں ہٹتا۔"

۸۔ قبروں کی زیارت کرتے وقت قرآن مجید پڑھنا مستحب ہے

(من لا یحضرہ الفقیہ) میں امام رضا (علیہ السلام) سے روایت ہے: **(ما عبد مؤمن زار قبر مؤمن فقرأ عنده إنا أنزلناه في ليلة القدر سبع مرات إلا غفر الله له ولصاحب القبر)(2).**

" جو مومن بندہ اپنے مومن بھائی کی قبر کی زیارت کرتا ہے اور سات مرتبہ سورہ إنا أنزلناه في ليلة القدر کی تلاوت کرتا ہے تو اللہ تعالی اس کے اور صاحب قبر کے گناہ معاف کردیتا ہے"

ایک اور روایت میں یہ آیا ہے: **(أمن من الفزع الأكبر)** اور اسی معنی میں بہت ساری روایات ہیں۔

---

(1) بحار الأنوار: ٢٠/٨٢.
(2) وسائل الشيعة: كتاب الطهارة، أبواب صلاة الجنائز، باب ٥٧، حديث ٥.

اور بعض روایات میں سورہ فاتحہ،معوذتین،توحید اور آیت الکرسی میں سے ہر ایک کو تین مرتبہ پڑھنا مستحب قرار دیا ہے،اور اس کے ثواب میں آیا ہے: **(إن الله يبعث إليه ملكاً يعبد الله عند قبره ويكتب له وللميت ثواب ما يعمل ذلك الملك فإذا بعثه الله من قبره لم يمر على هول إلا صرفه الله عنه بذلك الملك الموكل حتى يدخله الله به الجنة)()**.

"اللہ تعالی ایک فرشتہ اس کی طرف بھیجتا ہے اور وہ فرشتہ اس کی قبر کے پاس اللہ کی عبادت کرتا ہے اور اس عبادت کا ثواب قبر پر قرآن پڑھنے والے کے لیے اور میت کے لیے لکھ دیتا ہے جب اللہ تعالی اس کو اس کی قبر سے نکالے گا تو فرشتہ اس کے ہمراہ ہو گا اور اللہ تعالی اس کے توسط سے اسے خوف سے نجات دے گا یہاں تک کہ وہ اس فرشتے کے ساتھ جنت میں داخل ہو گا۔"

۹۔جوانی میں قرآن مجید سیکھنے کی فضیلت اور اس کے اثرات

امام صادق (علیہ السلام) سے روایت ہے: **(من قرأ القرآن وهو شاب مؤمن اختلط القرآن بلحمه ودمه، وجعله الله من السفرة الكرام البررة، وكان القرآن عنه حجيزاً يوم القيامة، يقول: يا رب إن كل عامل قد أصاب أجر عمله غير عاملي، فبلغ به أكرم عطائك، قال: فيكسوه الله العزيز الجبار حلتين من حلل الجنة ويوضع على رأسه تاج الكرامة، ثم يقال له: هل أرضيناك فيه؟ فيقول القرآن: يا رب قد كنت أرغب له فيما هو أفضل من هذا، قال: فيعطى الأمن بيمينه والخلد بيساره ثم يدخل الجنة فيقال**

() جامع أحاديث الشيعة: كتاب الصلاة، أبواب زيارة القبور، باب ٢ وفيه عشرة أحاديث.

له اقرأ آية فاصعد درجة، ثم يقال له: هل بلغنا به وأرضيناک؟ فيقول: نعم) (). " جس نے بھی قرآن پڑھا اس حال میں کہ وہ جوان ہے، مومن ہے تو قرآن اس کے گوشت اور خون میں مخلوط ہوجائے گا اور اللہ تعالی اس کو پیغام پہنچانے والے اور نیک رفتار فرشتوں میں قرار دے گا اور قیامت کے دن قرآن مانع ہو گا یعنی قاری قرآن اور آتش جہنم کے درمیان حائل ہو گا،اور کہے گا: ائے میرے پروردگار ہر شخص کو اپنے عمل کا اجر مل چکا ہے مگر اس شخص کے جس نے مجھ پر عمل کیا ہے پس اس کو بہترین اجر عطا فرما،، پس اللہ تعالی اس کو جنت کے دو لباس پہنائے گا اور تاج کرامت اس کے سر پر رکھے گا پھر اس سے کہے گا: کیا جو کچھ تمہارے اوپر عمل کرنے والے کو ہم نے عطا کیا اس سے راضی ہو،قرآن کہے گا: پروردگارا مجھ پر عمل کرنے والے کےلیے میں اس سے زیادہ چاہتا ہوں، پس خداوند اس کے دائیں ہاتھ میں امن کا پروانہ دے گا اور اس کے بائیں ہاتھ میں جنت میں ہمیشہ رہنے کا پروانہ دے گا، پھر وہ شخص بہشت میں داخل ہو گا اور اس سے کہا جائے گا قرآن پڑھو اور اس سے اوپر والا مرتبہ حاصل کرو، پھر اللہ تعالی قرآن سے کہے گا جو کچھ ہم نے تم پر عمل کرنے والے کو دیا اس سے راضی ہو،قرآن کہے گا، ہاں۔"

() الكافي: ٢/٦٠٤.

۱۰۔ بچوں کو قرآن کریم کی تعلیم دینے کی ضرورت

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ) سے ایک حدیث میں نقل ہوا ہے: **(ویکسی۔ أبواہ - أي حامل القرآن - حلتین إن کانا مؤمنین ثم یقال لهما هذا لما علّمتماه القرآن)()** "اگر اس کے ماں باپ مومن ہیں تو ان کو دو بہشتی لباس پہنایا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا یہ اس کے لیئے ہے جو تم نے اپنے بچے کو قرآن سکھایا تھا"

ایک حدیث میں أمیر المؤمنین (علیہ السلام) سے نقل ہے: **(إن الله لیهمّ بعذاب أهل الأرض جمعیاً حتی لا یحاشي منهم أحد إذا عملوا بالمعاصي واجترحوا السیئات، فإذا نظر إلی الشّیب ناقلي أقدامهم إلی الصلوات والولدان یتعلمون القرآن رحمهم فأخّرَ ذلک عنهم)()**.

"اللہ تعالی اہل زمین پر جب عذاب نازل کرنے کا ارادہ کرتا ہے بغیر کسی۔ استثناء کے ان گناہوں کی وجہ سے جو انہوں نے نجام دیئے ہیں اور پھر ان بوڑھوں کو دیکھتا ہے جو عبادت کے لیے مسجد کی طرف جارہے ہیں اور ان کے بچے قرآن سیکھ رہے ہیں تو اس وقت اللہ ان پر رحم کرتا ہے اور ان سے عذاب ٹال دیتا ہے۔"

() نهج السعادة: ٧ / ٢٢٣.

() وسائل الشيعة: كتاب الصلاة، أبواب أحكام المساجد، باب ٣، حديث٣.

۱۱۔ قرآن پڑھنے والوں کی قسمیں اور حقیقی قاری قرآن کی صفت

أبي جعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے، فرمایا: (قرّاء القرآن ثلاثة: رجل قرأ القرآن فاتخذه بضاعة واستدر به الملوک واستطال به على الناس، ورجل قرأ القرآن فحفظ حروفه وضيع حدوده(۱) وأقامه إقامة القدح، فلا كثّر الله هؤلاء من حملة القرآن، ورجل قرأ القرآن فوضع دواء القرآن على داء قلبه فأسهر به ليله واظمأ به نهاره وقام به في مساجده وتجافى به عنه فراشه، فبأولئک يدفع الله البلاء وبأولئک يديل الله من الأعداء وبأولئک ينزّل الله الغيث من السماء، فوالله لهؤلاء في قراء القرآن اعز من الكبريت الأحمر)(۲).

" قرآن کے پڑھنے والے تین طرح کے ہیں: ایک وہ شخص جو قرآن اس لیے پڑھتا ہے تاکہ اس کے ذریعے بادشاہوں سے فائدہ اٹھائے اور لوگوں کے درمیان اپنے اوپر افتخار کرے، یہ شخص اہل جہنم میں سے ہے، دوسرا وہ شخص ہے جو قرآن پڑھتا ہے اس کے الفاظ کو حفظ کرتا ہے لیکن اس کے احکامات پر عمل نہیں کرتا یہ بھی اہل جہنم میں سے ہے اور تیسرا وہ شخص ہے جس نے قرآن پڑھا ہے، اور قرآنی دواء کو اپنے درد دل پر رکھا ہے، اس کی رہنمائی میں راتوں کو جاگتا ہے اور دنوں میں پیاسا رہتا ہے اور مساجد میں نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے، اپنے نرم بستر کو

() وهم هؤلاء الذين يدققون في قواعد التجويد التي وضعوها وغفلوا عن معاني ما يقرأون.

() و (٢) وسائل الشيعة: كتاب الصلاة، أبواب قراءة القرآن ولو في غير الصلاة، باب ٨، حديث ٣، ١.

(٣) المصدر السابق، باب ١١، حديث ١٨.

ترک کرتا ہے۔اللہ تعالی انہی کی خاطر بلا دور کرتا ہے اور انہی کے توسط سے دشمنوں سے انتقام لیتا ہے اور انہی کے طفیل آسمان سے بارش برساتا ہے۔ خدا کی قسم قرآن کے ایسے قارئین خالص سونے سے کم ہیں۔"

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ) کا ارشاد گرامی ہے: **(یا حامل القرآن تواضع بہ یرفعک اللہ، ولا تعزز بہ فیُذلک اللہ، یا حامل القرآن تزّین بہ للہ یزینک اللہ بہ، ولا تزین بہ للناس فیشینک اللہ بہ)**(2).

" ائے حامل قرآن، قرآن سے تواضع کے ساتھ پیش آوتاکہ خدا اسکے ذریعے سے تمہارا رتبہ بلند کرے، اس کے ساتھ غرور سے پیش مت آو،اللہ آپ کو ذلیل کرے گا، ائے حامل قرآن اللہ کےلیے اس کے توسط سے خود کو مزین کرواللہ تعالی اس کے ساتھ تجھے زینت دے گا اس کے توسط سے خود کو لوگوں کےلیے آراستہ نہ کرو اللہ آپ کو اس کے توسط سے ذلیل و رسوا کرے گا۔"

۲۔ قرآن کو سمجھنا نبوت کے قریب ہے

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ) کی حدیث ہے: **(من ختم القرآن فإنما أُدرجت النبوة بین جنبیه ولکنه لا یوحی إلیه)**(3). " جس نے بھی قرآن کو ختم کیا گویا اس نے اسے اپنے دل میں جگہ دی ہے لیکن اس پر وحی نازل نہیں ہوتی۔"

۳۔ قرآن کو مکمل پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ شروع سے آخر تک ترتیب کے ساتھ اسے پڑھا جائے نہ ادھر ادھر سے

الزہری سے روایت ہے، کہا: **(قلت لعلي بن الحسین (علیھم السلام): أي الأعمال أفضل؟ قال: (الحالّ المرتحل) قلت وما الحالّ المرتحل، قال (علیه السلام) : فتح القرآن وختمه، كلما جاء بأوله ارتحل في آخره)** [4] میں نے (علي بن الحسین (علیھم السلام) سے پوچھا: کونسے اعمال افضل ہیں؟ انہوں نے فرمایا: (الحالّ المرتحل)، میں نے کہا : حال المرتحل کیا ہے، انہوں نے جواب دیا:قرآن کھولنا اور اسے ختم کرنا، جب بھی شروع سے پڑھا آخر تک پڑھا۔" اور نہایہ میں ذکر ہے، پوچھا گیا : کونسے اعمال افضل ہیں؟ کہا: حال المرتحل، کہا گیا : وہ کیا ہے؟ کہا: **الخَاتِمُ الْمُفْتِحُ؛ هُوَ الَّذِی یخْتِمُ الْقُرْءَانَ بِتِلاوَتِهِ، ثُمَّ یفْتَتِحُ التِّلاوَةَ مِنْ اَوّلِهِ** ." ختم کرنے والا ابتدا کرنے والا؛ یعنی وہ شخص جو قرآن شروع سے آخر تک پڑھتا ہے اور پھر قرآن ختم ہوتے ہی دوبارہ اول سے شروع کرتا ہے۔ **"شبّهه بالمسافر یبلغ بالمنزل فیحل فیه ثم یفتتح السیر أي یبدأه"**.انہوں اسے ایک مسافر سے تشبیہ دی ہے جو اپنی منزل تک پہنچتا ہے، اس میں داخل ہوتا ہے پھر سفر شروع کرتا ہے یعنی سفر کا آغاز کرتا ہے،" **وكذلك قراءة أهل مكة إذا ختموا القرآن بالتلاوة ابتدأوا وقرأوا الفاتحة**

-(٤) المصدر السابق، باب ١١، حدیث ٢.[1]

وخمس آيات من أول سورة البقرة إلى قوله: [هُمُ الْمُفْلِحُونَ] ويقفون ويسمون فاعل ذلك الحال المرتحل أي أنه ختم القرآن وابتدأ بأوله ولم يفصل بينهما بزمان."

اہل مکہ کے قرا اسی طرح تھے جب بھی قرآن ختم کرتے تھے، فورا دوبارہ ابتدا سے پڑھنا شروع کرتے تھے، سورہ فاتحہ کے ساتھ سورہ بقرہ کی ابتدائی پانچ آیتیں تا [هُمُ الْمُفْلِحُونَ] پڑھتے تھے، پھر تلاوت چھوڑ دیتے تھے۔ پس جو ایسا کرے اسے الحال المرتحل کہا جاتا ہے یعنی قرآن ختم کیا ہے اور بغیر فاصلہ زمانی کے اسے دوبارہ سے شروع کیا ہے"

اور امام صادق علیہ السلام کی ایک حدیث بھی یہی مطلب بیان کرتی ہے، فرمایا: **(قيل يا ابن رسول الله أي الرجال خير قال (عليه السلام): الحال المرتحل، قيل يا ابن رسول الله (صلى الله عليه وآله): وما الحال المرتحل؟ قال (عليه السلام): الفاتح الخاتم الذي يقرأ القرآن ويختمه فله عند الله دعوة مستجابة)().**

"پوچھ گیا کونسے مرد بہتر ہیں؟ کہا: الحال المرتحل، کہا گیا: یا ابن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ) یہ حال امرتحل کیا ہے؟ فرمایا: وہ شخص جو قرآن شروع کرتا ہے ختم کرتا ہے اور ختم کرتے ہی دوبارہ شروع کرتا ہے پس اللہ کے نزدیک اس کی دعا قبول ہے۔"

() المصدر، حديث ٨.

۱۴۔ قرآن مجید کی کثرت سے تلاوت کرنے کی وصیت

رسول اللہ(صلی اللہ علیہ وآلہ) نے علي (علیہ السلام) کو اپنی وصیت میں فرمایا:

(وعليک بتلاوة القرآن على کل حال)(). "ہر حال میں قرآن کی تلاوت تم پر لازم ہے۔"۔

۱۵۔ قرآن پڑھنے کا ثواب

امام صادق (علیہ السلام) سے ایک حدیث میں بیان ہوا ہے،فرمایا: **(عليکم بتلاوة القرآن فإن درجات الجنة على عدد آيات القرآن، فإذا کان يوم القيامة يقال لقارئ القرآن: أقرأ وأرق فکلما قرأ آية يرقي درجة)()**.

"قرآن کی تلاوت تم پر لازمی ہے چونکہ جنت کے درجات قرآن کی آیتوں کی تعداد کے مطابق ہیں، جب قیامت کا دن ہوگا تو قاری قرآن سے کہا جائے گا پڑھو اور ترقی کرو جب بھی وہ ایک آیت پڑھے گا ایک درجہ ترقی کرے گا۔"

ابی جعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے، کہا: **قال رسول الله (صلی الله عليه وآله): (من قرأ عشر آيات في ليلة لم يکتب من الغافلين، ومن قرأ خمسين آية کتب من الذاکرين، ومن قرأ مائة آية کتب من القانتين، ومن قرأ مائتي آية کُتب من الخاشعين، ومن قرأ ثلاثمائة آية کتب من الفائزين، ومن**

() المصدر، باب ۱۱، حديث ۱.
() المصدر، حديث ۱۰.

قرأ خمسمائة آية كتب من المجتهدين، ومن قرأ ألف آية كتب له قنطار والقنطار خمسة عشر ألف (خمسون ألف) مثقال من ذهب، المثقال أربعة وعشرون قيراطاً أصغرها مثل جبل أحد وأكبرها ما بين السماء والأرض)().

جو ایک رات میں دس آیات کی تلاوت کرے اسے غافلین میں شمار نہیں کیا جائے گا اور جو پچاس آیات کی تلاوت کرے اسے ذکر خدا میں مشغول رہنے والوں میں شمار کیا جائے گا اور جو ایک سو آیات کی تلاوت کرے اسے عبادت گزاروں میں شمار کیاجائے گا، جو تین سو آیات کی تلاوت کرے اسے کامیاب لوگوں میں شمار کیا جائے گا اور جو پانچ سو آیات کی تلاوت کرے اسے (راہ خدا میں) جہاد کرنے والوں میں شمار کیا جائے گا اور جو ایک ہزار آیات کی تلاوت کرے گا وہ ایسا ہے جیسے اس نے کثیر مقدار میں سونا راہ خدا میں دیا ہو۔ اور قنطار کی مقدار ۱۵ ہزار مثقال سونا کے برابر ہے اور ایک مثقال ۲۴ قیراط کے برابر ہے اور ان میں سے سب سے چھوٹا احد کے پہاڑ کی طرح ہے اور سب سے بڑا جو زمین اور آسمان کے برابر ہے۔"

() المصدر، باب ۱۷، حدیث ۲.

۱۶۔ قرآن مجید سے جو کچھ سیکھا ہے اس کی حفاظت ضروری ہے اور اسے اس طرح سے ترک نہیں کرنا ہے کہ مکمل فراموش ہوجائے

یعقوب الأحمر سے نقل ہے، وہ کہتا ہے: **(قلت لأبي عبد الله (عليه السلام) إن عليّ ديناً كثيراً وقد دخلني ما كاد القرآن يتفلت مني، فقال أبوعبد الله (عليه السلام): القرآن القرآن إن الآية من القرآن والسورة لتجيء يوم القيامة حتى تصعد ألف درجة - يعني في الجنة - فتقول: لو حفظتني لبلغت بک هاهنا)().**

" میں نے ابی عبداللہ (علیہ السلام) سے کہا: میرے اوپر بہت زیادہ قرض چڑھا ہوا ہے اور اس کی وجہ سے قرآن مجھ سے چھوٹ چکا ہے،تو ابو عبداللہ (علیہ السلام) نے فرمایا: قرآن قرآن چونکہ جب قیامت کے دن قرآن کی ایک آیت اور سورہ آجائیں گی تو ایک ہزار درجے بلند ہونگے- یعنی جنت میں - اور کہے گا اگر تو مجھے حفظ کرتا تو میں تجھے یہاں پہنچا دیتا۔"

میں کہتا ہوں: جیسا کہ پہلے آپ پڑھ چکے ہیں کہ حفظ معنوی کا مطلب قرآن کی حدود اور معانی کی رعایت کرنا اور اس کے اوامر اور نواہی کا پابند ہونا ہے۔

() المصدر، باب ۱۲، حديث۳.

۷۔وضو کے ساتھ تلاوت کرنا مستحب ہے

محمد بن الفضیل نے ابو الحسن (علیہ السلام) سے روایت کی ہے، فرمایا: **(سألته أقرأ المصحف ثم يأخذني البول فأقوم فأبول وأستنجي وأغسل يدي وأعود إلى المصحف فأقرأ فيه؟ قال: لا حتى تتوضأ للصلاة)(1).**

"میں نے ان سے پوچھا میں قرآن مجید پڑھتا ہوں پھر مجھے پیشاب آتا ہے، میں کھڑا ہوجاتا ہوں، جا کر پیشاب کرتا ہوں پھر استنجی کرتا ہوں اور اپنے ہاتھ دھوتا ہوں اورقرآن کی طرف واپس لوٹتا ہوں پھر اسے پڑھتا ہوں؟ انہوں نے کہا: نہیں یہاں تک کہ تم نماز کےلیے وضو کرو۔"

اور ان (علیہ السلام) سے نقل ہے: **(لقارئ القرآن بكل حرف يقرأ في الصلاة قائماً مائة حسنة وقاعداً خمسون حسنة ومتطهراً في غير صلاة خمسة وعشرون حسنة وغير متطهر عشر حسنات، أما إني لا أقول: المر، بل بالألف عشر وباللام عشر وبالميم عشر وبالراء عشر)(2).**

"جو شخص قیام کی حالت میں قرآن کی تلاوت کرتا ہے تو اسے قرآن کے ہر حرف کے بدلے میں ۱۰۰ نیکیاں مل جاتی ہیں اگر بیٹھ کر پڑھے ۵۰ نیکیاں مل جاتی ہیں،اگر باوضو پڑھے غیر نماز میں ۲۵ نیکیاں اس کو مل جائیں گی لیکن اگر وضو کے بغیر پڑھے تو ۱۰ نیکیاں مل جائیں گی، لیکن

---

(1) المصدر، باب ۱۳، حديث ۱.
(2) المصدر، حديث ۳.

میں یہ نہیں کہتا: الم،ایک حرف ہے بلکہ الف کے مقابلے میں ۱۰ نیکیاں، لام کے مقابلے میں ۱۰ نیکیاں،میم کے مقابلے میں ۱۰ نیکیاں اور راء کے مقابلے میں ۱۰ نیکیاں مل جائیں گی۔"

۱۸۔ قرآن کی تلاوت کے وقت استعاذہ پڑھنا مستحب ہے

حلبی نے ابی عبداللہ (علیہ السلام) سے روایت کی ہے، کہا: **(سألته عن التعوذ من الشیطان عند کل سورة یفتتحها، قال: نعم، فتعوذ باللہ من الشیطان الرجیم)**(). " میں نے ان سے ہر سورہ کے شروع میں اعوذ باللہ پڑھنے کے بارے میں پوچھا ، کہا: ہاں،پس کہو: میں شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔"

اور أمیر المؤمنین (علیہ السلام) سے روایت ہے:اللہ تعالی نے اپنے بندوں کو قرآن کی تلاوت کے وقت شیطان سے پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے اپنے اس قول کے ساتھ: **[فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ] ومن تأدب بأدب الله أدّاه إلى الفلاح الدائم)**(). "جو بھی الہی آداب کے ساتھ اپنے آپ کو سنوارے گا وہ ابدی نجات پائے گا۔"

() المصدر، باب ١٤، حدیث٢.
() المصدر، حدیث ١.

۱۹۔ قرآن اللہ کا وعدہ ہے مسلمان کو چاہیے کہ وہ روزانہ اس کی تلاوت کرے

امام صادق (علیہ السلام) کا فرمان ہے: **(القرآن عهد الله إلى خلقه فقد ينبغي للمرء المسلم أن ينظر في عهده وأن يقرأ منه في كل يوم خمسين آية)**(). "قرآن اپنی مخلوق کے ساتھ اللہ کا عہد ہے مسلمان شخص کو چاہیے کہ اپنے عہد کی پاسداری کرے اور ہر روز اس کی ۵۰ آیتوں کی تلاوت کرے۔"

میں کہتا ہوں: ایک آسان حساب کتاب کے ساتھ، آپ یہ نتیجہ اخذ کرسکتے ہیں کہ کم از کم مومن کو سال میں تین بار قرآن مجید مکمل کرنا چاہئے کیوں کہ قرآن مجید میں آیات کی تعداد چھ ہزار سے زیادہ ہے، پھر (120) دن میں، یعنی چار مہینے میں اس پر لازم ہے کہ قرآن ختم کرے، جبکہ رمضان کے مہینے میں اس کی دوگنی کوشش کی جائے۔

۲۰۔ آیات قرآنی خزانے ہیں لہذا ان سب سے فائدہ اٹھائیں

علي بن الحسين (علیہ السلام) سے نقل ہے، کہا: **(آيات القرآن خزائن فكلما فتحت خزانة ينبغي لك أن تنظر ما فيها)**(). "(آیات قرآنی خزانے ہیں، پس جب بھی تم کوئی خزانہ کھولو تو پھر تم پر لازم ہے کہ جو کچھ اس میں موجود ہے اسے دیکھ لو۔"

() المصدر، باب ١٥، حديث١.

() المصدر، حديث ٢.

۲۱۔ گھر میں قرآن کریم پڑھنا مستحب ہے

امام جعفر صادق (علیہ السلام) سے روایت ہے، فرمایا: **قال أمير المؤمنين: (البيت الذي يقرأ فيه القرآن ويذكر الله عز وجل فيه تكثر بركته وتحضره الملائكة وتهجره الشياطين، ويضيء لأهل السماء كما تضيء الكواكب لأهل الأرض، وإن البيت الذي لا يُقرأ فيه القرآن ولا يذكر الله عز وجل فيه تقل بركته وتهجره الملائكة وتحضره الشياطين)()**.

امیر امومنین علیہ السلام نے فرمایا: وہ گھر جس میں قرآن کی تلاوت اور ذکرِ خدا کیا جاتا ہو اس کی برکتوں میں اضافہ ہوتا ہے، اس میں فرشتوں کا نزول ہوتا ہے .شیاطین اس گھر کو ترک کر دیتے ہیں اور یہ گھر آسمان والوں کو روشن نظر آتا ہے جس طرح آسمان کے ستارے اہل زمین کو نور بخشتے ہیں اور وہ گھر جس میں قرآن کی تلاوت نہیں ہوتی اور ذکر خدا نہیں ہوتا اس میں برکت کم ہوتی ہے فرشتے اسے ترک کر دیتے ہیں اور ان میں شیاطین بس جاتے ہیں۔"

۲۲۔ کمائی اور معاش کا حصول قرآن مجید پڑھنے سے نہیں روکتا

امام جعفر صادق (علیہ السلام) سے روایت ہے،فرمایا: **(ما يمنع التاجر منكم المشغول في سوقه إذا رجع إلى منزله أن لا ينام حتى يقرأ سورة من القرآن فيكتب له مكان كل آية يقرأها عشر حسنات**

() المصدر، باب ١٦، حديث ٢.

وتمحي عنه عشر سيئات)(). " جب تمہارے تاجر اپنی تجارت اور کاروبار سے فارغ ہو کر گھر واپس لوٹتے ہیں تو سونے سے پہلے ایک سورۃ کی تلاوت سے کونسی۔ چیز ان کے لیے مانع اور رکاوٹ بنتی ہے (کیوں تلاوت نہیں کرتے) تاکہ ہر آیت کے بدلے اس کے لیے دس نیکیاں لکھی جائیں اور اس کے نامہ اعمال میں سے دس برائیاں مٹا دی جائیں۔"

۲۳۔قرآن دیکھ کر پڑھنا مستحب ہے اگرچہ جو کچھ پڑھ رہا ہے وہ اسے حفظ ہی کیوں نہ ہو

أبي عبد الله (علیہ السلام) سے روایت ہے، فرمایا: **(من قرأ القرآن في المصحف متع ببصره وخفف عن والديه وإن كانا كافرين)()**." جو بھی قرآن دیکھ کر پڑھتا ہے اپنی آنکھوں سے فائدہ اٹھائے گا، اس کے والدین کے عذاب میں کمی ہو گی اگرچہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہوں۔"

نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ) کا ارشاد گرامی ہے: **(ليس شيء أشد على الشيطان من القراءة في المصحف نظراً)()**." شیطان کےلیے سخت ترین چیز یہ ہے کہ انسان قرآن مجید کی تلاوت قرآن سے دیکھ کر کرے۔"

() المصدر، باب ١١، حديث ٦.
() المصدر، باب ١٩، حديث ١.
() المصدر، حديث ٢.

ایک اور حدیث میں آیا ہے: **(النظر إلی المصحف من غیر قراءة عبادة)()."** قرآن پر نگاہ کرنا بغیر قرات کے عبادت ہے۔"

میں کہتا ہوں: یہ کم ترین وظیفہ ہے جو اچھے سے نہیں پڑھ سکتا وگرنہ اسے سننا چاہیے۔

اسحاق بن عمار ابی عبداللہ (علیہ السلام) سے روایت کرتے ہیں: **(قلت له: جعلت فداک إني أحفظ القرآن علی ظهر قلبي فاقرأه علی ظهر قلبي أفضل أو أنظر في المصحف،قال فقال لي: بل اقرأه وانظر في المصحف فهو أفضل، أما علمت أن النظر في المصحف عبادة)().**

''میری جان آپ پر نثار ہو، میں نے قرآن حفظ کرلیاہے اور زبانی ہی اس کی تلاوت کرتا ہوں، یہی بہتر ہے یا یہ کہ قرآن دیکھ کے تلاوت کروں؟ آپ نے فرمایا: قرآن دیکھ کر تلاوت کیا کرو یہ بہتر ہے، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ قرآن میں دیکھنا عبادت ہے۔"

۲۴۔ گھر میں قرآن مجید رکھنا مستحب ہے

اما م صادق (علیہ السلام) سے روایت ہے،فرمایا: **(إنه ليعجبني أن يكون في البيت مصحف يطرد الله عزوجل به الشياطين)()."** میرے لیئے تعجب کی بات ہے کہ گھر میں قرآن ہو تو اللہ تعالی اس کے توسط سے شیاطین کو وہاں سے نکال دیتا ہے۔"

() المصدر، حديث ٦.
() المصدر، باب ١٩، حديث ٤.

۲۵۔ قرآن کو ترتیل کے ساتھ پڑھنا مستحب اور جلدی پڑھنا مکروہ ہے

عبداللہ بن سلمان سے روایت ہے۔ اس نے کہا: میں نے ابا عبداللہ (علیہ السلام) سے پوچھا اللہ تعالی کے اس قول کے بارے میں: [**وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلاً**]، فرمایا: (**قال أمير المؤمنين (عليه السلام): بيّنه تبياناً ولا تهذّه هذّ الشعر ولا تنثره نثر الرمل ولكن اقرعوا به قلوبكم القاسية، ولا يكن همّ أحدكم آخر السورة**)(1).

" امیرالمومنین (علیہ السلام) نے فرمایا: قرآن کو واضح کر کے پڑھو، شعر کی طرح جلدی نہ پڑھو اور نہ ہی صحرا کی ریت کی مانند بکھیر دو لیکن اس کے ذریعے اپنے سخت دلوں پر دستک دو، آپ میں سے کسی کی یہ سوچ نہیں ہونی چاہیے کہ آخر سورہ تک پہنچے۔"

اور اللہ تعالی کے اس قول کی تفسیر میں: [**الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَتْلُونَهُ حَقَّ تِلاَوَتِهِ**] امام صادق (علیہ السلام) سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: (**حق تلاوته هو الوقوف عند ذكر الجنة والنار، يسأل في الأولى و يستعيذ من الأخرى**)(2). " اس کی تلاوت کا حق یہ ہے کہ جب جنت اور جہنم کا ذکر آئے تو وہاں پر توقف کرے پہلے کے بارے میں سوال کرے اور دوسرے کے بارے میں اللہ سے پناہ مانگے۔"

---

(1) المصدر، باب ٢٠، حديث١.
(2) المصدر، باب ٢١، حديث ١.
(3) المصدر، باب ٢٧، ح٧.

اور امام جعفر صادق (علیہ السلام) کی حدیث ہے: **(إن القرآن لا يُقرأ هذرمة ولكن يرتل ترتيلاً وإذا مررت بآية فيها ذكر الجنة فقف عندها وسل الله الجنة وإذا مررت بآية فيها ذكر النار فقف عندها وتعوذ بالله من النار)()**. " قرآن جلدی سے نہیں پڑھا جاتا بلکہ ترتیل سے پڑھا جائے اور جب تم کسی ایسی آیت تک پہنچتے ہو جس میں جنت کا ذکر ہو تو وہاں رک جاو اور اللہ سے سوال کرو اور اگر کسی ایسی آیت تک پہنچتے ہو جس میں جہنم کا ذکر ہے تو وہاں رک جاو اور جہنم سے اللہ کی پناہ مانگو۔"

۲۶۔ حزن کے ساتھ قرآن کی تلاوت مستحب ہے جیسا کہ آپ کسی انسان سے مخاطب ہوں اور جو صوفی انجام دیتے ہیں چیخنا چلانا اور بے ہوش ہوجانا یہ حرام ہے

امام صادق (علیہ السلام) کا ارشاد ہے: **(إن القرآن نزل بالحزن فاقرأه بالحزن)()**. " قرآن حزن کے ساتھ نازل ہوا ہے لہذا اسے حزن کے ساتھ پڑھو۔" 2

حفص سے روایت ہے، کہا: **(ما رأيت أحداً أشد خوفاً على نفسه من موسى بن جعفر (عليه السلام) ولا أرجى للناس منه وكانت قراءته حزناً فإذا قرأ كأنما يخاطب إنساناً)()**.

() المصدر، حديث ٣.
() المصدر، باب ٢٢، ح١.
() المصدر، حديث ٣.

"میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو اپنے نفس کے بارے میں شدت سے ڈرتا ہو سوائے موسی بن جعفر (علیہ السلام) کے اور اس سے سے زیادہ کسی۔ کو پرامید نہیں دیکھا اور وہ حزن کے ساتھ قرآن پڑھتے تھے جب وہ پڑھتے تھے تو ایسا لگتا تھا جیسے وہ کسی انسان سے مخاطب ہیں۔"

جابر نے أبي جعفر (علیہ السلام) سے روایت کی ہے، فرمایا: **(قلت إن قوماً إذا ذكروا شيئاً من القرآن أو حدّثوا به صعق أحدهم حتى يرى أن أحدهم لو قطعت يداه أو رجلاه لم يشعر بذلك، فقال: سبحان الله ذلك من الشيطان، ما بهذا نعتوا إنما هو اللين والرقة والدمعة والوجل)()**. "میں نے کہا ایک قوم ہے جب وہ قرآن پڑھتے ہیں یا قرآن انہیں پڑھ کر سنایا جاتا ہے تو وہ بے ہوش و مد ہوش ہوجاتے ہیں اور ایسا لگتا ہے اس بے ہوش ہونے والے کے اگر ہاتھ پاوں کاٹ دیئے جائیں تو اس کو پتہ نہیں چلے گا،تو انہوں نے کہا: سبحان اللہ، یہ شیطانی کام ہے،ایسی۔ کوئی چیز بیان نہیں ہوئی ہے جس چیز کی تاکید ہے وہ رقت قلب، آنسو اور خوف ہیں۔"

۲۷۔ بلند آواز سے قرآن پڑھنا مستحب ہے

عمار بن معاویہ سے روایت ہے، کہا: **(قلت لأبي عبد الله (عليه السلام): الرجل لا يرى أنه صنع شيئاً في الدعاء وفي القراءة حتى يرفع صوته، فقال: لا بأس، إنّ علي بن الحسين (عليه السلام) كان أحسن الناس صوتاً بالقرآن وكان يرفع صوته حتى يسمعه أهل الدار وإن أبا جعفر (عليه**

() المصدر، باب ٢٥، حديث١.

السلام) كان أحسن الناس صوتاً بالقرآن، وكان إذا قام من الليل وقرأ رفع صوته فيمر به مار الطريق من الساقين وغيرهم فيقومون فيستمعون إلى قراءته)(1).

" میں نے ابی عبداللہ (علیہ السلام) سے کہا: انسان دعا میں اور قرائت میں توجہ نہیں کرتا یہاں تک کہ اس کی آواز اونچی ہوجاتی ہے، فرمایا: مشکل نہیں، علي بن الحسین (علیہ السلام) کی آوازقرآن پڑھنے میں سب سے پیاری تھی وہ بلند آواز سے قرآن پڑھتے تھے یہاں تک کہ ان کے گھر والے بھی ان کو سنتے تھےاور ابو جعفر (علیہ السلام) بھی قرآن بہت خوبصورت آواز میں پڑھتے تھے،جب وہ رات کو بیدار ہوتے تھے اور بلند آواز میں قرآن پڑھتے تھے اور ساقین اور غیر ساقین کا وہاں سے جب گزر ہوتا تھا تو وہاں کھڑے ہوجاتے تھے اور بہت غور سے قرآن کی تلاوت سنتے تھے۔"

۲۸۔ غنا کے ساتھ قرآن پڑھنا حرام ہے

امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے، کہا: **(قال رسول الله (صلى الله عليه وآله): اقرأوا القرآن بألحان العرب وأصواتها وإياكم ولحون أهل الفسق وأهل الكبائر فإنه سيجيء من بعدي أقوام يرّجعون القرآن ترجيع الغناء والنوح والرهبانية لا يجوز تراقيهم قلوبهم مقلوبة وقلوب من يعجبه شأنهم)(2).**

---

(1) المصدر، باب ٢٣، حديث ٢.
(2) باب ٢٤، حديث ١.

"رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ) نے فرمایا: قرآن کو عربوں کی آواز میں پڑھو، فاسقوں اور گنہگاروں کی آواز میں پڑھنے سے اجتناب کرو۔ میرے بعد کچھ اقوام آئیں گی وہ قرآن کو غنا، نوحہ اوررہبانیت کی طرح گلے میں گھماتے رہیں گے اور آواز ان کے گلے سے باہر نہیں نکلتی، ان کے دل الٹے ہیں اور جو لوگ ان کو پسند کرتے ہیں ان کے دل بھی الٹے ہیں۔"

۲۹۔ اخلاقی طور پر قرآن مجید کی تلاوت سننا واجب اور شرعی طور پر سننا مستحب ہے سوائے نماز کے

عبد اللہ بن أبي یعفور نے أبي عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت کی ہے، فرمایا: **(قلت له الرجل یقرأ القرآن أیجب علی من سمعه الإنصات له والاستماع؟ قال: نعم إذا قرأ عندک القرآن وجب علیک الإنصات والاستماع)()**.

"میں نے ان سے پوچھا کوئی شخص قرآن کی تلاوت کررہا ہے کیا جو شخص اسے سن رہا ہے اس پر اس کو سننا واجب ہے؟ کہا: جی، جب آپ کے نزدیک قرآن پڑھا جائے تو آپ پر اسے غور سے سننا واجب ہے۔"

() المصدر، باب ۲٦، حدیث ٤.

ایک حدیث میں زرارہ ، ابی جعفر (علیہ السلام) سے نقل کرتے ہیں، کہا: **(وإذا قرأ القرآن في الفريضة خلف الإمام فاستمعوا له وأنصتوا لعلكم ترحمون)()**. " جب نماز میں قرآن پڑھا جائے،امام کے پیچھے، تو اسے غور سے سنو اور خاموش رہو شاید تم پر رحم کیا جائے۔"

۳۰۔ ہر مہینے میں ایک دفعہ ختم قرآن کرنا مستحب ہے

محمد بن عبد اللہ سے روایت ہے، وہ کہتا ہے: **قلت لأبي عبد الله (عليه السلام): اقرأ القرآن في ليلة؟ فقال: (لا يعجبني أن تقرأه في أقل من شهر)()**. " میں نے ابی عبداللہ (علیہ السلام) سے کہا: قرآن کو ایک ہی رات میں پڑھ لوں؟ فرمایا: مجھے پسند نہیں کہ تم اسے ایک ماہ سے کم عرصے میں پڑھو۔"

۳۱۔ قرآن کی تلاوت کا ثواب معصومین (علیہم السلام) کے لیے ہدیہ کرنا تاکہ اس کا ثواب دو برابر ہو۔

علي بن المغيرة، ابو الحسن (علیہ السلام) سے روایت کرتے ہیں: **(قلت فإذا كان في يوم الفطر جعلتُ لرسول الله (صلى الله عليه وآله) ختمة() ولعلي (عليه السلام) أخرى ولفاطمة (عليها السلام) أخرى ثم الأئمة (عليهم السلام) حتى انتهيت إليك فصيرت لك واحدة منذ صرت في الحال،**

() المصدر، حديث ٥.
() المصدر، باب ٢٧، حديث١.
() مما قرأه في شهر رمضان.

فأي شيء لي بذلک؟ قال: لک بذلک أن تکون معهم يوم القيامة، قلت: الله أکبر فلي بذلک؟ قال: نعم ثلاث مرات)()۔

" میں نے کہا فطر کے دن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ) کے لیے میں نے ختمِ قرآن کیا ہے، دوسرا ختمِ قرآن میں نے علی (علیہ السلام) کے لیے، ایک اور میں نے فاطمہ (علیہا السلام) کے لیے پھر تمام آئمہ (علیهم السلام) یہاں تک کہ میں آپ تک پہنچا اور پھر آپ کے لیے بھی ایک قرآن ختم کیا، تو اس بدلے میں مجھے کیا ملے گا؟ فرمایا: اس کے بدلے میں آپ قیامت کے دن ان کے ساتھ ہونگے، میں نے کہا، اللہ اکبر یہ سب میرے لیئے؟ کہا: جی، تین مرتبہ۔"

۳۲۔ قرآن سنتے وقت رونا یا رونے کی شکل بنانا مستحب ہے

امام صادق (علیہ السلام) سے روایت ہے، فرمایا: **(إن رسول الله أتى شباباً من الأنصار فقال: إني أريد أقرأ عليكم فمن بكى فله الجنة فقرأ آخر سورة الزمر [وَسِيقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى جَهَنَّمَ زُمَرًا] إلى آخر السورة فبكى القوم جميعاً إلا شاباً فقال: يا رسول الله قد تباكيت فما قطرت عيني فقال: إني معيد عليكم فمن تباكى فله الجنة فأعاد عليهم فبكى القوم وتباكى الفتى فدخلوا الجنة جميعاً)()۔**

() المصدر، باب ۲۸، حدیث۱.
() المصدر، باب ۲۹، حدیث۱.

ایک دن پیغمبر اکرم(ص) انصار کے کچھ جوانوں کے پاس تشریف لائے اور کہا: میں تمہارے سامنے قرآن مجید کی کچھ آیتوں کی تلاوت کرنا چاہتا ہوں پس جس نے بھی آیتوں کو سن کر گریہ کیا بہشت اس پر واجب ہوجائے گی چنانچہ اس کے بعد آپ نے سورہ زمر کی آخری آیات کی تلاوت کرنا شروع کردیا''وَسِيقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى جَهَنَّمَ زُمَرًا حَتَّى إِذَا جَاؤُوهَا فُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ يَتْلُونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِ رَبِّكُمْ وَيُنذِرُونَكُمْ لِقَاء يَوْمِكُمْ هَذَا قَالُوا بَلَى وَلَكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكَافِرِينَ "۔(1) "اور کفر اختیار کرنے والوں کو گروہ در گروہ جہّنم کی طرف ہنکایا جائے گا یہاں تک کہ اس کے سامنے پہنچ جائیں گے تو اس کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور اس کے خازن سوال کریں گے کیا تمہارے پاس رسول نہیں آئے تھے جو تمہارے سامنے تمہارے رب کی آیتوں کی تلاوت کرتے اور تمہیں آج کے دن کی ملاقات سے ڈراتے تو سب کہیں گے کہ بے شک رسول آئے تھے لیکن کافرین کے حق میں کلمئہ عذاب بہرحال ثابت ہوچکا ہے۔"

زبان رسالتمآب(ص) سے جب ان آیتوں کو سنا تو ایک کے علاوہ سارے جوانوں کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔اس جوان نے عرض کیا: یا رسول اللہ(ص)! میرا دل تو رونے کو بہت کررہا تھا لیکن میری آنکھ سے کوئی آنسو کا قطرہ نہ ٹپکا۔

سرکار ختمی مرتبت(ص) نے فرمایا: میں دوبارہ اس آیت کو تمہارے لئے تلاوت کرتا ہوں جس نے بھی اپنا رونے جیسا منھ بنا لیا بہشت اس پر واجب ہوجائے گی اور پھر اسی آیت کو تلاوت فرمایا پھر سب جوان رونے لگے اور جوان نے رونے والی شکل بنائی اور سب کے سب جنت میں داخل ہو گئے۔"

۳۳۔ علم سارا قرآن میں ہے

علي (علیہ السلام) سے روایت کی گئی ہے، ان سے کہا گیا: **(هل عندكم شيء من الوحي؟ قال: لا، والذي فلق الحبة وبرأ النسمة إلا أن يعطي الله عبداً فهماً في كتابه)()**." کیا تمھارے پاس وحی ہے/ کیا آپ پر وحی نازل ہوتی ہے؟ فرمایا: نہیں، قسم اس کی جس نے دانے کو توڑا اور انسان کو پیدا کیا مگر یہ کہ اللہ تعالی کسی بندے کو اپنی کتاب کی فہم عطا کرے۔"

إبراهيم بن العباس سے روایت ہے، کہا: **(ما رأيت الرضا (عليه السلام) سئل عن شيء قط إلا علمه ولا رأيت أعلم منه بما كان في الزمان الأول إلى وقته وعصره وكان المأمون يمتحنه بالسؤال عن كل شيء فيجيب فيه، وكان كلامه كله وجوابه وتمثله انتزاعات من القرآن)()**." میں نے رضا(علیہ السلام) کو نہیں دیکھا کہ اس سے کسی۔ چیز کے بارے میں سوال پوچھا گیا ہو اور اس نے اس سوال کا جواب نہ دیا ہو اور میں نے پچھلے زمانے کے علماء اور معاصر علما میں اس سے زیادہ عالم کسی۔ کو نہیں دیکھا،اور مامون ہر چیز کے بارے میں ان سے سوال پوچھتا تھا اور وہ

() تفسير الصافي: ٣٩/١ وتقدم الطريق إلى مصادره من طريق العامة.
() المصدر، باب ٢٧، حديث ٦.

اسے جواب دیتے تھے،اس کا کلام ،اس کے جوابات اور اس کی شاہد مثالیں، سب قرآن سے ہوتا تھا۔"

اور نھج البلاغه میں: (**ذلک القرآن فاستنطقوه ولن ینطق ولکن أخبرکم عنه: ألا إنه فیه علم ما یأتي والحدیث عن الماضي ودواء دائکم ونظم بینکم**)(1)." یہ کتاب خدا ہے اس سے پوچھو اور یہ کبھی نہیں بولے گی لیکن میں آپ کو اس کے بارے میں بتاوں گا: آگاہ رہو اس میں آئندہ کے بارے میں علم ہے اورماضی کے بارے میں علم ہے، تمہاری بیماریوں کا علاج ہے اور جو کچھ تمہارے درمیان ہے اس کے لیے نظم ہے۔"

۳۴۔ قرآن ہر بیماری کا علاج ہے

ابی عبداللہ(علیه السلام) سے روایت ہے، کہا: (**لو قرأت الحمد علی میت سبعین مرة ثم ردت فیه الروح ما کان ذلک عجباً**)(2). " اگر مردے پر ۷۰ دفعہ الحمد پڑھی جائے اور اس کے جسم میں روح واپس آجائے تو تعجب والی بات نہیں۔"

---

(1) الخطبة ١٥٨ من الجزء الأول.
(2) الکافي: ٦٢٤/٢.

۳۵۔ قرآن میں دلوں کی جلاء ہے

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ) سے روایت ہے،انہوں نے فرمایا: **(إن هذه القلوب لتصدأ كما يصدأ الحديد وإن جلاءها قراءة القرآن)**(1). ان دلوں کو زنگ لگ جاتا ہے جیسے لوہے کو زنگ لگتا ہے اوران کی جلاء قرآن کریم کی تلاوت ہے۔"

۳۶۔ ماہ مبارک رمضان میں قرآن کی کثرت سے تلاوت کرنا

امام باقر (علیہ السلام) سے روایت ہے، فرمایا: **(لكل شيء ربيع وربيع القرآن شهر رمضان)**(2)."ہر چیز کی ایک بہار ہے اور قرآن کی بہار رمضان کا مہینہ ہے۔"

علي بن حمزة سے روایت ہے، کہا: **(دخلت علي أبي عبد الله (عليه السلام) فقال له أبو بصير: جعلت فداک أقرأ القرآن في شهر رمضان في ليلة؟ فقال: لا، ففي ليلتين؟ فقال: لا، فقال: ففي ثلاث؟ فقال: ها وأشار بيده ثم قال: يا أبا محمد إن لرمضان حقاً وحرمة لا يشبهه شيء من الشهور)**(3).

"میں امام صادق (علیہ السلام) کی خدمت میں حاضر ہوا، پس ابو بصیر نے کہا: آپ پر قربان جاوں، کیا رمضان میں پورا قرآن ایک ہی رات میں پڑھ لوں؟ کہا نہیں، پھر پوچھا :دو راتوں میں؟ کہا، نہیں پھر کہا: تین راتوں میں؟ کہا، جی ، اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا پھر کہا:ائے ابا محمد بے

---

(1) إرشاد القلوب: صفحة ۷۸.
(2) ثواب الأعمال : ۱۲۹/ ۱، باب ثواب قراءة القرآن.
(3) وسائل الشيعة: كتاب الصلاة، أبواب قراءة القرآن في غير الصلاة، باب ۲۷، ح۳.

شک رمضان کی اپنی ایک خاص حرمت اور حق ہے اور دوسرے مہینے اس کی طرح نہیں ہیں۔"

شعبان کے آخری جمعے کے خطبے میں نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ) نے فرمایا: **(ومن تلا فيه - أي شهر رمضان - آية من القرآن كان له مثل أجر من ختم القرآن في غيره من الشهور)(1).**

"اور جو بھی اس میں- ماہ رمضان- قرآن کی ایک آیت کی تلاوت کرے گا تو اس کا ثواب اس شخص کے برابر ہے جو ماہ رمضان کے علاوہ دوسرے مہینوں میں ختم قرآن کرے"۔

۳۷۔ قرآن کی تلاوت ایسے کرنا جس سے اس کا حق ادا ہوجائے

اللہ تعالی کے اس قول : **[الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَتْلُونَهُ حَقَّ تِلَاوَتِهِ](البقرة: 121)** "وہ لوگ جنہیں ہم نے کتاب دی ہے وہ اسے پڑھتے ہیں جیسا اس کے پڑھنے کا حق ہے۔" کی تفسیر میں امام صادق (علیہ السلام) فرماتے ہیں: **(يرتلون آياته و يتفقهون به و يعملون بأحكامه و يرجون وعده، ويخافون وعيده و يعتبرون بقصصه، و يأتمرون بأوامره و ينتهون بنواهيه، ما هو والله حفظ آياته ودرس حروفه وتلاوة سوره ودرس أعشاره وأخماسه. حفظوا حروفه وأضاعوا حدوده وإنما هو تدبر آياته والعمل بأحكامه قال تعالى:[كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ])(2).**

---

(1) عيون أخبار الرضا: صفحة ١٦٢.
(2) الميزان في تفسير القرآن: ١ / ٢٦٠، عن إرشاد القلوب للديلمي.

"وہ اس کی آیات کو واضح اور آہستہ پڑھتے ہیں کوشش کرتے ہیں کہ اس کے معنی کو سمجھیں، اس کے احکام و دستورات سے استفادہ کرتے ہیں اس کے وعدہ پر امیدوار اور اس کے عذاب سے خوف کھاتے ہیں۔ اس کی داستان کو نمونہ اور اس کی مثالوں سے نصیحتیں حاصل کرتے ہیں اوامرِ الٰہی کو بجا لاتے ہیں اور اس کے منکر سے دوری اختیار کرتے ہیں۔خدا کی قسم قرآن کی تلاوت کا حق یہ نہیں ہے کہ اس کی آیات کو حفظ اور اس کے حروف و کلمات لگاتار پڑھتا رہے اور سوروں کی تلاوت اور اس کے حواشی کا مطالعہ کرتا رہے، حروف و کلمات کو تو پڑھتا رہے اور اس کے معانی و مفاہیم کو چھوڑ دے بلکہ حق یہ ہے کہ اس کی آیات میں تدبر و تفکر کیا جائے خداوند عالم فرماتا ہے:"یہ مبارک کتاب ہے کہ جو تمہاری طرف بھیجی گئی ہے تاکہ اس کی آیات میں تدبر کرو"۔

۳۸۔ قرآن سے علماء سیراب نہیں ہوتے

نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ) کا قرآن کی توصیف میں ارشاد گرامی ہے: (**هو حبل الله المتين وهو الذكر الحكيم وهو الصراط المستقيم وهو الذي لا تزيغ به الأهواء ولا يشبع منه العلماء ولا تلتبس منه الألسن ولا يخلق من الرد ولا تنقضي عجائبه من قال به صدق ومن حكم به عدل ومن عمل به أجر ومن دعا إليه هُدي إلى صراط مستقيم**)()

() سنن الدارمي:٤٣٥/٢، كتاب فضائل القرآن، ومثله في كتب الخاصة.

. قرآن ہی حبل اللہ المتین (یعنی اللہ سے تعلق کا مضبوط وسیلہ)ہے ! اور محکم نصیحت نامہ ہے ' اور وہی صراط مستقیم ہے' وہی وہ حق مبین ہے جس کے اتباع سے خیالات کجی سے محفوظ رہتے ہیں اور علم والے کبھی اس کے علم سے سیر نہیں ہوں گے (یعنی قرآن میں تدبر کا عمل اور اس کے حقائق و معارف کی تلاش کا سلسلہ ہمیشہ ہمیشہ جاری رہے گا اور کبھی ایسا وقت نہیں آئے گا کہ قرآن کا علم حاصل کرنے والے محسوس کریں کہ ہم نے علم قرآن پر پورا عبور حاصل کر لیا اور اب ہمارے حاصل کرنے کے لئے کچھ باقی نہیں رہا. بلکہ قرآن کے طالبین علم کا حال ہمیشہ یہ رہے گا کہ وہ علمِ قرآن میں جتنے آگے بڑھتے رہیں گے اتنی ہی ان کی طلب ترقی کرتی رہے گی اور ان کا احساس یہ ہو گا کہ جو کچھ ہم نے حاصل کیا ہے وہ اس کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے' جو ابھی ہم کو حاصل نہیں ہوا ہے)

اور وہ (قرآن) کثرتِ مزاولت سے کبھی پرانا نہیں ہو گا (یعنی جس طرح دنیا کی دوسری کتابوں کا حال ہے کہ بار بار پڑھنے کے بعد اُن کے پڑھنے میں آدمی کو لطف نہیں آتا' قرآن مجید کا معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے' وہ جتنا پڑھا جائے گا اور جتنا اس میں تفکر و تدبر کیا جائے گا اتنا ہی اس کے لطف و لذت میں اضافہ ہو گا!) اور اس کے عجائب (یعنی اس کے دقیق و لطیف حقائق و معارف) کبھی ختم نہیں ہوں گے،جس نے قرآن کے موافق بات کہی اس نے سچی بات کہی' اور جس نے اس پر عمل کیا اس کو اجر ملا اور جس نے قرآن کے موافق

فیصلہ کیا اس نے عدل و انصاف کیا ' اور جس نے قرآن کی طرف دعوت دی اس کو صراط مستقیم کی ہدایت نصیب ہو گئی !''

۲۹۔قرآن نہج البلاغہ میں

(وتعلموا القرآن فإنه أحسن الحديث وتفقهوا فيه فإنه ربيع القلوب واستشفوا بنوره فإنه شفاء الصدور وأحسنوا تلاوته فإنه أنفع القصص وإن العامل بغير علمه كالجاهل الحائر الذي لا يستفيق من جهله بل الحجة عليه أعظم والحسرة له ألزم وهو عند الله ألوم)[1].

" قرآن مجید کا علم حاصل کرو کہ یہ بہترین کلام ہے اور اس میں غوروفکر کرو کہ یہ دلوں کی بہار ہے۔اس کے نور سے شفا حاصل کرو کہ یہ دلوں کے لئے شفا ہے اور اس کی باقاعدہ تلاوت کرو کہ یہ مفید ترین قصوں کا مرکز ہے۔اور یاد رکھو کہ اپنے علم کے خلاف عمل کرنے والا عالم بھی حیران و سرگردان جاہل جیسا ہے جسے جہالت سے کبھی افاقہ نہیں ہوتا ہے بلکہ اس پر حجت خدا زیادہ عظیم تر ہوتی ہے اور اس کے لئے حسرت و اندوہ بھی زیادہ لازم ہوتا ہے اور وہ بارگاہ الٰہی میں زیادہ قابل ملامت ہوتا ہے۔"

---

[1] نهج البلاغة: الجزء الأول، الخطبة ١١٠.

۴۰۔ قرآن مجید کی تکمیل پر امام سجاد علیہ السلام کی دعا

بارالہا ! تو نے اپنی کتاب کے ختم کرنے پر میری مدد فرمائی وہ کتاب جسے تو نے نور بنا کر اتارا اور تمام کتب سماویہ پر اسے گواہ بنایا اور ہر اس کلام پر جسے تو نے بیان فرمایا اسے فوقیت بخشی۔ اور (حق و باطل میں) حد فاصل قرار دیا جس کے ذریعہ شریعت کے احکام واضح کئے وہ کتاب جسے تو نے اپنے بندوں کے لیے شرح وتفصیل سے بیان کیا اور وہ وحی (آسمانی) جسے اپنے پیغمبر محمد پر نازل فرمایا، جسے وہ نور بنایا جس کی پیروی سے ہم گمراہی و جہالت کی تاریکیوں میں ہدایت حاصل کرتے ہیں اور اس شخص کے لیے اسے شفا قرار دیا جو اس پر اعتقاد رکھتے ہوئے اسے سمجھنا چاہے اور خاموشی کے ساتھ اسے سنے اور وہ عدل و انصاف کا ترازو بنایا جس کا کانٹا حق سے ادھر ادھر نہیں ہوتا اوروہ نورِ ہدایت قرار دیا جس کی دلیل و برہان کی روشنی (توحید و نبوت کی) گواہی دینے والوں کے لیے بجھتی نہیں اور وہ نجات کا نشان بنایا کہ جو اس کے سیدھے طریقہ پر چلنے کا ارادہ کرے۔وہ گمراہ نہیں ہوتا اور جو اس کی ریسماں کے بندھن سے وابستہ ہو۔ وہ (خوف و فقر و عذاب کی) ہلاکتوں کی دسترس سے باہر ہوجاتا ہے۔

بارالہا ! جب کہ تو نے اس کی تلاوت کے سلسلہ میں ہمیں مدد پہنچائی اور اس کے حسن ادائیگی کے لیے ہماری زبان کی گرہیں کھول دیں تو پھر ہمیں ان لوگوں میں سے قرار دے جو اس کی پوری طرح حفاظت ونگہداشت کرتے ہوں اور اس کی محکم آیتوں کے اعتراف وتسلیم کی

پختگی کے ساتھ تیری اطاعت کرتے ہوں اور متشابہ آیتوں اور روشن و واضح دلیلوں کے اقرار کے سایہ میں پناہ لیتے ہوں۔

اے اللہ ! تو نے اسے اپنے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر اجمال کے طور پر اتارا اور اس کے عجائب و اسرار کا پورا پورا علم نہیں القا کیا اور اس کے علم تفصیلی کا ہمیں وارث قرار دیا اور جو اس کا علم نہیں رکھتے ان پر ہمیں فضیلت دی اور اس کے مقتضیات پر عمل کرنے کی قوت بخشی۔ تا کہ جو اس کے حقائق کے متحمل نہیں ہوسکتے ان پر ہماری فوقیت و برتری ثابت کر دے۔

اے اللہ ! جس طرح تو نے ہمارے دلوں کو قرآن کا حامل بنایا اور اپنی رحمت سے اس کے فضل و شرف سے آگاہ کیا ،یونہی محمد (ص) پر جو قرآن کے خطبہ خواں اور ان کی آل (ع) پر جو قرآن کے خزینہ دار ہیں رحمت نازل فرما اور ہمیں ان لوگوں میں سے قرار دے جو یہ اقرار کرتے ہیں کہ یہ تیری جانب سے ہے تا کہ اس کی تصدیق میں ہمیں شک و شبہ لاحق نہ ہو اور اس کے سیدھے راستہ سے رو گردانی کا خیال بھی نہ آنے پائے۔

اے اللہ ! محمد اور ان کی آل پر رحمت نازل فرما اور ہمیں ان لوگوں میں سے قرار دے جو اس کی ریسماں سے وابستہ اور مشتبہ امور میں اس کی محکم پناہ گاہ کا سہارا لیتے اور اس کے پروں کے زیر سایہ منزل کرتے، اس کی صبح درخشاں کی روشنی سے ہدایت پاتے اور اس کے نور کی

درخشندگی کی پیروی کرتے اور اس کے چراغ سے چراغ جلاتے ہیں اور اس کے علاوہ کسی سے ہدایت کے طالب نہیں ہوتے۔

بارالہا جس طرح تونے اس قرآن کے ذریعہ محمد(ص) کو اپنی رہنمائی کا نشان بنایا ہے اور ان کی آل (ع) کے ذریعہ اپنی رضا و خوشنودی کی راہیں آشکارا کی ہیں یونہی محمد اور ان کی آل پر رحمت نازل فرما اور ہمارے لیے قرآن کو عزت و بزرگی کی بلند پایہ منزلوں تک پہنچے کا وسیلہ اور سلامتی کے مقام تک بلند ہونے کا زینہ اور میدان حشر میں نجات کو جزا میں پانے کا سبب اور محل قیام (جنت) کی نعمتوں تک پہنچے کا ذریعہ قرار دے۔

اے اللہ! محمد اور ان کی آل پر رحمت نازل فرما اور قرآن کے ذریعہ گناہوں کا بھاری بوجھ ہمارے سر سے اتارا دے اور نیکوکاروں کے اچھے خصائل و عادات ہمیں مرحمت فرما اور ان لوگوں کے نقش قدم پر چلا جو تیرے لیے رات کے لمحوں اور صبح و شام (کی ساعتوں) میں اسے اپنا دستوار العمل بناتے ہیں تاکہ اس کی تطہیر کے وسیلہ سے توہمیں ہر آلودگی سے پاک کر دے اور ان لوگوں کے نقش قدم پر چلائے، جنھوں نے اس کے نور سے روشنی حاصل کی ہے اور امیدوں نے انہیں عمل سے غافل نہیں ہونے دیا کہ انہیں فریب کی نیزنگیوں سے تباہ کر دیں۔

اے اللہ ! محمد اور ان کی آل رحمت نازل فرما اور قرآن کو رات کی تاریکیوں میں ہمارا مونس اور شیطان کے مفسدوں اور دل میں گزرنے والے وسوسوں سے نگہبانی کرنے اور ہمارے قدموں کو

نافرمانیوں کی طرف بڑھنے سے روک دینے والا اور ہماری زبانوں کو باطل پیمائیوں سے بغیر کسی مرض کے گنگ کر دینے والا اور ہمارے اعضاو کو ارتکاب گناہ سے باز رکھنے والا اور ہماری غفلت و مدہوشی نے جس دفتر عبرت و پندانـدوزی کو تہ رکھا ہے، اسے پھیلانے والا قرار دے تاکہ اس کے عجائب و رموز کی حقیقتوں اور اس کی متنبہ کرنے والی مثالوں کو کہ جنہیں اٹھانے سے پہاڑ اپنے استحکام کے باوجود عاجز آچکے ہیں ہمارے دلوں میں اتار دے۔

اے اللہ ! محمد اور ان کی آل پر رحمت نازل فرما اور قرآن کے ذریعہ ہمارے ظاہر کو ہمیشہ صلاح و رشد سے آراستہ رکھ اور ہمارے ضمیر کی فطری سلامتی سے غلط تصورات کی دخل درانـدازی کو روک دے اور ہمارے دلوں کی کثافتوں اور گناہوں کی آلودگیوں کو دھو دے اور اس کے ذریعہ ہمارے پراگندہ امور کی شیرازہ بندی کر اور میدان حشر میں ہماری جھلستی ہوئی دوپہروں کی تپش و تشنگی بجھا دے اور سخت خوف وہراس کے دن جب قبروں سے اٹھیں تو ہمیں امن و عافیت کے جامے پہنا دے۔

محمد اور ان کی آل پر رحمت نازل فرما اور قرآن کے ذریعہ فقر و احتیاج کی وجہ سے ہماری خستگی و بدحالی کا تدارک فرما اور زندگی کی کشائش اور فراخ روزی کی آسودگی کا رخ ہماری جانب پھر دے اور بُرے عادات اور پست اخلاق سے ہمیں دور کر دے اور کفر کے گڑھے (میں گرنے) اور نفاق انگیز چیزوں سے بچالے تاکہ وہ ہمیں قیامت میں تیری خوشنودی و جنت کی طرف بڑھانے والا اور دنیا

میں تیری ناراضگی اور حدود شکنی سے روکنے والا ہو اور اس امر پر گواہ ہو کہ جو چیز تیرے نزدیک حلال تھی اسے حلال جانا اور جو حرام تھی اسے حرام سمجھا۔

اے اللہ ! محمد اور ان کی آل پر رحمت نازل فرما اور اس قرآن کے وسیلہ سے موت کے ہنگام نزع کی اذیتوں، کراہنے کی سختیوں اور جان کنی کی لگاتار ہچکیوں کو ہم پر آسان فرما جب کہ جان گلے تک پہنچ جائے اور کہا جائے کہ کوئی جھاڑ پھونک کرنے والا ہے (جو کچھ تدراک کرے) اور ملک الموت غیب کے پردے چیر کر قبض روح کے لیے سامنے آئے اور موت کی کمان میں فراق کی دہشت کے تیر جوڑ کر اپنے نشانے کی زد پر رکھ لے اور موت کے زہریلے جام میں زہر ہلاہل گھول دے اور آخرت کی طرف ہمارا چل چلاؤ اور کوچ قریب ہو اور ہمارے اعمال ہماری گردن کا طوق بن جائیں اور قبریں روز حشر کی ساعت تک آرام گاہ قرار پائیں۔

اے اللہ ! محمد اور ان کی آل پر رحمت نازل فرما اور کہنگی و بوسید گی کے گھر میں اترنے اور مٹی کی تہوں میں مدت تک پڑے رہنے کو ہمارے لیے مبارک کرنا اور دنیا سے منہ موڑنے کے بعد قبروں کو ہمارا اچھا گھر بنانا اور اپنی رحمت سے ہمارے لیے گور کی تنگی کو کشادہ کردینا اور حشر کے عام اجتماع کے سامنے ہمارے مہلک گناہوں کی وجہ سے ہمیں رسوانہ کرنا اور اعمال کے پیش ہونے کے مقام پر ہماری ذلت و خواری کی وضع پر رحم فرمانا اور جس دن جہنم کے پل پر سے گزرنا ہو گا تو اس کے لڑکھڑانے کے وقت ہمارے ڈگمگاتے ہوئے قدموں کو جما دینا اور قیامت کے دن

ہمیں اس کے ذریعہ ہر اندوہ اور روز حشر کی سخت ہولناکیوں سے نجات دینا اور جبکہ حسرت و ندامت کے دن ظالموں کے چہرے سیاہ ہوں گے ہمارے چہروں کو نورانی کرنا اور مومنین کے دلوں میں ہماری محبت پیدا کر دے اور زندگی کو ہمارے لیے دشوار گزارنہ بنا۔

اے اللہ ! محمد جو تیرے خاص بندے اور رسول ہیں ان پر رحمت نازل فرما جس طرح انہوں نے تیرا پیغام پہنچایا ، تیری شریعت کو واضح طور سے پیش کیا اور تیرے بندوں کو پندونصیحت کی۔

اے اللہ ! ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قیامت کے دن تمام نبیوں سے منزلت کے لحاظ سے قمرب تر، شفاعت کے لحاظ سے برتر، قدرو منزلت کے اعتبار سے بزرگ تر اور جاہ و مرتبت کے اعتبار سے ممتاز تر قرار دے۔

اے اللہ ! محمد اور ان کی آل پر رحمت نازل فرما اور ان کے ایوان (عزو شرف) کو بلند ، ان کی دلیل و برہان کو عظیم اور ان کے میزان (عمل کے پلہ) کو بھاری کر دے۔ ان کی شفاعت کو قبول فرما اور ان کی منزلت کو اپنے سے قریب کر، ان کے چہرے کو روشن ، ان کے نور کو کومل اور ان کے درجہ کو بلند فرما اور ہمیں انہی کے آئین پر زندہ رکھ اور انہی کے دین پر موت دے اور انہی کی شاہراہ پر گامزن کر اور انہی کے راستہ پر چلا اور ہمیں ان کے فرمانبرداروں میں قرار دے اور ان کی جماعت میں محشور کر اور ان کے حوض پر اتار اور ان کے ساغر سے سیراب فرما۔

اے اللہ! محمد اور ان کی آل پر ایسی رحمت نازل فرما جس کے ذریعہ انہیں بہترین نیکی ، فضل اور عزت تک پہنچا دے جس کے وہ امیدوار ہیں۔ اس لیے کہ تو وسیع رحمت اور عظیم فضل و احسان کا مالک ہے۔

اے اللہ ! انہوں نے جو تیرے پیغامات کی تبلیغ کی۔ تیری آیتوں کو پہنچایا۔ تیرے بندوں کو پند و نصیحت کی اور تیری راہ میں جہاد کیا ان سب کی انہیں جزا دے جو ہر اس جزا سے بہتر ہو جو تو نے مقرب فرشتوں اور برگزیدہ مرسل نبیوں کو عطا کی ، ان پر اور ان کی پاک و پاکیزہ آل پر سلام ہو اور اللہ تعالٰی کی رحمتیں اور برکتیں ان کے شامل حال ہوں[1]

[1] ()الصحيفة السجادية: دعائه (عليه السلام) عند ختم القرآن.